حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
ملفوظات
حکیم الامت
ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
061-4540513-4519240

بسلسلہ

سفر نامہ لاہور و لکھنؤ   سفر نامہ حیدر آباد دکن

مکتوبات حسن العزیز   الرقیم الجلیل

حکیم الامت مجدد الملت حضرة مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

کی مجالس اور اسفار نشست و برخاست میں بیان فرمودہ انبیاء کرام علیہم السلام اولیاء عظام رحمہم اللہ کے تذکروں عاشقانِ الٰہی ذوالاحترام کی حکایات و روایات دینِ برحق مذہب اسلام کے احکام و مسائل جن کا ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر ہر لفظ صبغة اللہ سے رنگا ہوا ہر کلمہ شرابِ عشقِ حقیقی میں ڈوبا ہوا ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق نکات تصوف اور مختلف علمی و عملی، عقلی، نقلی، معلومات و تجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے۔
جن کا مطالعہ آپ کی پُر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240
Email:taleefat@mul.wol.net.pk

اللہ

نام کتاب...............ملفوظات حکیم الامت جلد-30
تاریخ اشاعت........................ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۵ھ
ناشر.... اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان
طباعت.......................سلامت اقبال پریس ملتان

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)
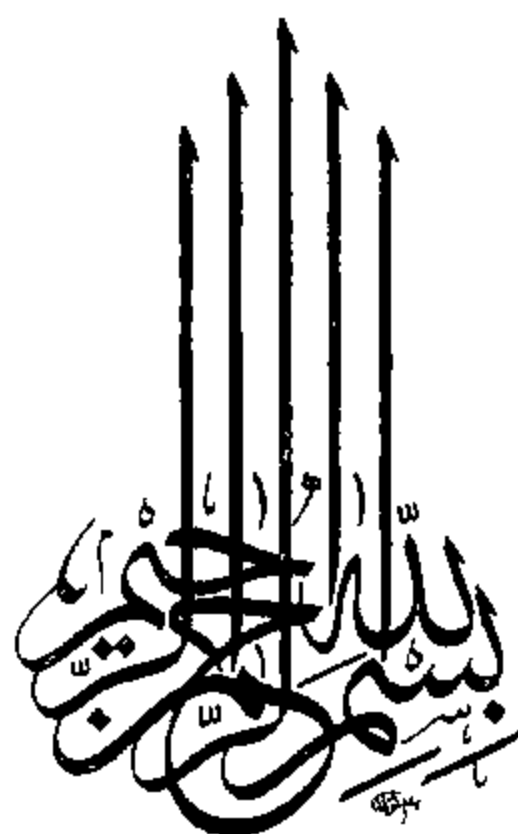
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

سفر نامہ لاہور و لکھنو

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون : 540513-519240

الاسفار عن برکات بعض الاسفار
الملقب بہ
الفصل للوصل

یعنی

سفرنامہ لاہور و لکھنؤ

حالات و برکات سفر لاہور و لکھنؤ مع ملفوظات عالیہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

از

جناب سید مقبول حسین وصل بلگرامی رحمہ اللہ

تصدیق وتوثیق از احقر اشرف علی عفی عنہ

بعد حمد وصلوٰۃ میں نے اسے مجموعہ مسمی بہ الاسفار عن برکات بعض الاسفار ملقب بالفصل یعنی السفر للوصل (لما امر اللہ بہ ان یوصل الشامل للافادات الدینیہ) کو جس میں میرے سفر لاہور ولکھنؤ کے واقعات وحالات اور دوسرے سفر کے ملفوظات ومقالات جمع کئے گئے ہیں مع اس کی تمہید کے حسب استدعاء جناب مؤلف سلمہ، حرفاً حرفاً دیکھا ملفوظات کو تو حسب معمول نظر عمیق کے ساتھ دیکھ کر اس میں باقاعدہ مکمل اصلاح کی گئی اور بقیہ میں محض معنوں کو مطمع نظر رکھ کر حسب حاجت خاص مواقع پر تغیر وتبدل کیا گیا' اب یہ مجموعہ میرے نزدیک باعتبار مضامین کے صحیح اور مکمل ہے البتہ حالات کے حصہ میں باوجود صحت واقعات فرط محبت میں بعض مقامات پر محض عنوان میں قدرے مبالغہ ہوگیا ہے جو صدق کی حد سے نہیں نکلتا اور ایسے داخل حدود مبالغہ کو بزرگوں نے ہمیشہ جائز رکھا ہے اور خود ان کے کلام میں بھی پایا جاتا ہے اور گو ایسے عنوانات کا بدلنا ممکن تھا اور عدم تبدیل موہم حب مدح کا ہوسکتا ہے لیکن میں نے ابقاء کو جناب مؤلف کے جذبات کی رعایت اور اپنے حق میں مستقبل کے اعتبار سے فال صالح سمجھ کر تصرف نہیں کیا' اب دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ سے طالبان دین کو نفع علمی وعملی عطا فرمادیں اور جناب مؤلف اور اس ناکارہ کو اپنی رحمت ورضا سے مشرف فرمادیں۔ والسلام فقط۔

مقام تھانہ بھون ۲۶ محرم ۱۳۵۸ھ

حامداً ومصلیاً

التماس آشفتہ حال

۱۳۵۷ھ

رازے کہ برخلق نہفتیم و نگفتیم — بادوست بگوئیم کہ او محرم راز ست
اے مجلسیاں! سوز دل حافظ مسکین — از شمع بپرسید کہ در سوز و گداز ست

مجھ میں آشفتہ حالی اور بیقراری کیوں ہے؟ سینے میں سوزش جگر میں ٹیس اور دل میں بیتابی و اضطراب کس سبب سے ہے؟ خود میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا بتاؤں۔ کیا جواب دوں۔ ہر غیر کی صحبت سے پریشانی پیدا ہو جاتی ہے۔ کسی دوسرے کے ذکر سے طبیعت گھبرانے لگتی ہے۔ ہر وقت یہی تمنا کہ اس کے پاس بیٹھو جو اپنے ساقی کا ذکر کرتا ہو۔ ہر لمحہ یہی آرزو کہ اپنے ہم مشرب رندوں کے سوا دوسروں سے بات بھی نہ کروں۔ اس بزم میں حاضر رہوں جہاں اپنا ساقی ساقی گری کرتا ہو۔ سر میں یہی سودا کہ ہر وقت اپنے ہی ساقی کا تذکرہ ہو۔ آنکھیں ڈھونڈتی ہیں تو میخانہ امدادیہ کے انوار و برکات کو' نظروں کو تجسس ہے تو

تھانہ بھون کے درخشاں ذرات کی تابش کی کان سننا چاہتے ہیں تو ان پراثر الفاظ اور پر کیف کلمات کو جو ساقی بادۂ الست کے لب و دہن سے نکلے ہوئے ہوں۔ قوت شامہ کو ہوس ہے تو صرف اس پھول کی خوشبو کی جو گلستان شریعت میں مہک کر تمام عالم کو مست و بیخود بنا رہا ہو۔ ہاتھ ان مبارک ہاتھوں کے جویا ہیں جن کے ذریعے کبھی کوئی عہد و پیمان لیا گیا تھا۔ پاؤں اس منزل کی طرف چلنا چاہتے ہیں جو میرے ساقی کی بتائی اور دکھائی ہوئی ہو' خیالات متحمل ہیں تو ایسے مالک بہار عالم حسن کے تصور کے جس کے لئے کہا گیا ہے ؎

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ می دارد
برنگ اصحاب صورت رابہ بوار باب معنی را

مجھے نہیں معلوم' مجھے کیا ہو گیا ہے' سودائی ہو گیا ہوں یا بنا دیا گیا ہوں۔ کسی وقت چین نہیں' سکون نہیں تمام جسم میں آگ لگی ہوئی ہے یا لگا دی گئی ہے کسی طرح نہیں بجھتی' بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ روز بروز تیز ہوتی جاتی ہے۔ ؎ جناب مجذوب

اے سوختہ جان! پھونک دیا کیا مرے دل میں
ہے شعلہ زن اک آگ کا دریا مرے دل میں

اب تو یہ حالت ہے کہ اگر چند دن کے لئے تھانہ بھون سے باہر جاتا ہوں تو اپنے قابو میں نہیں رہتا چاہتا ہوں کہ ہر گھڑی یہیں بسر ہو اور ہر پل خدمت ساقی میں گزرے ساقی کا جادہ جہاں آرا سامنے ہو اور دور چل رہا ہو۔

ابھی زمانہ نہیں گزرا یہی عالم تھا۔ دیوانگی نے بڑھنا شروع کیا تھا کہ پنجشنبہ ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۸ء کو میرے ساقی۔ میرے آقا۔ میرے مولا۔ میرے ہادی۔ میرے رہبر۔ میرے حامی میرے یاور شیخ الشیوخ عالم۔ فیوض و برکات مجسم۔ قطب یگانہ۔ غوث زمانہ حضرت حکیم الامت سراپا رحمت' مولانا حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مد ظلہم اللہ القوی بغرض علاج رونق افروز لکھنؤ ہوئے۔ علاج شروع ہوا۔ بحمد اللہ مرض میں بھی افاقہ ہوا۔ طاقت بھی آنے لگی۔ قیام گاہ پر بے تکلف اصحاب کو حاضری کی بھی اجازت دے دی گئی۔ پھر مسجد خواص کے حجرے کے پاس نشست بھی ہونے لگی۔ ملفوظات کا سلسلہ بھی

جاری ہوا۔ معارف وحقائق کی بارش ہورہی تھی فیوض وبرکات کا دریا موجزن تھا کہ میرے دل نے مجبور کیا اور میں نے ارادہ کرلیا کہ جس طرح بھی ہو زمانہ قیام لکھنؤ کے ملفوظات قلمبند ہو جائیں گے۔ اور خدائے بزرگ وبرتر نے توفیق دی اور اس کی مدد شامل حال ہوئی تو طبع کرا کر شائع بھی کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ خلق اللہ کو ان سے فائدہ پہنچے۔ دورافتادہ تشنہ کاموں کو جام فیوض کا ہدیہ بھیجا جائے اور حضوری سے معذور بیقراروں کے لئے مایہ تسکین فراہم کیا جائے۔ چنانچہ اسی دھن میں میں نے اپنے سرکار مدظلہم العالی سے اجازت حاصل کی۔ مولوی جمیل احمد صاحب تھانوی سے اپنی تمنا ظاہر کی۔ ممدوح نے اپنے لطف وکرم سے خود اس کام کی انجام دہی کا ذمہ لیا۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ایک اور شخص بھی ہونا چاہیے جو میری عدم موجودگی میں اس کو جاری رکھے۔ کیونکہ میں ہر وقت موجود بھی نہیں رہ سکتا۔ اس کو سن کر میں نے عزیزی مولوی حافظ ابرار الحق سلمہ ابن جناب مولوی محمود الحق صاحب حقی بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ ہردوئی ومجاز صحبت حضرت اقدس مدظلہم العالی کے سپرد یہ خدمت کی انہوں نے بہ طیب خاطر اس کو منظور کرلیا۔ بلکہ باعث برکت وسعادت سمجھا اور اس طرح جو ملفوظات قلمبند ہو سکے ان کا ایک اچھا خاصہ مجموعہ تیار ہو گیا لیکن اس کی ضرورت تھی کہ حضرت اقدس کے ملاحظہ سے گزر جائے۔ اس لئے یہ مجموعہ میں نے تھانہ بھون کی واپسی کے بعد حضرت اقدس کے حضور میں ملاحظہ کی مؤدبانہ درخواست کے ساتھ پیش کر دیا۔ حضرت والا نے سرسری نظر سے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ مولوی جمیل احمد کے قلمبند کردہ ملفوظات کی تصحیح تو آسان ہے لیکن مولوی ابرار الحق کے لکھے ہوئے ملفوظات کی صحت دشوار ہے۔ انہوں نے میرے الفاظ کو نقل نہیں کیا۔ یادداشت لکھ کر میری گفتگو کو بطور روایت بالمعنیٰ کے اپنی عبارت میں لکھا ہے اور اسی وجہ سے الفاظ، مطلب واقعہ، غرض وغایت سب میں کچھ فرق آ گیا۔ میرے لئے اس ضعف میں نئے سرے سے دماغ پر زور ڈال کر واقعے کو سوچنا اور لکھنا غیر ممکن ہے۔ اس کے معلوم ہونے پر جس قدر مجھے پریشانی ہوئی وہ بیان میں نہیں آ سکتی۔ خداوند تعالیٰ بڑے کریم وکارساز ہیں۔ دیکھتا کیا ہوں کہ محترمی جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور ومجاز طریقت حضرت اقدس مدظلہم العالی تشریف لا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ پورا رمضان المبارک کا مہینہ

تھانہ بھون ہی میں ختم ہوگا۔ عید کی نماز پڑھ کر واپس جائیں گے۔ ان سے مولوی ابرار الحق سلمہٗ کے تحریر کردہ ملفوظات کی کوتاہیاں بتا کر تکمیل کی استدعا کی۔ اور موصوف نے انتہائی محبت و مسرت کیساتھ اس کو قبول و منظور فرمایا اور خاص توجہ و کوشش کے ساتھ ان کی تحریر کو بغور ملاحظہ کر کے جابجا صاحب ملفوظ سے تحقیق کر کے درست کیا' مربوط اور صاف کر کے تمام خامیوں کو نکال کر رمضان شریف کے اندر ہی مجھے دیدیئے"۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت والا نے ان کو پسند فرما لیا اور اس طرح میری دعا مقبول اور تمنا کامیاب ہوگئی۔

میں چاہتا تھا کہ ملفوظات کی صحت ہو جائے اور یہ فوراً طبع کرا کے شائع کر دیئے جائیں۔ حضرت اقدس نے میری بے تابی کی حالت ملاحظہ فرما کر جلد سے جلد نظر اصلاحی کے کام کو ختم فرما دیا اور اپنی خاص شفقت سے جامع کے ناموں کی مناسبت پر غور فرماتے ہوئے مولوی جمیل احمد صاحب کے جمع کردہ ملفوظات کا نام جمیل الکلام اور مولوی ابرار الحق سلمہٗ کے جمع کردہ ملفوظات کا پہلا نام نزول الابرار اور جناب مولوی اسعد اللہ صاحب کی تصحیح کے بعد دونوں جامع کے ناموں کی رعایت سے دوسرا اخیر نام اسعد الابرار تجویز فرمایا۔

اسی گذشتہ رمضان المبارک میں میں بھی برابر حاضر تھانہ بھون رہا۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان ملفوظات کے شروع میں مختصر سا دیباچہ لکھ کر شامل کر دوں جس میں لکھنؤ کے سفر کا ضمناً تذکرہ بھی ہو۔ لیکن جس وقت لکھنے بیٹھا ہوں تو اس وقت کچھ حالت ہی اور ہوگئی۔ لکھنؤ کے سفر کے ساتھ ایک اور سفر کا خیال آ گیا وہ لاہور کا سفر تھا۔ جو لکھنؤ کے سفر سے پہلے قریب تر زمانے میں ہوا تھا۔ دل میں ایک جوش پیدا ہوگیا کہ کسی طرح وہاں کے حالات معلوم ہوں اور دیباچے میں ان کا بھی اضافہ ہو جائے۔

دور چلے دور چلے ساقیا اور چلے اور چلے ساقیا

تمنا تو یہ تھی کہ تمام عمر اور عمر کی ہر ساعت اپنے آقا ہی کا تذکرہ لکھتا رہوں۔ مختلف عنوان سے اس کا ذکر کیا جایا کرے' زبان سے اپنے آقا ہی کا بیان ہو۔ اور تحریر میں اپنے آقا ہی کے مناقب و فضائل ہوں۔ اپنے آقا ہی کا تصور رہے۔ اور اپنے آقا ہی کی دھن۔ وہ کون آقا جس کے حسن کی خوبیوں کا تحریر میں لانا آسان کام نہیں اور حسن بھی کیسا حسن خداداد۔

دلفریبان نباتی ہمہ زیور بستند　　　دلبرماست کہ با حسن خداداد آمد

میں نے بسم اللہ کہہ کر سفر لاہور کے حالات دریافت کرنا شروع کئے۔ اتفاق وقت اور میری خوش قسمتی سے مخدومی جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، محترمی جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری مکرمی جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری مشفقی جناب مولوی ظہور الحسن صاحب اور عطوفی جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (کہ ان حضرات نے اس سفر کے حالات کا مشاہدہ فرمایا تھا) اسی رمضان المبارک میں تشریف لے آئے اور میرے مددو معاون ہوئے۔ میں نے اپنی پوری جدوجہد سے ان سے سوالات پر سوالات کر کے حالات دریافت کئے ان سے یادداشت لکھوائی اور اس طرح سفرنامے کے لئے کافی مواد فراہم کر لیا۔ حضرت اقدس کے ناسازی مزاج کے حالات آغاز اور بہت کچھ سفر لاہور کے متعلق واقعات کے لکھنے میں مخدومی جناب مولوی شبیر علی صاحب نے میری امداد فرمائی۔ سفر لکھنؤ کے حالات کے سلسلے میں بہت سی یادداشتیں جناب مولوی اجمل احمد صاحب تھانوی سے حاصل ہوئیں اور باوجود اس کے کہ میں نے اس سفرنامہ کو بہت مختصر کرنا چاہا میرے ذوق میرے جذبات اور میرے طبعی جوش کی وجہ سے وہ ایک اچھا خاصہ رسالہ ہو گیا۔ میں تو چاہتا تھا ہر ادائے حسن کو ظاہر کر دوں مگر اس کی بھلا کس کو قدرت تھی۔

گر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید　　　لیک حیرانم کہ نازش راچساں خواہد کشید

اور سچ تو یہ ہے کہ کس کس چیز کو ظاہر کرتا۔

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست　　　بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

روحی فداہ۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام　　　بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

یہ ذکر اور تذکرہ تو ایسا تھا کہ تمام عمر لکھتا اور تمام نہ ہوتا۔ خیر خدائے تبارک وتعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اس قدر ذخیرہ فراہم کر دیا جو میرے لئے موجب صد افتخار ہے ورنہ کہاں مجھ سا بے بضاعت اور کہاں حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کے سفر کے حالات کا جمع کرنا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل　　　نسیم صبح! تیری مہربانی

ملفوظات کی طرح اس سفرنامے کو بھی میں نے اپنے آقا کے حضور میں پیش کر دیا۔ وہاں سے اس کا مسودہ خلعت صحت کے ساتھ واپس عطا ہوا۔ اس کے بعد احتیاطاً میں نے وہی مسودہ اپنے محترم سراپا لطف و کرم جناب خان بہادر خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری بی اے انسپکٹر مدارس آلہ آباد مؤلف اشرف السوانح کی خدمت میں بھیج دیا۔ وہاں سے بھی نظر ثانی سے مزین ہو کر میرے پاس آ گیا۔ اب میں حضرت اقدس کی منظوری کے بعد اس کو ارمغان جاوداں کے تاریخی نام سے موسوم کرتا ہوں۔ اور حضرت اقدس کی غایت شفقت و تجویز گرامی سے ان ہر سہ اجزا یعنی ارمغان جاوداں جمیل الکلام اور اسعد الابرار کے مجموعہ کا نام الاسفار عن برکات بعض الاسفار ملقب بہ الفصل للوصل قرار پایا ہے جو لوح پر زینت و برکت کے لئے درج کر دیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے جب یہ خیال تھا کہ صرف لکھنؤ کے سفر کے حالات جمع کئے جائیں اس وقت اس مجموعہ کا نام بہار لکھنؤ رکھا گیا تھا لیکن جب لاہور اور دونوں جگہ کے سفر کے حالات جمع ہو گئے تو حضرت والا نے اپنی زبان فیض ترجمان سے یہ مصرع ارشاد فرمایا ع ''باغ لاہور و بہار لکھنؤ'' اس مصرع کو سن کر راقم الحروف نے پہلا مصرع ''بے بہا زیبا نفیس و دلفزا'' ملا دیا جس سے پورا شعر تاریخی ہو گیا۔ اب اس کو یوں پڑھئے اور عیسوی تاریخ کا شمار کیجئے۔

بے بہا زیبا نفس نفیس و دلفزا   باغ لاہور و بہار لکھنؤ

۱۵۷۰   ۱۹۳۸ء   ۳۶۸

یہ شعر بھی لوح پر درج کر دیا گیا ہے۔ خدا کرے یہ مجموعہ جلد
شائع ہو کر خلق خدا کے لئے فائدہ مند اور کارآمد ثابت ہو۔

اب مجھے سب سے پہلے خالق جل و علیٰ کے فضل و توفیق کا ہر بن مو سے شکر ادا کرنا ہے۔ ومن شکر فانما یشکر لنفسہ و من کفر فان اللہ غنی حمید۔ اس بے بضاعت زبان سے شکر۔ بس لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ اس کے بعد اپنے آقا و مولانا حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی کے بے پایاں الطاف و بے نہایت کرم بے کراں شفقت اور توجہ خاص کا شکر ادا کرنا چاہیے جن کی بدولت آج یہ مجموعہ مرتب ہو کر طباعت کے لئے

بھیجا جارہا ہے۔لیکن اس کے لئے الفاظ کہاں سے لاؤں بے جانہ ہوگا اگر یہ عرض کروں۔

شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو

اسی کے ساتھ مذکور الصدر اخوان میکدہ کی مخلصانہ نوازشوں پر ہدیہ تشکر پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتدزہے عز و شرف

آخر میں مجھے اتنا اور عرض کرنا ہے کہ ارمغان جاوداں اور اس التماس آشفتہ حال میں کئی جگہ میرے قلم نے وہ انداز اختیار کیا ہے جس کا تعلق صرف میرے جذبات' میری عقیدت' اور میرے ذوق سے ہے نہ شاعری کی گئی ہے اور نہ مبالغے کا اس میں دخل ہے۔ جو کچھ لکھا ہے میں نے اپنی عقیدت کے تحت میں۔ جو آواز بلند کی ہے وہ اپنے دلی جذبات کے اثر سے اور صرف اہل ذوق کے سننے اور لطف اٹھانے کے لئے۔ میرے مخاطب یہی حضرات ہیں۔ غیر سے واسطہ نہیں۔ اب اس کے بعد کوئی کچھ کہے میری ذمہ داری نہیں۔ کسی عارف کا قول ہے۔

بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی　　بگزارتا بمیرد در رنج خود پرستی

اور میں تو ان حضرات سے یہ عرض کروں گا۔

گفتہ بودم فسانہ در مستی　　تو شنیدی چرا ز عالم ہوش

والسلام

آوارۂ دشت گمنامی

احقر کونین سید مقبول حسین وصل بلگرامی غفرلہ اللہ السامی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

ارمغان جاوداں

۱۳۵۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمد و نصلی علیٰ حبیبہ الکریم

یوں تو ہر سفر کی کوئی غرض و غایت ضرور ہوتی ہے، لیکن اصل سفر تو اہل اللہ کا سفر ہے، جو اگر چہ بظاہر کسی دنیوی ضرورت ہی سے کیا جائے مگر جہاں ان کے بابرکت قدم جاتے ہیں بغیر ان کے اہتمام یا ارادے کے خدا کی رحمتیں ساتھ ساتھ ہوتی ہیں، انوار الٰہی کا ظہور ہوتا ہے فیوض و برکات نمایاں ہوتے ہیں رشد و ہدایت کی شمعیں روشن ہو جاتی ہیں حقائق و معارف کی بارش ہونے لگتی ہے اور ہر تشنہ کام معرفت کو اس کی استعداد اور طلب کے موافق اس خزانہ معرفت سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور مل جاتا ہے۔

ابھی زیادہ زمانہ نہیں گزرا، اب بھی دیکھنے والے بکثرت موجود ہیں۔ اب سے پندرہ برس کچھ کم و بیش پہلے، بزرگان دین کی کافی تعداد موجود تھی۔ مشائخ کرام کی برکتوں سے ہندوستان خصوصیت کے ساتھ فائز المرام ہو رہا تھا، علماء و فضلاء کے اثرات پورے طور سے پھیلے ہوئے تھے۔ کفر و ضلالت کی قوتیں دبی ہوئی تھیں، لیکن اب وہ دور نہیں رہا، زمانے نے کروٹیں بدلیں، خیالات نے پلٹا کھایا، اور وہی دین مبین جس کے آثار آفتاب سے زیادہ درخشاں اور تاباں نظر آتے تھے آج دھندلے نظر آ رہے ہیں، اولیاء اللہ نے دنیا سے پردہ کر لیا، خدا کے خاص برگزیدہ اور مقبول بندوں نے اس جہان فانی کو چھوڑ دیا، مسجدیں خالی، خانقاہ سونی، حجرے ویران، آج اگر ڈھونڈا جائے تو بمشکل چند ایسے مقدس نفوس مل سکیں گے، جن کا ہر لمحہ خدا کی رضا کے واسطے صرف ہوتا ہو، اور جن کی ہر ساعت خدمت دین کے لئے وقف ہو۔

میری انہیں آنکھوں نے بہت کچھ دیکھا' بڑی بڑی مقدس ہستیوں کی زیارت کی' اور آج بھی نظریں ان بابرکت مناظر اور ان بافیض ہستیوں کو ڈھونڈ رہی ہیں' ویرانی' بے اثری اور آزادی دکھائی دیتی ہے' دین سے بے پروائی' کم توجہی بلکہ بیزاری ہر طرف موجود ہے' دلوں میں مذہب کی وہ عزت اور وہ وقار جو پہلے تھا آج نہیں' نہ وہ اہتمام نہ وہ انہماک' بے شرمی' بے حیائی' بے غیرتی' بے باکی' ہر سمت پھیلی ہوئی ہے۔ کشتی بھنور میں ہے اور ناخدا ملتا نہیں۔ لیکن خداوندی وعدوں پر یقین رکھنے والا مسلم گھبراتا نہیں۔ **لاتقنطوامن رحمة الله** کی امید افزا آیت اس کو یاد آ جاتی ہے۔ ایک غیبی آواز سنتا ہے' گھبرائیں ناخدا موجود ہے۔ اس کا دامن تھام' اس کا وسیلہ حاصل کر' ناگہاں ضلع مظفر نگر کا مشہور قصبہ تھانہ بھون۔ اپنی مکمل تابشیں دکھاتا ہوا نظر پڑتا ہے۔ اور خانقاہ امدادیہ اپنے تمام جلوؤں اور انوار و برکات کے ساتھ نمودار ہو جاتی ہے اور اس میں وہ ناخدا جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا دستگیری کے لئے آمادہ و مستعد پایا جاتا ہے۔ آفتاب کی طرح منور چہرے پر رعب وسطوت اور جلالت و جبروت جلوہ فگن آنکھیں حقیقت و معرفت کے انوار سے ضیاباز' نظریں مصروف کشش' پیشانی جگمگاتی ہوئی'۔ دماغ میں طاعت حق اور خدمت خلق کے خیالات مجتمع' دل خدا اور اس کے حبیب کی محبت سے سرشار' سینہ میں ہیبت و خشیت الٰہی کا خزینہ' رگ رگ میں تجلیات باری کی بجلیاں دوڑتی ہوئی۔ دست مبارک ہر وقت دعا کے لئے آمادہ' تمام جسم پیکر نور بنا ہوا۔ ستر اَتھتر سال حیات ظاہری کی منزلیں طے کئے ہوئے ارادوں میں کامیابی کے آثار' مقاصد میں تکمیل کی لہر' ہمت واستقلال جلو میں قوت و نصرت علمبردار' فضل و رحمت باری سایہ کئے ہوئے' امداد الٰہی کی بے پناہ طاقتیں ساتھ ساتھ' اس طرح اور اس شان سے اس ناخدائے سفینہ اسلام' ملجا و ماوائے انام' محی سنت' حامی شریعت' سالک مسالک طریقت و معرفت' قامع بدعت و ضلالت' مصلح القلوب والارواح' صاحب الفلاح والافلاح' مجدد الملت' حکیم الامت' مرشد زمانہ' شیخ یگانہ' مقبول بارگاہ قادر قوی' حضرت مولانا حاجی حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب فاروقی حنفی تھانوی ادام اللہ برکاتہم و فیوضہم کا جلوہ زیبا دکھایا جاتا ہے' ۔

زفرق تا بقدم ہرکجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

مشاہدات

اللہ اللہ یہ مقدر
حاضر ہوں میں ایسے آستاں پر

کاشانۂ فیض جس کو کہیے
خمخانۂ فیض جس کو کہیے

ہر سمت سے رند آ رہے ہیں
قسمت سب آزما رہے ہیں

ہر وقت ہے خاطر و مدارات
میخانہ کھلا ہوا ہے دن رات

انوار حقیقت اس میں شامل
اللہ کی رحمت اس میں شامل

جلوہ افروز ذات اس میں
ضوبار ہیں کل صفات اس میں

ہے طرفہ فضا، عجب ہے عالم
مے ہے کہ چھلک رہی ہے ہردم

ہر لحظہ ہے دور جام عرفان
صبح عرفان ہے شام عرفان

ہر رنگ نیا، نیا سماں ہے
شیشوں میں حیات جاوداں ہے

پیمانوں میں روح عجز و ایثار
زہاد سے بڑھ گئے ہیں میخوار

ہر ظرف میں بادۂ شریعت
ہر قطرے میں جلوۂ طریقت

ابھرے ہوئے سادگی کے جوہر
گردش میں وہی قدیم ساغر

ہے غیرت آفتاب ہر جام
مے نوش ہیں اور جام پر جام

انگڑائیاں لے رہی ہیں موجیں
صہبا میں یہ نور کی ہیں موجیں

اس مے کو مے طہور کہیے
یا شعلہ برق طور کہیے

اس مے سے ہے مست آج ہر ایک
توحید پرست آج ہر ایک

مستوں کو ہے ذکر و شغل سے کام
کیسا آرام کس کا آرام

ہر رند یہاں کا پارسا ہے
ذرہ ذرہ خدا نما ہے

تقوی کی چہل پہل یہاں ہے
مقصود فقط عمل یہاں ہے

شہرت کا یہاں وجود، مفقود ذکر نام و نمود، مفقود!
دنیا سے جدا یہ سرزمیں ہے کبر و نخوت یہاں نہیں ہے
کوئی بھی نہیں یہاں مقرب مصروف ہیں اپنے کام میں سب
ہو کر مایوس ہر جگہ سے آتے ہیں مریض ہر طرح کے
تشخیص کا ہے نیا طریقہ بے مثل علاج کا طریقہ
ملتی ہے یہاں دلوں کو راحت پاتا ہے ہر اک مریض صحت
تدبیر نئی دوا نئی ہے اصلاح قلوب ہو رہی ہے
ناز اور نیاز، سب یہاں ہے کہتے ہیں جسے ادب یہاں ہے
آئین، بتائے جا رہے ہیں آداب سکھائے جا رہے ہیں
ہوتی ہے رضائے حق کی تعلیم ہر کام بصد اصول و تنظیم
تعلیم میں تربیت ہے شامل اللہ کی معرفت ہے شامل
تعلیم کا طرز ہی نیا ہے ہر اک کی تربیت جدا ہے
بعضوں سے تخاطب و تکلم اس طرح نوازش و ترحم
بعضوں کو یہی امور ممنوع ہر شائبہ غرور ممنوع
تادیب، اصول کے مطابق تجویز، مزاج کے موافق
لطف اور کرم بھی ساتھ ہی ساتھ تیار دعا کے واسطے ہاتھ
مجلس کا یہاں کی پوچھنا کیا مجلس ہے، کہ فیض کا ہے دریا
انوار کا وہ ہجوم اس میں وہ ضو افشاں علوم اس میں
بٹتا ہے یہاں خدا کا انعام ملفوظ کی شکل میں ہے الہام
ملفوظ کی شان، اللہ اللہ پرکیف بیان، اللہ اللہ
ہر لفظ میں ہیں ہزار نکتے ہر نکتے میں، بے شمار نکتے
اس حسن مقال کی کسے تاب مجلس ہے کہ ہو رہی ہے بیتاب
چھائی ہوئی چار سو تجلی اٹھتے ہی نگاہ، برق چمکی

اب ہوش کہاں، حواس کیسے — صدقے ان ساعتوں کے صدقے
ایں مجلس فیض بالیقین است — دربار ولی حق ہمین است
اللہ ری بخشش و عنایت — دارین کی بٹ رہی ہے دولت
کہہ دے کوئی طالبان حق سے — بھر لیں وہ جیب و دامن اپنے
لے لیں، لے لیں، طلب ہو جتنی — ایسی دولت، نہ پھر ملے گی
ساقی کا ہے فیض عام جاری — ہے دور سبوو جام جاری
بادہ اس کی نگاہ، بادہ بردوش — جو ہے وہ یہاں ہے مست و مدہوش
میخانے کا کل نظام مدہوش — ساغر مدہوش، جام مدہوش
مے مست ہے مے کی آرزو مست — پیمانہ شیشہ و سبو مست
ہر جلوہ و جلوہ گاہ مدہوش — سجادہ و خانقاہ مدہوش
جذبات، کشش، دعا، اثر مست — نظارہ و ناظر و نظر مست
گلزار و گل و بہار مدہوش — مستی بیخود، خمار مدہوش
بیخود ہر کوہ، محو صحرا — موجیں مدہوش، مست دریا
بیخود افلاک ہیں، زمین مست — سجدہ مدہوش ہے، جبین مست
مدہوش وجود، دو جہان مست — کل کون و مکان ولامکان مست
یہ کس کی نگاہ کا اثر ہے؟ — ساقی ہے کون، کچھ خبر ہے؟
وہ بیخود و محو و مست ساقی — سرشار مے الست باقی
وہ اشرف اولیائے دوراں — وہ صدر نشین بزم عرفاں
وہ زینت مسند شریعت — وہ ہادی منزل طریقت
وہ نائب خاتم النبیین — وہ صاحب عز و جاہ و تمکین
جام وحدت پلانے والا — بدعات کا وہ مٹانے والا
قانع اللہ کی رضا پر — حاضر ارشاد مصطفیٰ پر
وہ حامی دیں، امین سنت — وہ غوث زماں حکیم امت

وہ کون؟ مجدد زمانہ وہ کون؟ محدث یگانہ
اللہ اللہ شان کیا ہے جس نے یہ کہا ہے سچ کہا ہے
خاصان خدا، خدا نباشند لیکن زخدا، جدا نباشند
ہاں ایک نظر ادھر بھی ساقی
کچھ مہرؔ غلام پر بھی ساقی
اب تو اپنا اسے بنا لے اس کی ہستی ترے حوالے
میخانے میں جس قدر ہو مے دے صدقے ان انکھڑیوں کے صدقے
منہ مانگی مراد وصل پائے محروم نہ تیرے در سے جائے
یہ طالب عزت غلامی مقبول حسین بگرامی
در پہ تیرے پڑا ہوا ہے تیرا صدقہ وہ مانگتا ہے
دے دے کچھ بھیک اس کو دیدے جاگے اس کا نصیب جاگے
گلزار امید میں کھلیں پھول مقبول ہو عرض وصل مقبول
یہ دورؔ یہ میکدہ اب تک
اے تھانہ بھون تجھے مبارک

خانقاہ امدادیہ

جو پہلے حضرات اقطاب ثلاثہ یعنی شیخ المشائخ قطب الاقطاب، غوث وقت، حضرت حاجی شاہ امداد اللہ صاحب تھانوی، مہاجر مکی، سلطان العارفین سراج السالکین، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید تھانوی، اور افضل الفضلاء اکمل الکملاء، حضرت مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی قدس اللہ اسرارہم ونور اللہ مرقدہم خلفائے سرتاج اولیاء، شہنشاہ اصفیاء مخدوم العرفاء محترم الاتقیاء حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک جگہ مختلف حجروں میں قیام کی وجہ سے دکان معرفت کہلاتی تھی، اس کی وہ متبرک سہ دری اور وہ مخصوص پر انوار و برکات حجرے جن میں خصوصیت کے ساتھ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ

علیہ کی ایسی مقدس ترین ہستی رونق افروز تھی، جن میں بڑی بڑی عبادتیں، ریاضتیں اور مجاہدات کیئے نمے آج بھی روز افزوں ترقیوں کے ساتھ گوناگوں تجلیات سے معمور ہیں۔ خانقاہ شریف کا ذرہ ذرہ آفتاب عالمتاب بنا ہوا ضیاباری کر رہا ہے، حقیقت و معرفت کی شمع آج بھی روشن ہے، اور شریعت و طریقت کا ناپیدا کنار سمندر آج بھی یہاں لہریں لے رہا ہے، طالبان معرفت آتے اور سیراب ہو کر چلے جاتے ہیں، شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم ایک عجیب نظارہ ہے، آنے والے کسی وضع قطع کے ہوں ان سے بھی کوئی خشکی نہیں برتی جاتی لیکن زیادہ وقت نہیں گزرنے پاتا وہ بھی اسی رنگ میں رنگ جاتے ہیں، وہ بھی شریعت و طریقت کے دیوانے نظر آتے ہیں۔ ان کو بھی رضائے خداوندی کی دھن ہو جاتی ہے اور وہ بھی عرفان کی منزلوں کو طے کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں نہ ان سے کچھ تعرض کیا جاتا ہے نہ ان کو بطور خطاب خاص کچھ کہا جاتا ہے۔ صرف ایسی گرامی صحبت کے وہ بابرکت لمحات جو بغیر اثر کیئے ہوئے نہیں رہ سکتے، کارفرمائی کرتے ہیں۔ میر مجلس کا جاذب نظر و پر اخلاص عمل اور حاضرین کا حسن اعتقاد و ذوق اتباع یہی وہ چیزیں ہیں جو افعال و اعمال کیا، طبائع میں انقلاب پیدا کر دیتی ہیں، ہر قول میں صدق ہر عمل میں حقانیت، ظاہر و باطن میں خلوص، نیتیں پاک ارادے نیک اور ہر ہر قدم پر صراط مستقیم پر چلنے کی خواہش، یہی انداز، اپنا والہ و شیدا بنا لیتے ہیں یہی وہ باتیں ہیں جن پر دنیا مٹی ہوئی ہے۔

جس برگزیدہ ہستی کی ہر ساعت اعلائے کلمۃ الحق میں گزری ہو جس کا ہر نفس احیائے سنت اور تبلیغ شریعت میں صرف ہوا ہو، جس کی ساڑھے سات سو سے زیادہ تالیفات و تصنیفات سے ایک عالم فیضیاب ہو رہا ہو۔ اس کی خدمت کا کیا اندازہ اور شمار ہو سکتا ہے۔ یہی نہیں جس نے اپنی عمر گرامی کا بہت بڑا حصہ درس و تدریس کے علاوہ مواعظ و پند و نصائح، ارشاد و ہدایت، اصلاح نفوس و قلوب میں گزارا ہو کیا ایسی مثال آسانی سے مل سکتی ہے، جس نے مشرق و مغرب، شمال و جنوب، ہندوستان کے اطراف و جوانب میں خود جا کر جام شریعت اور ساغر معرفت سے جانے کتنوں کو متوالا بنایا ہو، ایسے ساقی کی کہیں نظیر پائی جا سکتی ہے جو اس کبرسنی میں بھی تعلیم و تلقین کے لئے ہر وقت مستعد اور مریضان معصیت کی مسیحائی کے لئے ہر لحظہ تیار ہو، ایسے عارف، ایسے

ہادیٔ ایسے رہبر ایسے محسن ایسے معالج اور ایسے حکیم کا ثانی کہیں مل سکتا ہے۔

زسرتا ناخن پایت سراسر نازمی بینم　　کجا حدست حسنت را ہنوز آغازمی بینم

حضرت والا کے اسفار

حضرت والا کے بے شمار سفروں میں سے پہلا سفر ۱۳۰۱ھ میں شروع ہوا اور اخیر سفر غالباً ۱۳۴۳ھ میں ختم ہوا۔ جن لوگوں نے حضرت والا کے سفر کی حالت دیکھی ہے سفر میں حضرت والا کے ساتھ رہے ہیں ان سے حضرت والا کے اصول سفر پوچھئے آئین وقواعد دریافت کیجئے۔ معمولی سے معمولی باتوں پر یہ خیال کہ کوئی امر خلاف شریعت نہ ہو اس کی حالت وہی بتا سکتے ہیں۔ سفر میں حضرت اقدس کے فیوض و برکات کی کیفیت دیکھنے والے آج بھی بکثرت موجود ہیں ان کے مشاہدات آج بھی شہادت دے سکتے ہیں۔

ایک زمانے میں اس خادم کو بھی خوش قسمتی سے ہردوئی سے لکھنؤ۔ کانپور سے قنوج، قنوج سے تھانہ بھون، تھانہ بھون سے دہلی، گورکھ پور سے لکھنؤ، حضرت والا کے ہمراہ سفر کرنے اور خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ کچھ نہیں کہہ سکتا، کیا دیکھا، کیا پایا، یہ وہ چیزیں ہیں جو بیان میں آ ہی نہیں سکتیں۔ بس من لم یذق لم یدر کا مصداق ہے۔

کیا کہوں میں، کہ میں نے کیا دیکھا　　کیا بتاؤں کہ میں نے کیا پایا
میں نے دیکھا سفینۂ اسلام　　میں نے قسمت سے ناخدا پایا
میں نے دیکھا، جمال پر انوار　　میں نے آنکھوں کو پر ضیا پایا
میں نے دیکھا، جو دیکھنا تھا مجھے　　میں نے جو کچھ تھا مدعا پایا
میں نے دیکھا فزوں توقع سے　　میں نے امید سے سوا پایا

ترک سفر

شوال ۱۳۴۳ھ کے بعد سے حضرت والا نے سخت مجبوریوں، کبر سنی اور ضعف کے باعث ترک سفر کا مصمم عزم فرمالیا اور کسی صورت میں کسی کی درخواست منظور نہیں فرمائی۔ لیکن پھر بھی اپنی ذاتی ضرورتوں اور اپنی وجہ سے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے لئے چار مرتبہ سفر کی زحمت گوارا کرنا پڑی۔

سفر سہارنپور

پہلا سفر غالباً ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ اور دوسرا ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ کو سہارنپور تک ہوا۔ ان دونوں سفروں کی غرض یہ تھی کہ حضرت کے بڑے بھانجے مولوی سعید احمد صاحب مرحوم کی صاحبزادی جو جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کے بطن سے ہیں اور جواب گویا حضرت والا ہی کی صاحبزادی ہیں اور حضرت والا پر ان کے حقوق پدرانہ و بزرگانہ ہیں، مولوی جمیل احمد صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے منسوب ہیں ان کو ایک مرتبہ سفر حج کے سلسلے میں سہارنپور تک پہنچانے کے لئے اور دوسری مرتبہ سہارنپور سے لانے کے لئے صرف ان کی خاطر سے بغایت شفقت و محبت تکلیف گوارا فرمائی۔ یہ دونوں مختصر اتفاقی اور فوری سفر اس طرح شروع اور ختم ہوئے حسب عادت گرامی ان سفروں میں بھی رموز معرفت، اسرار حقیقت اور نکات طریقت کی گہرباری ہوئی اور خوش قسمتوں نے دامن مراد کامیابی کے موتیوں سے بھر لئے۔

بنائے سفر لاہور

ان دونوں سفروں کے بعد تیسرا سفر ہوا جو درحقیقت اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت والا کو عرصے سے معدے کی شکایت چلی جاتی تھی۔ جس سے غذا کم ہوگئی تھی اور جس قدر ہوتی تھی وہ بھی ہضم نہ ہوتی تھی۔ چونکہ دانت اوپر کے اور بعض نیچے کے ٹوٹ گئے تھے اس لئے خیال ہوا کہ شاید غذا پورے طور پر سے چبتی نہ ہو اور اس وجہ سے ہضم میں فتور ہو کر معدہ خراب ہوگیا ہو۔ دانت بنوانے کا خیال ہوا۔ حضرت والا کے مخلص خادم ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب جو اس فن میں مہارت تامہ اور نہایت کمال رکھتے ہیں اور لاہور میں ایک مشہور و تجربہ کار دندان ساز ہیں ان سے دانت بنوانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ میرے لئے یہ خدمت باعث سعادت و خوش قسمتی ہے، اور اگرچہ دانت بنانے کے لئے جن آلات اور مشینوں کی ضرورت ہوگی وہ تھوڑی سی دقت سے تھانہ بھون میں بھی لائی جاسکتی ہیں لیکن ان میں بجلی سے کام لیا جاتا ہے اور تھانہ بھون میں بجلی ہونے کے باوجود حضور کے یہاں بجلی کی فٹنگ نہیں ہے نیز لاہور سے تمام سامان کا لانا بھی مشکل ہے اور اگر لایا بھی گیا پھر بھی پورے طور پر سے کل ضروریات پوری نہ ہوسکیں گی اور وہ سہولتیں جو وہاں

ممکن ہیں تھانہ بھون میں بہم نہ ہوسکیں گی۔ اگر کسی وقت حضور والا لاہور کا سفر فرمائیں تو سب سے بہتر ہوگا۔ دانت بننے کے علاوہ میرے لئے باعث برکت ہوگا۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ حضور کی غیور اور بااصول طبیعت ہی نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ اپنے ذاتی کام کے لئے دوسروں کو تکلیف دی جائے بلکہ یہ طے فرمایا کہ مجھے خود وہاں جانا اور کل خرچ برداشت کرنا چاہیے یہاں تک کہ کھانے کا صرف اور دانتوں کی اصل لاگت بھی میرے ہی ذمہ ہو۔ اس خیال کی بناء پر حضور نے وہاں تشریف لے جانا منظور فرمایا' لیکن اس خیال و گفتگو کو دو سال ہو گئے چونکہ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے اور بغیر اس وقت کے کام کا ہونا غیر ممکن اب دو سال کے بعد وہ وقت آ گیا اور سفر کی تیاریاں ہونے لگیں۔

تھانہ بھون سے روانگی اور رفقائے سفر

۲۹ صفر ۱۳۵۷ھ بمطابق ۳۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو بروز شنبہ صبح کی گاڑی سے بقصد لاہور تھانہ بھون سے سہارن پور کو روانگی ہوئی۔ یہاں سے ہمراہی میں حضرت والا کے بھتیجے جناب مولوی شبیر علی صاحب اور شیخ فاروق احمد صاحب (متوطن لندن) تھے۔ جنہوں نے ابھی دو سال ہوئے اسلام قبول کیا جس کی بڑی وجہ منجملہ دیگر کتب تصوف و تذکرہ ہائے اولیائے کرام کے مطالعہ کے جو ترجمہ ہو کر انگریزی عین موجود تھے۔ حضرت والا کی تصنیفات کا مطالعہ بھی تھا' جن کا ترجمہ انگریزی میں ہو گیا تھا اور ان کو لندن میں دستیاب ہو سکی تھیں۔ شیخ فاروق احمد صاحب کو حضرت والا کی زیارت کا شوق پیدا ہوا خدا نے ذرائع پیدا کر دیئے اور وہ ہندوستان آئے اور ریاست بہاولپور میں مقیم ہوئے وہاں سے وہ اپنے دل میں قدیم اسلام کی معاشرت و تمدن' اسی زمانے کی تعلیم 'عمل و تربیت دیکھنے کے جذبات لئے ہوئے تھانہ بھون حاضر ہوئے۔ خیال تھا کہ وہ اپنے وطنی اور قومی لباس میں ملبوس ہوں گے۔ وہیں کی وضع قطع ہو گی۔ سوٹ' بوٹ ہوگا۔ ہیٹ ہو گی داڑھی صاف اور معاشرت انگریزی ہو گی۔ لیکن جب ان کا نورانی چہرہ سامنے آیا اور وہ اپنے مجسمے کے ساتھ نمودار ہوئے تو معلوم ہوتا تھا کہ آسمان خانقاہ امدادیہ کے درخشاں ستارے ہیں۔ وہی وضع قطع' وہی لباس جو یہاں کا ایک تعلیم یافتہ نئی روشنی والوں میں بھی اختیار کر سکتا ہے۔ سر پر

ترکی ٹوپی' بجائے قمیص کے کرتہ' بجائے کوٹ کے شیروانی' بجائے پتلون کے شلوار' اور بجائے بوٹ یا شو کے پنجابی نوکدار جوتا تھا۔ داڑھی نکل نکل کر چہرے کو نور علی نور بنا رہی تھی۔ ان کے چمکتے اور خوبصورت چہرے کو دیکھ کر زیادہ سے زیادہ بہت غور و فکر کے بعد یہ کہا جا سکتا تھا کہ شاید یہ ترک ہوں اور ہندوستان میں مدت سے رہنے کی وجہ سے ایسا لباس اختیار کر لیا ہو۔ مگر ان میں بجز زبان اور لہجے کے کوئی بات ایسی نہیں معلوم ہو سکی جس سے یہ کہا جا سکتا کہ یہ لندن کے باشندے ہیں۔ خانقاہ امدادیہ کے برکات نے ترکی ٹوپی بھی چھڑا دی اور بجائے ترکی ٹوپی کے وہ ہندوستانی دوپلی ٹوپی پہننے لگے بجائے معمولی کرتے کے ان کو نیچا اور ڈھیلا کرتا پسند آیا' جو شیروانی کا کام بھی دیتا تھا' خیال تھا کہ وہ ہندوستانی مکانوں بالخصوص مدرسوں اور خانقاہوں کے اجابت خانوں میں جانا پسند نہ کرتے ہوں گے۔ ان کی عادت کے خلاف ہوگا اور ان کو تکلیف ہوگی۔ اس لئے ان کے لئے ایسا مکان تجویز کیا گیا جس میں انگریزی اور ہندوستانی دونوں قسم کی معاشرت کا سامان موجود تھا لیکن جب وہ آئے تو پہلے ان کو وہ مکان اور پھر خانقاہ کے حجرے اور اجابت خانے بھی دکھائے گئے لیکن انہوں نے کسی طرح اس مکان میں ٹھہرنا پسند نہیں کیا بلکہ خانقاہ ہی کے حجرے کو اپنے لئے باعث برکت قرار دیا۔ لیکن مستقل قیام کے خیال سے بعد کو جناب مولوی شبیر علی صاحب کے مکان کے کمرے میں منتقل ہو گئے' کھانا بالکل ہندوستانی نہ کانٹا نہ چھری نہ میز نہ کرسی وہی زمین یا تخت' وہی چٹائی یا فرش' غرض جوادا تھی خاکساری' منکسر المزاجی' نیک نفسی اور پاکیزہ خیالی کا مکمل نمونہ تھی۔ ان کے جذبات کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے لکھنؤ رہنا صرف اس وجہ سے پسند نہیں کیا کہ وہاں کا تمدن لندن کی طرح پایا' وہی بے پردگی' وہی بے باکی' وہی آزادی' وہیں سے ملتی جلتی معاشرت' آخر شیخ فاروق احمد صاحب کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا اور تھانہ بھون ایسے قصبے میں جہاں روز مرہ کی ضرورتوں کے کل سامان بھی نہ مل سکتے ہوں رہنا منظور کیا۔ باوجود اردو فارسی اور عربی نہ جاننے کے صرف حضرت والا کی مجلس گرامی میں حاضری دینے' حضور کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کانوں میں پڑنے حضور کے رخ انور پر نظر جانے اور باطنی توجہ اور فیوض و برکات کے اثر سے جس قدر ان کو تسکین ہوئی اور استفادہ

حاصل ہوا اس کی کیفیت وہ خود ہی بیان کر سکتے ہیں۔ مجھ سے نہ ان کے جذبات کی صحیح ترجمانی ہو سکتی ہے اور نہ میرے قلم سے ان کے پرذوق الفاظ ادا ہو سکتے ہیں۔ ان کے زمانہ قیام میں ان کے خیالات ان کے احساسات ان کے جذبات اور کیفیات اور مختلف سوالات کا اظہار حضرت والا سے کیا گیا اور حضرت والا کے جوابات اور ملفوظات کی ان سے ترجمانی کی گئی اس سے جو ان کو فوائد حاصل ہوئے اور مفید نتائج مترتب ہوئے وہ حیطۂ تحریر میں نہیں آسکتے۔ نہ شیخ فاروق احمد صاحب ہی اس وقت موجود ہیں جن سے یہ کام لیا جاتا۔

سہارنپور میں ورود مسعود

غرض جناب مولوی شبیر علی صاحب اور شیخ فاروق احمد صاحب حضرت والا کے ہمراہ تھانہ بھون سے سہارن پور روانہ ہوئے اس کا شروع ہی سے انتظام کیا گیا تھا کہ حضور والا کی تشریف آوری کی خبر عام نہ ہونے پائے۔ اس لئے اسٹیشن پر پہنچتے ہی حضرت اقدس اپنے بھتیجے حامد علی صاحب اور محمود علی صاحب کے ہمراہ جو اسٹیشن پر استقبال کے لئے موجود تھے مع اپنے دونوں ہمراہیوں کے موٹر میں بیٹھ کر براہ راست حامد علی صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔

مدرسہ عربیہ مظاہر العلوم میں رونق افروزی

وہاں سے محمود علی صاحب کے مکان پر ہوتے ہوئے مدرسہ مظاہر العلوم قدیم میں قدم رنجہ فرمایا۔ حضور والا کا یک بیک بغیر اطلاع وہاں پہنچ جانا ایک عجیب حیرت افزا اور سراپا مست منظر تھا۔ یکبارگی تمام مدرسہ شوق زیارت میں بے تاب ہو کر حضور کے گرد جمع ہو گیا۔ جس نے سنا وہ والہانہ انداز سے دوڑتا ہوا آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی پوشیدہ مقناطیسی کشش کارفرما ہے۔ حضرت اقدس کے مجاز طریقت جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم کا بیان ہے کہ وفور شوق سے دوڑنے والے حضرات میں معتدبہ حصہ ان حضرات کا تھا جو حضرت والا کے سیاسی مسلک کے مخالف ہیں۔ مگر ان کا طرز عمل بتا رہا تھا کہ وہ حضرت اقدس کی زیارت اور دست بوسی کے اشتیاق و احترام میں کسی مخلص سے پیچھے نہیں ہیں۔ غرض آناً فاناً مشتاقان زیارت کا اس قدر ہجوم ہو گیا کہ مدرسہ قدیم کی عمارت ناکافی ثابت ہونے لگی اور یہ حالت تو جب تھی کہ حضرت والا کے قدم رنجہ فرمانے کی خبر کو مخفی رکھا گیا

تھا۔ پھر تو مجمع اس قدر بڑھ گیا کہ حضرت والا تک پہنچنے کا راستہ ملنا دشوار ہو گیا اور جس کو مجمع سے گزر کر خوش قسمتی سے رسائی ہو جاتی تھی اور حضرت والا تک پہنچتا جاتا تھا حضرت والا برابر مصافحہ فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ بہت دیر ہو گئی اور حضرت والا برابر دست مبارک کو اٹھائے رہے۔ حضرت والا کے قریب جو حضرات تھے خصوصاً جناب مولانا حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور محسوس فرما رہے تھے کہ حضرت والا کو کتنی دیر ہو گئی ہے کہ برابر ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں اور لوگ ہیں کہ برابر مصافحہ کرنے کی برکت حاصل کر رہے ہیں' کوئی چومتا ہے کوئی آنکھوں سے لگاتا ہے جس سے حضرت والا کو یقیناً تکلیف ہو رہی ہے۔ چنانچہ جناب ناظم صاحب ممدوح نے نو وارد اصحاب سے فرمایا کہ آپ لوگ اب صرف ملاقات و زیارت پر اکتفا کریں۔ مصافحے سے مجمع کو بھی پھاندنا پڑتا ہے اور حضرت والا کو بھی تکلیف ہو رہی ہے' لیکن حضرت والا نے فرمایا کہ نہیں نہیں' میری وجہ سے کسی کو منع نہ کیا جائے' یہ حضرات میری محبت سے آئے ہیں' غرض سلسلہ بند نہ ہوا اور بہت دیر ہو گئی۔ جناب ناظم صاحب سے حضرت والا کی تکلیف کسی طرح دیکھی نہ گئی اور مصافحہ کرنے والوں کو روکا۔ حضرت والا مدظلہ نے ضعف تکلیف کے باوجود نہایت شفقت سے فرمایا کہ نہیں کسی کو روکا نہ جائے۔ میری محبت ان کو لے آئی ہے اور میں یہاں ملنے ملانے ہی کو تو آیا ہوں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت کتنی دیر ہو گئی حضرت والا کو تکلیف ہوتی ہو گی۔ فرمایا کیا احباب سے ملنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے یہاں اور کام ہی کیا ہے۔ تھانہ بھون میں تو دوسرے مشاغل ہوتے ہیں اس لئے وہاں انضباط اوقات ضروری ہے ورنہ کوئی بھی کام نہ ہو سکے یہ جو اتنا کام ہو گیا ہے وہ انضباط اوقات ہی کی بدولت ہو گیا ہے اور یہاں مجھے دوستوں سے ملنے ملانے کے سوا کام ہی کیا ہے اس لئے کسی کو روکنا مناسب نہیں۔

جدید دارالطلبہ کا معائنہ' اور دعا

اہل مدرسہ کی یہ بھی خواہش تھی کہ آنے والوں کا سلسلہ ختم ہو تو جدید دارالطلبہ جو زیر تعمیر ہے اور اس کی مسجد میں جو تقریباً مکمل ہو چکی ہے حضرت والا کو لے جا کر دعا کرائی جائے لیکن آنے والوں کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا اور نہ امید تھی کہ جلد ختم ہو گا۔ سہارنپور سا بڑا

شہر جس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہاں کے مسلمان عموماً دیندار اور علماء سے محبت وعقیدت رکھنے والے ہیں ایک محلے سے دوسرے محلے میں اطلاع پہنچی کہ لوگوں نے دوڑنا شروع کیا جو جس حالت میں تھا اسی طرح روانہ ہوگیا۔ اور یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت والا آج دو بجے دن کی گاڑی سے لاہور تشریف لے جانے والے ہیں اس لئے لوگوں نے آنے میں اور بھی عجلت کی اب مجمع کی حالت دیکھنے کے قابل تھی بہت سے اصحاب بیٹھے تھے زیادہ تعداد میں مجمع استادہ تھا' ایک جماعت پروانہ وار شوق دیدار میں سرگرداں تھی۔ مدرسہ کا تقریباً ہر طالب علم اور ہر ملازم حاضر تھا گویا حضرت والا کے تشریف لانے کی خبر تعطیل کا اعلان تھا۔ خلقت تھی کہ اُمڈی چلی آتی تھی۔ مجمع کو برابر بڑھتے ہوئے اور وقت کی قلت کو دیکھ کر اہل مدرسہ کی طرف سے جناب ناظم صاحب نے بیک وقت دو درخواستیں پیش کیں ایک یہ کہ حضرت والا جدید دارالطلبہ اور مسجد کی تعمیر کو ملاحظہ فرمالیں وہاں کی سرزمین کو مشرف فرمانا گوناں گوں برکات کا باعث ہوگا۔ دوسرے یہ کہ بجائے دو بجے دن کی گاڑی کے' بعد مغرب طوفان میل سے تشریف لے جائیں۔ اس لئے کہ دو بجے کی گاڑی میں نہایت سخت گرمی ہوگی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مولوی شبیر علی سے مشورہ کرلیا جائے لیکن اس کا خیال رہے کہ لاہور کے لوگ اسی گاڑی سے انتظار کریں گے اور ان نئی عمارتوں کے دیکھنے کو میرا بھی جی چاہتا ہے چنانچہ اسی حالت میں کہ مصافحے کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت والا پاپیادہ تشریف لے چلے اور راستے میں بھی مصافحہ ہوتا رہا۔ ہجوم کی وجہ سے وہاں تک پہنچنے میں بھی کافی دیر ہوگئی۔ اصحاب مدرسہ کے علاوہ حضرت کے ہمراہ جناب مولوی شبیر علی صاحب' شیخ فاروق احمد صاحب (متوطن لندن) اور مولوی منفعت علی صاحب ام' ال' اے ایڈوکیٹ' حامد علی صاحب اور دیگر معزز حضرات بھی تھے' یہاں بھی ہجوم کی وہی حالت تھی بلکہ زیادہ ترقی پر تھا۔ کیونکہ جس قدر زیادہ خبر ہوتی جاتی تھی اسی قدر ہجوم بڑھتا جاتا تھا۔ حضرت والا دارالطلبہ جدید جب تشریف لے گئے ہیں اس وقت تک اس کا صدر دروازہ اور اس کے متصل جنوب کی طرف دو حجرے قریب قریب مکمل ہو چکے تھے اور مسجد کی ڈاٹ لگ چکی تھی۔ ان عمارتوں کو ملاحظہ فرما کر حضرت والا نے دلی مسرت کا اظہار فرمایا اور محراب مسجد کے

سامنے تھوڑی دیر ٹھہر کر مسجد و دار الطلبہ کی تکمیل اور مدرسہ کی ترقی کے لئے دعا فرمائی۔ مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اور آنے والے تھے کہ برابر آ رہے تھے۔ جناب مولوی شبیر علی صاحب مع چند مدرسین مدرسہ کے مسجد کے شمالی جانب مشورہ کر رہے تھے کہ کونسی گاڑی لاہور جانے کے لئے مناسب ہوگی۔ حضرت والا نے جناب مولوی شبیر علی صاحب سے فرمایا کہ بھائی جو رائے طے ہو جائے مجھے اطلاع کر دو۔ اگرچہ اہل مدرسہ کی یہی خواہش تھی کہ کوئی ایسی گاڑی تجویز کی جائے کہ یہاں زیادہ قیام کا موقع مل سکے اور ایسی گاڑی بعد مغرب ہی کی ہو سکتی تھی اور اس میں یہ بھی نفع تھا کہ اس وقت گرمی بھی کم ہوگی۔ لیکن چونکہ اس گاڑی میں ہجوم بہت ہوتا ہے دوسرے لاہور پہلی گاڑی سے آنے کی اطلاع دی جا چکی تھی اگرچہ بعض حضرات کی رائے ہوئی کہ تار دے دیا جائے لیکن ایک انتظام کے بعد اس کے تغیر میں منتظمین کو تکلیف ہی ہوتی ہے اس لئے یہی طے ہوا کہ دو بجے دن ہی کی گاڑی سے سفر کیا جائے۔ چنانچہ مولوی شبیر علی صاحب نے حضرت والا کو اطلاع کر دی کہ دوپہر ہی کو روانگی ہو گی۔ حضرت والا نے یہ سن کر فرمایا کہ بہتر آرام تسلیم وانقیاد ہی میں ہے۔

دعا ختم ہو چکی تھی۔ وقت روانگی کا بھی تعین ہو چکا تھا۔ تھوڑی دیر تعمیر کی تعریف اور اس کے متعلق کچھ باتیں ہوتی رہیں پھر وہاں سے واپسی کا قصد فرمایا اس درمیان میں وہ طلباء اور وہ اصحاب سہارنپور جن کو بعد میں خبر ہوئی زیارت کے لئے پہنچ چکے تھے اور منتظر تھے کہ حضرت والا مسجد سے باہر تشریف لائیں تو مصافحہ کریں۔ مجمع کی زیادتی کو دیکھ کر جناب ناظم صاحب کو خیال ہوا کہ باہر آنے میں یقیناً تکلیف ہوگی حضرت والا کو تکلیف سے بچانے کے لئے محراب سے لے کر مسجد کے درمیانی دروازے تک حضرت والا کے لئے ایک راستہ بنالیا اور دونوں طرف اپنے رفقاء کو کھڑا کر کے ہدایت کر دی کہ درمیان میں کوئی مصافحہ وغیرہ کے لئے نہ آنے پائے اور خود بھی حضرت والا کے قریب قریب رہے لیکن جو لوگ دیر سے مصافحے کے منتظر کھڑے تھے ان سے کب صبر ہو سکتا تھا جبکہ اس عمل میں غلو سے کام لیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے حضرات نے اس راستے میں حائل ہو کر مصافحہ کیا۔ ناظم صاحب نے لوگوں کو منع کرنا چاہا مگر حضرت نے فرمایا کہ رو کئے نہیں' جانے دیجئے' عرض کیا

گیا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرت والا کو تکلیف ہو رہی ہے اور لوگ ہیں کہ نہیں مانتے اور نہ کچھ سنتے ہیں یہ بھی کوئی انسانیت اور تہذیب ہے۔

منتظم نرم نہیں ہوسکتا

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ دیکھئے جس کے سپرد انتظام ہوتا ہے اس کو سختی کرنا ہی پڑتی ہے بغیر اس کے کام نہیں چلتا جو لوگ مجھ کو سخت کہتے ہیں اب دیکھیں حقیقت میں میں سخت ہوں یا نرم حالانکہ حافظ صاحب بیچارے بہت نرم ہیں لیکن انتظام کے لئے ان کو سختی کرنا پڑ رہی ہے۔ کوئی اجنبی آدمی اگر دیکھے تو اس کو تعجب ہوگا کہ جس کی نسبت مشہور ہے کہ بہت سخت ہے کتنا نرم ہے اور جو نرم ہیں وہ سختی کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جب تک میں تھانہ بھون میں ہوں وہاں کے انتظام اور کام کا تعلق مجھ سے ہے اگر میں سختی نہ کروں تو کچھ بھی کام نہ کر سکوں اور یہاں ملنا ملانا یہی کام ہے۔ اس لئے سختی کی ضرورت نہیں۔ نرم ہوں' اور ناظم صاحب چونکہ یہاں کے منتظم ہیں۔ اس لئے وہ یہاں بہت سخت معلوم ہوتے ہیں۔ غرض کہ مسجد سے نکل کر باہر تشریف لائے تھوڑے ہی فاصلے پر موٹر کھڑی تھی۔ سوار ہو کر حکیم خلیل احمد صاحب کے یہاں ہوتے ہوئے حامد علی صاحب کے مکان پر تشریف لے آئے جہاں پردے کا انتظام کر کے مردانہ حصہ علیحدہ کر لیا گیا تھا۔ زائرین وہاں بھی پہنچ گئے۔ اس مکان کے قریب ہی ایک بی بی صاحبہ رہتی ہیں حضرت سے بیعت بھی ہیں۔ ان کی پرخلوص درخواست پر تھوڑی دیر کے لئے ان کے مکان کو بھی اعزاز بخشا' وہاں سے آ کر کچھ دیر زائرین کو زیارت سے مشرف فرمایا۔ مجمع یہاں زیادہ نہیں تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اکثر لوگ یہ سمجھ کر لوٹ گئے تھے کہ زنانہ مکان ہے اس میں باریابی نہیں ہوسکتی۔ اب اسٹیشن ہی پر ملاقات ہوسکے گی۔ ان لوٹنے والوں کو جو راستے میں ملا اس کو وہ یہی کہہ کر لوٹا لے گئے۔

اب حضرت والا کو ذرا سکون ملا۔ تفریح کے طور پر مختلف امور کا تذکرہ رہا۔ مخلصین کے ذوق وشوق ان کے مصافحے اور جناب ناظم صاحب کے حسن انتظام وغیرہ کا ذکر فرماتے رہے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب معین المدرسین مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے استفسار پر

اس سفر کی ضرورت کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں تھانہ بھون میں ضروری انتظامات تو سب کر آیا ہوں مگر عام اطلاع وہاں بھی نہیں ہوئی۔ اعزہ میں سے جن کو اطلاع ہوگئی تھی ان میں سے بعض مستورات کل آگئیں۔ کہنے لگیں کہ آپ نے بہت لمبے لمبے سفر کئے ہیں لیکن کبھی تشویش نہیں ہوتی تھی اور اس سفر سے تو دل بھر بھر آتا ہے۔ اس تذکرے سے حضرت والا سے عقیدت و محبت رکھنے والے جو وہاں موجود تھے بے چین ہو گئے۔ اور دل ہی دل میں حضرت کی صحت و عافیت اور بخیریت واپس آنے کی دعائیں مانگنے لگے۔
اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ان شاء اللہ آئندہ جمعہ لاہور سے لوٹ کر تھانہ بھون ہی میں پڑھنے کا ارادہ ہے۔ اس لئے سفر شنبہ کو شروع کیا ہے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب نے بے تاب ہو کر ارادہ کر لیا کہ مجھ کو بھی حضرت کی معیت میں جانا چاہیے لیکن تردد یہ تھا کہ کہیں حضرت والا کے مصالح کے خلاف نہ ہو اور میزبان پر میرا کوئی بار نہ پڑے کیونکہ عموماً ایسا شخص جو مہمان کے ہمراہیوں کو علیحدہ انتظام کی اجازت دے دے کم حوصلہ سمجھا جاتا ہے۔ اول تو اس کی کم امید ہوتی ہے کہ وہ ایسی اجازت دیدے۔ ایسی حالت میں عموماً میزبان کو تکلیف ہوتی ہے اور حضرت والا اس کا جس قدر اہتمام فرماتے ہیں اس کی کم از کم میرے علم و خیال میں فی زمانا کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔ مولوی ظہور الحسن صاحب اسی خیال میں تھے کہ حضرت والا کھانا تناول فرمانے کے لئے اندر تشریف لے گئے اس کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا اور یہ طے ہوا کہ ایک بجے اسٹیشن پر روانگی ہوگی اور اسٹیشن ہی پر نماز ظہر پڑھی جائے گی۔ اب حاضرین سب اپنے اپنے مکانوں پر واپس گئے اور حضرت والا مع اپنے ہمراہیوں کے ایک بجے اسٹیشن پر پہنچ گئے اور وہیں اسٹیشن کی مسجد میں نماز ادا کی۔ مولوی جمیل الحسن صاحب خلف حافظ عنایت علی صاحب لودھیانوی نے مولوی ظہور الحسن صاحب سے مشورہ لیا کہ میں حضرت والا کے سفر کی اطلاع تار سے اپنے والد صاحب کو لودھیانہ دیدوں۔ مولوی صاحب ممدوح نے حضرت والا کی راحت اور مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو اس ارادے سے منع کیا۔ اسٹیشن پر پہنچ کر جناب مولوی ولی محمد صاحب بٹالوی (مدرس زیر رخصت مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور) حال ناظم مدرسہ محمدیہ رنگون نے اپنے اور مولوی ظہور الحسن صاحب نیز

مولوی حافظ سلیمان صاحب ابن داؤد ہاشم صاحب رنگونی طالب علم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ہمراہ جانے کی اجازت حضرت والا سے طلب کی حضرت والا نے ان امور کے متعلق معلوم فرما کر کہ قیام وطعام کا کیا انتظام ہوگا۔ بطیب خاطر اجازت عطا فرمادی اور اس طرح ہمراہیوں میں حضرت والا کے بھتیجے یعنی جناب مولوی شبیر علی صاحب کے بھائی حامد علی صاحب اور ان ہر سہ حضرات مذکورۂ بالا کا اور اضافہ ہوا۔

سہارنپور سے لاہور کو روانگی

اسٹیشن پر بہت کافی ہجوم ہوگیا تھا۔ منجملہ اور حضرات کے اتفاق سے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے جناب ٹھو میاں صاحب بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت والا کو جیسے ہی علم ہوا فوراً بلالیا۔ گاڑی میں بیٹھے ہوئے کچھ دیر تک ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ مولوی فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور نے اپنے جوش عقیدت میں برف اور صراحی نیز شربت کے لئے خاص قسم کے بنے ہوئے اولے پیش کئے۔ حضرت والا نے ان کی محبت سے متاثر ہوکر اظہار مسرت فرمایا اور گاڑی دو بجے دن کے سہارنپور سے روانہ ہوگئی۔

اب حضرت والا کے رفقائے سفر کی تعداد چھ ہوگئی تھی یعنی (۱) جناب مولوی شبیر علی صاحب (۲) شیخ فاروق احمد صاحب (۳) حامد علی صاحب (۴) مولوی ظہور الحسن صاحب (۵) مولوی ولی محمد صاحب بٹالوی (۶) مولوی حافظ سلیمان صاحب رنگونی۔ ہمیشہ کے معمول کے مطابق حضرت والا مع اپنے ہمراہیوں کے تیسرے درجے میں سفر کر رہے تھے حضور والا کی برکت سے ایک ایسا ڈبہ مل گیا تھا جو گو مختصر تھا مگر آرام دہ' مسافر بھی کم تھے۔ چند ہندو اور ایک مسلمان اور باقی ڈبے میں حضرت والا اور حضرت کے ہمراہی۔ یہ مسافر مراعات سے پیش آتے تھے۔ حسب معمول سفر نماز باجماعت ہوتی تھی لیکن قبلہ کا رخ اور ڈبے کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ ساتوں آدمی ایک دفعہ جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ بلکہ یکے بعد دیگرے دو جماعتیں ہوجاتی تھیں۔

چند مصالح کی بناء پر حضرت والا نے روانگی سے پہلے اہل پنجاب' عوام وخواص سب پر

اس سفر کے مخفی رکھنے کا خاص اہتمام فرمالیا تھا۔ صرف ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کو لاہور اور ان کی وساطت سے جناب مولوی محمد حسن صاحب کو جو حضرت کے مجاز طریقت بھی ہیں اور مدرسہ نعمانیہ واقع مسجد شیخ خیر الدین صدر مدرس بھی مطلع کر دیا گیا تھا' اور ساتھ ہی اشاعت وان شاء کی بتاکید ممانعت فرمادی گئی تھی مگر عادۃ اللہ یونہی جاری ہے۔ کہ حق سبحانہ تعالیٰ جن اولیاء اللہ کے سپرد خلق کی خدمت فرمادیتے ہیں اور جن کی زیارت کے انوار سے ہزاروں دلوں کو منور اور جن کے دریائے فیض سے ہر جگہ نہریں جاری فرما کر اطراف عالم کو سیراب فرمانا چاہتے ہیں ان کی نقل وحرکت کو اپنی مرضی خاص کے ماتحت رکھ کر عجب وشہرت پسندی سے محفوظ رکھتے ہوئے' غیبی طور پر اظہار فرمادیتے ہیں۔ کیونکہ ایسے اولیاء اللہ کا وجود باوجود خلق خدا کے لئے باعث برکت اور سراپا رحمت ہوتا ہے اور ارحم الراحمین کسی طرح خلقت کو اپنی رحمتوں سے محروم رکھنا نہیں چاہتے۔ چنانچہ حضرت والا اخفائے سفر کا اہتمام فرماتے ہوئے مع اپنے رفقاء کے جب سہارنپور سے روانہ ہوئے تو باوجود مولوی ظہور الحسن صاحب کے روکنے کے مولوی جمیل الحسن صاحب طالب علم نے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اپنے والد ماجد حافظ عنایت علی صاحب کو لودھیانہ تار دے دیا کہ حضرت والا اس گاڑی سے لاہور تشریف لئے جارہے ہیں۔

لودھیانہ اسٹیشن

چھ بجے شام کو جب لودھیانہ اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو دیکھا کہ حافظ عنایت علی صاحب مع چند دیگر رفقاء کے گاڑی تلاش کر رہے ہیں حتیٰ کہ حضرت والا کے قریب پہنچ گئے اور مشرف بزیارت ہوئے۔ سب کو بہت تعجب ہوا دریافت کرنے پر مولوی جمیل الحسن صاحب کے تار کا حال معلوم ہوا۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ ابھی تار پہنچا ہے چونکہ تار پر پورا اطمینان نہیں تھا اس لئے میں نے اس خبر کی اشاعت نہیں کی۔ بس چار پانچ آدمی آگئے یہاں گاڑی معمول سے زیادہ ٹھہری۔ تھوڑی دیر میں دوسرے ڈبوں سے نکل نکل کر مسافر آنا شروع ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ان سے کسی ہمدرد نے کہہ دیا کہ حضرت والا مدظلہم العالیٰ اس گاڑی سے سفر فرما رہے ہیں۔ یہ لوگ سرہند کے عرس سے واپس آرہے تھے حضرت والا ہر ایک سے دریافت فرماتے رہے کہ کہاں جاؤ گے! سب لوگ مختلف مقامات پر جانے والے تھے ان میں دو ایک ایسے بھی نکلے جو خاص لاہور جارہے تھے۔

اخفائے سفر کی تاکید

حضرت والا نے ان سے فرمایا کہ دیکھو لاہور میں کسی سے نہ کہنا کہ میں یہاں آیا ہوں۔ اگر تم نے کہا تو تمہیں گناہ ہوگا۔ اس لئے کہ تمہاری اطلاع پر لوگ میرے پاس آئیں گے اور ہجوم سے مجھے تکلیف ہوگی۔ اور مسلمان کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔ وہ بیچارے یہ سن کر متحیر ہو گئے۔ انہوں نے ایسا واقعہ غالباً عمر بھر بھی نہ دیکھا ہوگا۔ کیونکہ عموماً پیروں میں یہ عادت ہے کہ جہاں جاتے ہیں اپنے قیام کی اشاعت کرتے ہیں اور جو لوگ شہرت دیتے ہیں ان کے ممنون ہوتے ہیں اور یہاں معاملہ بالکل برعکس تھا۔ ان لوگوں کے ساتھ ہی حضرت والا نے حافظ عنایت علی صاحب سے بھی اخفا کی تاکید فرمادی۔

جالندھر کا اسٹیشن

وہاں سے گاڑی روانہ ہو کر غالباً پونے آٹھ بجے شب کو اسٹیشن جالندھر شہر پر پہنچی۔ مگر چونکہ وہاں اخفائے سفر کا اہتمام کافی طور سے تھا۔ اس لئے کوئی نہ پہنچ سکا' حالانکہ شہر جالندھر میں حضرت والا کے رفقاء و متبعین اور خدام کی ایک کافی تعداد موجود ہے' بالخصوص حضرت والا کے خاص مجاز طریقت جناب مولانا مفتی خیر محمد صاحب ناظم وصدر مدرس مدرسہ خیر المدارس کی ذات ستودہ صفات کی وجہ سے رفقاء کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ حضرت والا نے جب اپنے کسی رفیق کو اسٹیشن پر نہیں دیکھا تو اپنے اخفائے سفر کے اہتمام کی کامیابی پر اظہار مسرت فرمایا۔

امرتسر کا اسٹیشن' مولانا عرفان صاحب کا ایک خواب

اب گاڑی جالندھر سے روانہ ہو کر ساڑھے آٹھ بجے شب کے قریب امرتسر اسٹیشن پر پہنچی۔ اس سفر لاہور (پنجاب) سے صرف تین چار دن پہلے جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کے بھتیجے مولوی محمد عرفان صاحب نے جن کو حضرت والا کے پنجاب تشریف لانے کی خبر تو کیا' مطلق گمان بھی نہ تھا' خواب میں دیکھا کہ

''حضرت والا ایبٹ آباد تشریف لئے جا رہے ہیں' جس ٹرین پر حضرت والا سوار ہیں' وہ نہایت ہی خوبصورت ہے اور وہ ڈبا جس میں بذات خاص حضرت اقدس رونق افروز ہیں حد

سے زیادہ آراستہ ہے اس ڈبے کے باہر بلندی پر ایک بہت ہی خوشنما تختہ لگا ہوا ہے، جس پر جلی قلم سے لکھا ہے "کہ صرف مولوی محمد حسن صاحب کو ملاقات کی اجازت ہے اور کسی کو نہیں۔"

اس خواب کے تین چار دن بعد ہی حضرت والا کے اس سفر سے مولوی محمد عرفان صاحب کو اس خواب کی عینی اور بالمشاہدہ تعبیر مل گئی اور جب حضرت والا سے یہ خواب بیان کیا گیا تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ ان کے خلوص کا نتیجہ ہے اور ایبٹ آباد کا موسم چونکہ نہایت خنک اور خوشگوار ہوتا ہے اس لئے ایبٹ آباد کو خواب میں دیکھا۔

امرتسر اسٹیشن پر مولانا محمد حسن صاحب امرتسری کی آمد

غرض جب گاڑی اسٹیشن امرتسر پہنچ گئی اور ابھی رکنے بھی نہ پائی تھی کہ حضرت والا نے فرمایا کہ یہاں مولوی محمد حسن صاحب آتے ہوں گے۔ گاڑی تلاش کریں گے کوئی صاحب ان کو دیکھ کر بلا لیں، چنانچہ مولوی ظہور الحسن صاحب کو کھڑکی سے مولوی محمد حسن صاحب نظر آ گئے، مولوی صاحب نے بھی مولوی ظہور الحسن صاحب کو دیکھ لیا، گاڑی نہ رکنے کی وجہ سے یہ ڈبا آگے نکل گیا۔ اور مولوی صاحب ممدوح تھوڑی مسافت قطع کر کے اس ڈبے تک پہنچ گئے جس میں حضرت اقدس رونق افروز تھے۔ ان کی مشتاق نگاہیں جمال جہان افروز کی زیارت کو بے تاب ہو رہی تھیں۔ وہ دیوانہ وار حضرت کے ڈبے میں آ گئے اور دست بوس ہوئے۔ مولوی محمد حسن صاحب کو چونکہ اخفائے سفر کی تاکید پہنچ چکی تھی اس لئے وہ تنہا تھے۔ صرف ایک اجنبی زیر تربیت رفیق مولوی محمد یوسف صاحب ان کے ہمراہ تھے۔ جن سے مولوی صاحب موصوف نے ایک ٹوکری جس میں کچھ برف، کچھ پھل، اور چند میٹھے پانی کی بوتلیں تھیں لے کر ان کو ڈبے کے باہر ہی سے رخصت کر دیا اور خود حضرت والا کے ساتھ بقصد لاہور روانہ ہو گئے۔ جناب مولوی محمد حسن صاحب نے اس خیال سے کہ حضرت والا ڈیوڑھے درجے میں ہوں گے ڈیوڑھے درجے کا ٹکٹ لے رکھا تھا۔ لیکن حضرت والا اپنے قدیم معمول کے مطابق تیسرے ہی درجے میں تھے۔ مولوی صاحب ممدوح حضرت کے قریب آ کر بیٹھ گئے ان کو جوش مسرت میں یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ یہ تیسرا درجہ ہے جب لاہور گاڑی پہنچی تو ان کو اس کا علم ہوا اس وقت حضرت والا نہایت مسرور اور بشاش تھے اور

ہمارے مولوی صاحب اپنے ذوق وشوق میں سرشار وبیخود۔

امرتسر اور لاہور کے درمیان ملفوظات کا سلسلہ

امرتسر سے لاہور تک ریل میں حضرت والا کے ملفوظات کا سلسلہ برابر جاری رہا' مولوی صاحب ممدوح کا بیان ہے کہ معلوم ہوتا تھا گویا خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کی سہ دری ہے' وہی مسند رشد و ہدایت' وہی مجمع' وہی اہل حاجت' وہی نشست' وہی ہیبت' وہی منظر اور وہیں حضرت والا حسب معمول تقریر فرمارہے ہیں۔ تقریر منجملہ اور امور کے اکثر حصہ جناب مولوی محمد حسن صاحب کے شاگرد' مولوی فقیر محمد صاحب کی تحریروں اور عرض داشتوں' ان کے اشکالات ان کے استفسارات' حضرت والا کے جوابات' ان کی طلب صادق ان کا جوش وخروش ان کے جذبات کا دلچسپ ومفید تذکرہ تھا۔ اور اس وقت رفقائے سفر کی جو حالت تھی وہ بیان میں نہیں آسکتی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ مذکورۂ بالا تحریروں میں سے چند مفید وکار آمد تحریریں درج کردی جائیں۔ ممکن ہے ان کے مطالعے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو نفع پہنچاویں۔

حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری مدظلہ کی مکاتبت

غیر اختیاری خیالات مضر نہیں

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری کا ذکر اور ان کے اصلاحی خطوط کے جوابات۔

(۱) ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کو انہوں نے اس طرح تحریر کے ذریعے سے عرض کیا:۔

حال:۔ بندہ جب ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو طرح طرح کے خیالات آتے ہیں۔ اکثر اپنی غربت ومسکنت کے خیالات آتے ہیں کہ جب یہاں سے فارغ ہوں گا تو اپنے استاذ المکرّم کو عرض کروں گا کہ مجھے کہیں ملازمت یا امامت پر مقرر فرمادیں یا کسی ذریعے سے روپیہ مہیا کردیویں۔ جسے ایسے خیالات پریشان کرتے ہیں کبھی بیل خرید کر زمینداری کرنے کے خیالات آتے ہیں میں ان خیالات کو دور کرتا ہوں پھر آجاتے ہیں پھر اسی کشمکش میں ذکر پورا کرتا ہوں ایسے خیالات واہیہ کے دفع کرنے کے لئے حضرت والا! اللہ کوئی تجویز فرما دیں اور دعا فرمادیں۔

حضرت والا نے اس پر تحریر فرمایا:۔

جواب:۔ کیا اب تک معلوم نہیں کہ غیر اختیاری خیالات مضر نہیں۔ باقی دعا کرتا ہوں۔

مقصود حالات نہیں

(۲) اس پر ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ کو انہوں نے پھر عرض کیا:۔

حال:۔ حضرت والا کی عبارت (کیا اب تک معلوم نہیں کہ غیر اختیاری خیالات مضر نہیں، باقی دعا کرتا ہوں) جو کہ عریضہ سابق میں تحریر فرمائی ہے اس کی برکت اور حضرت والا کی دعا کی برکت سے جو خیالات واہیہ ذکر میں اور غیر ذکر میں پریشان کرتے تھے سب رخصت ہو گئے وللہ الحمد۔ اس وقت حال یہ ہے کہ جس وقت نماز میں کھڑا ہوتا ہوں تو دل میں یہ خیال آتا ہے کہ ابھی آواز آنے کو ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ او مردود اور نالائق تو میرے سامنے کھڑے ہونے کے قابل نہیں ہے۔ دور ہو جا۔ اور جب سجدے میں سر رکھتا ہوں تو خیال ہوتا ہے کہ فرمان ہونے کو ہے تیرا سر اس قابل نہیں کہ میرے قدموں میں رکھا جائے، اور کبھی خیال ہوتا ہے کہ آسمان سے کڑک بجلی کی مجھ پر گرنے کو ہے، اس حالت میں دل چاہتا ہے کہ چیخ نکل جائے پھر فوراً خیال کرتا ہوں کہ حضرت کے طفیل و برکت سے بچ جاؤں۔ بس آنسو جاری ہوتے ہیں کبھی چیخ مارنے سے یہ خیال مانع ہوتا ہے کہ کہیں حضرت والا کو تکلیف نہ ہو، ذکر کے وقت زمین یا پہاڑ وغیرہ جو چیز خیال میں آتی ہے ایک ریگ اور پانی سی معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ حضرت اس ناکارہ کے لئے دعا فرمائیں۔

حضرت والا نے ارقام فرمایا:۔

جواب: ایسے حالات و تغیرات سب اہل طریق کو پیش آتے ہیں۔ نہ مقصود ہیں، نہ مضر، کام کئے جاؤ دعا کرتا ہوں۔

(۳) ۴ محرم ۱۳۵۷ھ کو ایک عریضے میں وہ اپنی حالت کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:۔

حال:۔ احقر بفضل ایزد متعال و ببرکت دعائے حضرت والا اپنے معمولات بدستور اپنے اپنے وقت پر ادا کرتا ہے دل چاہتا ہے کہ معمولات میں بوقت شوق اضافہ کرلوں۔

جواب:۔ مبارک

دعاء سے ذکر افضل ہے

حال:۔ آگے دعائے طویل مانگا کرتا تھا اب دل چاہتا ہے کہ دعائے مختصر مثل رضیت باللہ ربا و بالا سلام دیناً کے مانگ کر بجائے دعا کے ذکر لآ اللہ الا اللہ کرلیا کروں مناسب ہے یا نہیں۔

جواب:۔ افضل ہے۔

تکلف خلاف سنت کی ضرورت نہیں

حال:۔ اس کے علاوہ اور کوئی کیفیت نہیں ہے اکثر جی میں آتا ہے کہ کاش میں موجود نہ ہوتا' یا کوئی غیر مکلّف چیز ہوتا' تاکہ بار امانت سے بچ جاتا۔ کبھی کبھی دعا کرتا ہوں کہ خدائے قدوس مجھے مارے اور خاتمہ ایمان سے ہو جاوے۔ اگر زیادت مدت حیات ہوئی تو خطرہ ہے کہ کوئی ایسا فعل صادر ہو جاوے جس سے حق سبحانہ وتعالیٰ زیادہ ناراض ہو جاویں' ایسی دعا کرنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس تکلف خلاف سنت کی ضرورت نہیں' خطرہ تو ایک ساعت کا بھی ہے' عمر طویل پر موقوف نہیں' حفاظت معصیت وخاتمہ بالخیر کی دعا کافی ہے' خواہ عمر قصیر ہو یا طویل۔

حضرت والا:۔ بندہ گندہ کے لئے دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں شامل فرمالیں۔

جواب:۔ دعا کرتا ہوں۔

غیر شیخ سے نفع باطنی کی توقع مناسب نہیں

(۴) ۱۱ محرم الحرام ۱۳۵۷ھ کو ایک خواب کی حالت اس طرح بذریعہ تحریر پیش کی۔

حال:۔ بندہ نے ایک خواب شب گذشتہ دیکھا ہے اکثر خواب بھول جاتے ہیں مگر یہ خواب یاد رہا ہے وہ یہ ہے کہ وکیل عبدالرحمان صاحب پٹنہ والے جو حال میں خانقاہ شریف میں مقیم ہیں انہوں نے ایک لباس جو اعلیٰ قسم کا سفید ہے اس میں ایک بنیائن بہت عمدہ اور ایک قمیض بہت سفید' اور طویل پائجامہ' اس سے زیادہ گھٹیا سفید دیا ہے۔ میں اس کو پہن رہا ہوں اور خواجہ صاحب اور وکیل صاحب مذکور تشریف فرما ہیں' حضرت کا گزر ہوا۔ اور آپ نے دریافت کرلیا کہ وکیل صاحب نے کپڑے دیئے ہیں' میں نے لئے اس لینے پر حضرت

ناراض ہو گئے۔ میں نے ناراضگی معلوم کر لی دوسرے لوگ اس کو نہیں جان سکے میں معافی چاہنے کو حاضر ہوا اور معذرت اور زاری کی' حضرت نے معاف کر دیا۔ میں نے پھر واپس وطن جانے کا ارادہ کیا' میرے پاس ایک بہت اعلیٰ قسم کا گھوڑا ہے اس پر زین کسا ہوا ہے اور باگ میرے ہاتھ میں ہے پھر خواجہ صاحب نے ایک عمدہ دری دی اور کوئی مسئلہ مجھے بتلایا میں نے ان سے عرض کیا کہ مجھے یاد نہیں رہتا۔ انہوں نے فرمایا کہ اچھا یہ مسئلہ بہشتی زیور میں ہے' میں تم کو بہشتی زیور ہدیۂ دیتا ہوں۔ انہوں نے ایک نسخہ بہشتی زیور مجھے دیا' حضرت والا کو معلوم ہو گیا اس پر حضرت والا بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ بہشتی زیور اور دری کیوں لیا۔ اس پر بندہ نے بہت عاجزی اور زاری سے معافی طلب کی مگر حضرت نے معاف نہیں فرمایا اور پھر فرمایا کہ جاؤ تمہارے سب اعمال ضبط ہو گئے' تم کو کوئی نفع نہیں ہو گا۔ میں بہت رویا اور اسی رونے کی حالت میں بیدار ہو گیا' اس خواب سے طبع پریشان ہے۔

جواب:۔ اول تو ہم جیسوں کے خواب ہی کیا' اور بالفرض اگر خواب ہی ہو تو تعبیر میں بہت سے احتمالات ہو سکتے ہیں پھر پریشانی بے بنیاد اور ظنی تعبیر پر قناعت ہو تو اس کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ بجز اپنے مصلح کے کسی سے نفع کی توقع یا طمع نہ رکھنا چاہیے' ممکن ہے ایسا کوئی وسوسہ ہوا ہو کہ صلحاء سے کوئی ظاہری یا باطنی نفع حاصل ہو' ایسے خواب کے بعد استعاذہ و استغفار کافی ہے' پھر مضر خواب کا بھی ضرر نہیں ہوتا۔

بقیہ حصہ خواب والے خط کی تحریر کا یہ ہے:۔

حال:۔ اور رات اور دن اسی میں گزر گئے۔ باقی عریضہ سابق میں حضرت والا نے فرمایا تھا کہ (اس تکلف خلاف سنت کی ضرورت نہیں (اس تنبیہ اور ہدایت سے بندہ نے اس تکلف کو چھوڑ دیا ہے بوقت فرصت دعا خاتمہ ایمان کی مانگتا ہوں' حضرت بھی دعا فرمائیں۔

جواب: کافی ہے۔

(۵) ۷ محرم ۱۳۵۷ھ کو پھر ایک تحریر پیش کی وہ یہ ہے:۔

حال:۔ حضرت اقدس کی قدر وہ جان سکتا ہے جس پر الم و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ اور حضرت والا اس کو رفع فرما دیں بندہ سے پریشانی بالکل رفع ہو گئی۔

جواب:۔ الحمدللہ

حال:۔ اب اس کہنے پر مجبور ہوں کہ حضرت والا نے جو تعبیر خواب فرمائی دیدہ فرمائی‘ ایک صاحب سے ظاہری اور ایک صاحب سے باطنی نفع کی توقع وطمع ہوگئی تھی‘ اب عاجز نے بالکل طمع وتوقع دیگر حضرات صالحین سے بجز ذات اقدس حضرت والا کے قطع کر دی ہے۔

جواب:۔ بارک اللہ

علاوہ مصلح کے دیگر حضرات صالحین سے گونہ محبت رکھنا بھی ضروری ہے

حال:۔ ویسے دیگر حضرات صالحین سے گونہ محبت رکھتا ہوں۔

جواب:۔ ضروری ہے۔

خوف الٰہی بھی رحمت ہے

حال:۔ دیگر حال یہ ہے کہ جب حضرت والا کسی پر توجہ فرماتے ہیں تو بندہ کو بہت خوف طاری ہوتا ہے اور ہمہ تن حضرت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

جواب:۔ تو خوف بھی رحمت ہوگیا۔

حال:۔ دل میں خیال ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حضرت شیخ کے تکدر سے بچا دیں‘ پھر منجانب حق خیال آتا ہے کہ مت ڈرو تمہیں کوئی کچھ نہیں کہتا۔

جواب: یہ بشارت مبارک ہے۔

طبعی سکون کے ساتھ عقلی خوف بھی ضروری ہے

حال:۔ جب تلاوت قرآن کرتا ہوں‘ یا حضرت والا نماز میں کلام اللہ پڑھتے ہیں تو مضمون وعید پر خوف آتا ہے‘ تو معاً حضرت والا کی طرف توجہ ہوتی ہے کہ فرماتے ہیں ڈرو نہیں یہ مضمون‘ فساق وکفار کے لئے ہے پھر سکون ہو جاتا ہے۔

جواب: سکون طبعی راحت ہے مگر خوف عقلی یعنی احتمال گو ضعیف ہو ضروری ہے۔

حال:۔ حضرت! احقر کے لئے دعا فرمادیں کہ جہنم سے نجات ہو اور جنت میں صلحاء کی

جوتیوں میں جگہ نصیب ہو۔

جواب:۔ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوجاوے گا۔

(۶) ۲۴محرم ۱۳۵۷ھ کو اسی طرح عرض کیا:۔

حال:۔حضرت والا کی تحریرات قدردانوں کے لئے سونے کے ٹکڑے ہیں بلکہ اس سے بدرجہا بڑھے ہوئے ہیں جب میں اپنی بداعمالیوں اور سستی پر نظر کرتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ حضرت والا کی علوشان و رحمت اور شفقت کا خیال کرتا ہوں تو پانی پانی ہوجاتا ہوں۔

حضرت والا نے عریضہ سابق احقر میں تحریر فرمایا ہے کہ (سکون طبعی راحت ہے، مگر خوف عقلی یعنی احتمال گو ضعیف ہو ضروری ہے) اس تحریر بے بدل کی بدولت یہ ہیچمدان گمراہی سے نکل گیا، میں اس سے پہلے نہایت افراط و تفریط میں مبتلا تھا، بحمد اللہ تعالیٰ تحریر حضرت والا سے اعتدال ہوگیا، اور صراط مستقیم پر آ گیا ہوں، جب اللہ تعالیٰ کے احکام مامور بہ کو ادا کرتا ہوں جو کہ محض ایک صورت ہوتی ہے۔ جس میں روح رواں کا نام ونشان نہیں ہوتا تو نہایت خوف زدہ ہوتا ہوں کہ تم نے مامور بہ کو جیسا مطالبہ باری تعالیٰ عزاسمہٗ ہے ادا نہیں کیا، مغفرت کیسے ہوگی، جبکہ مامور بہ کو پورے طور سے ادا نہیں کیا جاتا۔ مگر ساتھ ہی پھر خیال آتا ہے کہ مغفرت محض رحمت سے ہوگی، عمل سے نہ ہوگی، پھر خیال ہوتا ہے کہ مورد رحمت باری وہ شخص ہوتا ہے جو کہ مامور بہ کی تعمیل جیسا کہ مطالبہ ہے ادا کرے، جب وہ تم میں نہیں ہے تو رحمت کا امیدوار ہونا سراسر خامی ہے۔ پھر سخت خوف ہوتا ہے حضرت دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ اہوال قیامت سے محفوظ فرمادیں۔

جواب:۔ ماشاء اللہ تعالیٰ سب حالات محمود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ترقی و استقامت بخشے بالکل آخری مضمون کے متعلق لکھتا ہوں کہ رحمت بے علت بھی ہوجاتی ہے۔ بس سرکشی نہ ہو۔ استغفار و انکسار رہے۔

فیض باطنی کے مختلف اسباب ہوتے ہیں

(۷) یکم صفر المظفر ۱۳۵۷ھ کو اپنی حالت کا اس طرح اظہار کیا:۔

حال:۔اس سے پہلے ذکر بڑے ذوق وشوق سے کرتا تھااور معمولات سے زیادہ ہو جاتا تھا پھر بھی سیری نہیں ہوتی تھی مگر اب دو دن سے ذکر کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ بمشکل دل پر بوجھ ڈال کر بہ تکلف معمولات پورے کرتا ہوں۔ ذکر کی طرف رغبت نہیں رہی۔ بلکہ گناہوں کی طرف میلان بہت ہوتا ہے۔اس سے پہلے مجلس مبارک میں حضرت جو کلام الٰہی نماز میں پڑھتے ہیں سننے میں بہت ذوق ہوتا تھا کبھی بطریق محبت اور کبھی بخیال خوف مگر اب بالکل حالت سابق نہیں رہی دل مردہ ہو گیا ہے واللہ اعلم اس بندہ گندہ سے کوئی حضرت والا کو تکلیف پہنچ کر تکدر اس کا باعث ہے۔

جواب:۔ بالکل وہم باطل۔

یا کیا وجہ ہے:۔

جواب:۔ یہ حالت قبض کہلاتی ہے۔ یہ کبھی معاصی کے اثر سے ہوتا ہے اور ایسا کم ہوتا ہے مگر احتمال پر استغفار ضروری ہے۔ اور اکثر ملال طبعی یعنی ایک کام کرتے کرتے طبیعت اکتا جاتی ہے یہ نہ محمود ہے نہ مذموم اور یہ از خود رفع ہو جاتا ہے اور کبھی امتحان محبت ہوتا ہے کہ یہ سخت عمل لذت کے لئے کرتا تھا یا ہمارے حکم سے اور یہ حالت رفعیہ ہے۔اس پر صبر وشکر کرنا چاہیے یہ ذرا دیر میں مرتفع ہوتا ہے مگر ہو جاتا ہے۔

حال:۔ میں اپنے گناہوں سے توبہ استغفار کرتا ہوں۔

جواب:۔ یہ تو ہر حال میں ضروری ہے۔

حال:۔ حضرت والا دعا فرما دیں کہ حق تعالیٰ میرے گناہوں کو معاف فرما دیں۔

جواب:۔ دعا کرتا ہوں۔

لذت وشوق غیر اختیاری ہونے کی وجہ سے مقصود نہیں

(۸) ۸صفر المظفر ۱۳۵۷ھ کو پھر اس طرح عریضہ پیش کیا:۔

حال:۔ حضرت والا کی دعا کی برکت سے اب میلان الی المعصیت جو کہ پہلے تھا نہیں رہا۔ وللہ الحمد۔ باقی اب تک ذکر میں لذت وشوق جو پہلے تھا اس سے عود نہیں کیا۔ مگر حضرت والا کی صحبت کی برکت سے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ لذت وشوق بوجہ غیر اختیاری ہونے کے خود مقصود نہیں ہے

باقی ذکر کرنا جو کہ اختیاری امر ہے وہ بفضلہٖ تعالیٰ اگر چہ طبیعت پر جبر کرنا پڑے ادا کر لیتا ہوں۔

جواب:۔ الحمد للہ

یہ سب حضرت والا کی دعا کی برکت ہے ورنہ از دست ہیچمد ان چہ زاید

افراط خوف کا علاج تکرار توبہ ہے

حال:۔ حضرت جب فرشتے نار کے جو کہ **یفعلون مایؤمرون** کا مصداق ہیں خیال ہوتا ہے کہ وہ بہرے ہیں کبھی پکار کرنے والے کی پکار نہیں سنتے اور جب دوزخ کے عذاب کی چیزیں مثلاً سانپ اور بچھو جو کہ خچر کے برابر ہیں اور دوزخ کی گہرائی جو کہ چالیس سال کی راہ پتھر گرانے سے ہے۔ قرآن کریم میں جب جہنم کا لفظ آتا ہے تو یہ سارا نقشہ دوزخ کا پیش ہو جاتا ہے بلا سوچے کے تو اس قدر خوف طاری ہوتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ گرنے کے قریب ہو جاتا ہوں کبھی کبھی یہ حالت ہوتی ہے ایسے وقت میں کیا کروں۔

جواب:۔ **اللّٰھم اغفرلی اللّٰھم ارحمنی** کا تکرار کیا جائے اور مغفرت و رحمت کی امید رکھی جاوے۔ پھر جہنم سے نجات لوازم مغفرت و رحمت ہے۔

زبانی استغفار مخل صلوٰۃ نہیں

(۹) مرقومہ بالا عریضہ کے جواب کے بعد اپنی حالت اس طرح بیان کی:۔

حال:۔ حضرت والا نے جو علاج اور تدبیر برائے ازالہ خوف مفرط تحریر فرمایا اس سے بحمد اللہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے احقر اس پر عمل کر رہا ہے اب عرض یہ ہے کہ نماز کی حالت میں جب غلبہ خوف ہوتا ہے تو **اللھم اغفرلی وارحمنی** کا تصور باندھتا ہوں۔

جواب:۔ کافی ہے

مگر کبھی کبھی یہ لفظ زبان سے بھی ادا کرتا ہوں۔ اس طرح نماز میں خلل تو نہیں۔

جواب:۔ نہیں

حال:۔ دوسری حالت یہ ہے کہ حضرت والا کا تصور ذکر میں اور غیر ذکر میں دونوں حالتوں میں اکثر رہتا ہے بعض دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ تنہائی میں حضرت کے تصور میں پاؤں تک نہیں پھیلا

سکتا۔بس وہی حالت ہوتی ہے جومجلس شریعت میں ہوتی ہےاس میں کچھ شرعی حرج تو نہیں۔

جواب:۔نہیں۔مگر قصداً نہ کیا جاوے۔اور کسی پر ظاہر نہ کیا جاوے۔

خوف شیخ اور خشیت الٰہی میں فرق!

حال: تیسری حالت یہ ہے کہ حضرت والا کا خوف اتنا ہے کوگویا حق تعالیٰ کا خوف اتنا اپنے اندر نہیں پاتا۔اگر حضرت والا کے مزاج کے خلاف کوئی کام ہو جاوے تو اتنی خشیت ہوتی ہے کہ زمین پھٹ جاوے اور اس میں سما جاؤں اور امر حق کی مخالفت سے اتنا خوف نہیں ہوتا۔اس سے ڈرتا ہوں کہ گناہ تو نہیں۔

جواب:۔نہیں کیونکہ یہ غیر اختیاری ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ غائب کا خوف عقلی اور حاضر کا طبعی اور تفاوت خاصیتوں کا ہے۔

مقبولیت ومحبوبیت میں فرق!

(۱۰) ۲۶ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ کو مولوی فقیر محمد صاحب نے ایک طویل عرضداشت پیش کی جس میں چند علمی اشکال پیش کئے۔اس کا ذکر حضرت اقدس نے امرتسر سے لاہور تک کے سفر میں نہایت مبسوط، مدلل اور مفید طریقے سے جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری سے فرمایا' یہ عریضہ پڑھنے اور اس کا جواب غور وفکر سے مطالعہ کرنے کے قابل ہے ملاحظہ ہو۔

حال:۔الحمدللہ والمنۃ حضرت والا کا ارشاد فرمودہ علاج خوف اور تجویز فرمودہ تدبیر سے خوف کا حال بالکل اعتدال پر آ گیا ہے فالحمدللہ علیٰ ذلک۔احقر کی اس بات کے جواب میں کہ شیخ سے اتنا خوف جتنا اللہ سے نہیں ہے۔جو تحریر فرمایا۔اس سے اس قدر مسرت ہوئی کہ حد تحریر سے خارج ہے۔فجزاکم اللہ عنی خیر الجزاء

جواب:ھنیئاً لکم العلم

حال:۔اب حضرت والا ایک جدید حال عرض کر کے علاج کا خواستگار ہوں۔حضرت والا اگر دستگیری نہ فرمائیں گے تو یہ احقر ہلاک ہو جائے گا۔عرض یہ ہے کہ مجھ کو ایک جدید وسوسہ پیدا ہو گیا ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بندہ جب خوب اعمال صالحہ کا پابند ہو

جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبریلؑ کو حکم فرماتے ہیں کہ اس میرے بندے سے تم بھی محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ اور آسمان سے منادی کردو کہ اہل آسمان اس میرے بندے سے محبت کریں۔ اور علی ہذا زمین والوں سے بھی کہہ دو حتیٰ یوضع له القبول فی الارض او کمال قال علیه الصلوٰة والسلام۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں ان الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت سیجعل لهم الرحمان ودا. یہ حدیث وارد ہوئی اور حضرت والا کے مصنفہ انیقہ جزاء الاعمال میں بھی ایسا ہی ہے اور دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔ من تقرب الی شبرا الحدیث۔ اب دونوں حدیثوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں جو اپنے کو مقبولین میں نہیں پاتا ہوں یعنی جب یہ علامتیں موجود نہیں پاتا ہوں تو وسوسہ ہوتا ہے کہ تیرا کوئی عمل مقبول نہیں' ورنہ مطابق حدیثین شریفین کے کچھ تو آثار ظاہر ہوتے واذا لیس فلیس حضرت یہ وسوسہ مجھ کو بہت ستا رہا ہے۔ اور تنگ کر رہا ہے۔ للہ رحم میرے اوپر۔ میں نفس کو جواب دیتا ہوں یہ تیرے بس کی بات نہیں ہے۔ تیرے اختیار سے خارج ہے تو کیوں پریشان ہوتا ہے مگر اس سے بھی پوری تسلی نہیں ہوتی یہ بھی سمجھاتا ہوں کہ بندے کو بندگی سے مطلب تجھے ان باتوں کی فکر ہی کیوں پڑی' ممکن ہے اللہ تعالیٰ تجھ سے محبت کرتے ہوں اور تجھے اس کی خبر نہ ہو۔ اب حضرت والا اس نحیف زار کے حال زار پر رحم فرمائیں۔ اور کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرمائیں کہ یہ خبیث وسوسہ جس سے زائل ہو جائے اور نیز احقر کے لئے دعا فرمائیں۔

جواب:۔ حدیث میں یہ لفظ ہے۔ حتی یوضع له القبول فی الارض جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ فی نفسہ خاصیت ہے محبوبیت کی لیکن ہر خاصیت کا ظہور مشروط ہوتا ہے شرائط خاصہ سے اور اس میں بڑی شرط یہ ہے کہ وہ اہل ارض خالی الذہن ہوں ان میں نہ اسباب عداوت ہوں نہ اسباب مودت' پھر خود لفظ قبول مرادف نہیں محبوبیت کا تو حاصل یہ ہوا کہ ایسے خالی الذہن لوگ اس کے مخالف نہ ہوں اور اس کو مردود نہ سمجھیں۔ گو محبت نہ ہو اب یہ بات ہر صالح کو نصیب ہو جاتی ہے گو اعلیٰ درجہ کا متقی نہ ہو اور تم میں بھی اس کا تخلف نہیں۔ پریشانی بے بنیاد ہے۔

(۱۱) ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ کو اس طرح عرض پیرا ہوئے:۔

حال:۔ فی الحال بحمد اللہ معمول بدستور جاری ہے اور کیفیت جدید یہ کہ آج کل حضرت والا کی توجہ کی برکت سے ذکر میں اس قدر لذت اور لطف حاصل ہوتی ہے کہ خارج از بیان ہے۔ دل یہی چاہتا ہے کہ ہر رگ و ریشہ اور ہر اعضاء بلکہ ہر سر مو میں ایک ایک زبان ہو اور ان زبانوں سے محبوب حقیقی کی یاد اور ذکر نکلا کرے۔ گو یہ کیفیت وغیرہ مقصود نہیں' مگر تاہم محمود ہونے کی حیثیت سے آنحضرت کو اطلاع کر دی اللہ تعالیٰ کا اس پر شکر ادا کرتا ہوں۔

جواب:۔ زادکم اللہ تعالیٰ۔

حالات حسنہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں

حال:۔ دوسری حالت یہ کہ فی الحال برخلاف سابق کے (کہ خوف جہنم اور رغبت جنت سے رونا آتا تھا) ابتغائے رضائے مولیٰ میں رونا آتا ہے۔ کہ مالک راضی ہو جاوے مجھ پر اور طلب رضا میں دل تڑپتا ہے اور بے چین رہتا ہے۔ اور ہر وقت اسی دھن اور اسی دھیان میں لگا رہتا ہوں بلکہ بعض اوقات ایسا خیال آتا ہے کہ دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گر جاؤں اور یہ عرض کروں کہ حضرت اب مجھے صبر نہیں ہوتا ذرا سی رضا اللہ میاں کی مل جاوے تو میں بادشاہ ہو جاؤں۔

جواب:۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔

حال:۔ یا سیدی و مرشدی فداک ابی و امی و روحی و مالی۔ مجھے تو حضرت والا اپنے سینہ مبارک میں کی باطنی دولت میں سے تھوڑی سی عنایت فرمایئے۔ میں نہال ہو جاؤں گا۔

ع یک نظر فرما کہ مستغنی شوم۔ زنبائے جنس الخ

جواب:۔ جو طریق افادہ کا جاری ہے کیا اس کے سوا کوئی دوسرا طریق دولت دینے کا ہے؟

(۱۲) مرقومہ بالا عریضہ کے بعد یہ عریضہ پیش کیا:۔

حال:۔ بیشک جو طریقہ افادہ کا جاری ہے وہ کافی اور وافی ہے۔ سالک کو منزل تک پہنچانے کیلئے یہی طریقہ ہے احقر کا خیال بالکل بے جا اور بے محل ہے۔ احقر کو اس کا اعتراف ہے اور رجوع کرتا ہے۔ احقر پر حضرت والا کی جو کچھ عنایت اور شفقت ہے کیا عرض کرے یہ ناکارہ اس قابل بھی تو نہ تھا کہ خانقاہ میں صالحین کے ساتھ آنحضرت کی خدمت اقدس میں قیام کرے۔ حضرت والا نے قیام کی اجازت کا حکم صادر فرمایا' اور صرف

یہی نہیں مزید برآں یہ شفقت فرمائی کہ مکاتبت کی اجازت فرمائی اور ہر طرح سے شفقت اور عنایت کی نظر مجھ ناکارہ پر ہے میں حضرت والا کا کیا شکریہ ادا کروں۔ فانہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ بس ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ حضرت والا کی ذات بابرکت کو صحت و تندرستی کے ساتھ اللہ تعالیٰ تادیر برسر ما قائم دارد آمین۔ اور فیوض باطنی سے ہم ناہنجاروں کو مالا مال کرے۔ آمین ثم آمین

فی الحال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں قلب مضطرب اور بے چین ہے اور قلب میں حرارت سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور آنکھوں میں اکثر آنسو بھی رہتے ہیں سوزش سی ہونے لگتی ہے۔ بس ابتغائے رضائے مولیٰ کا منتظر رہتی ہیں۔ اور آج کل تدبیر اور تفکر مصنوعات باری تعالیٰ میں خود بخود استغراق رہتا ہے یہاں تک کہ نیند کم ہونے لگی ہے۔ اور بس حیران ہو کر گویا یہ کہنے لگتا ہوں چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگار ہا۔

دل یہی چاہتا ہے کہ بجائے ذکر کے تفکر اور تدبر مصنوعات کرتا رہوں۔

جواب:۔ تدبر مصنوعات کی مثال جزئی لکھو۔

رضائے کامل مطلوب ہے

حال:۔ احقر کے لئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا حاصل ہو جاوے۔

جواب:۔ یہ بے ادبی اور استغناء ہے رضائے کامل مطلوب ہے البتہ اپنے اعمال میں اگر قلت ہو مثلاً کہا جاوے کہ محبت اگر قلیل بھی نصیب ہو جاوے تو غنیمت ہے اس کا مضائقہ نہیں غرض قلت اپنی صفت میں ہو ان کی صفت میں نہ ہو۔

(۱۴) اس کے بعد اس طرح تحریر کے ذریعے سے عرض کیا:

حال:۔ بندہ نے جو لکھا تھا کہ تھوڑا سا رضا مندی حاصل ہو جائے یہ بوجہ عدم علم و جہل کے تحریر میں آیا تھا۔ الحمد للہ جناب کے طفیل سے بہت بڑا عظیم الشان سر معلوم ہوا اور ایک بڑا قانون معلوم ہو گیا جس کے مقابل میں ہفت اقلیم کی بادشاہت ہیچ ہے ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ہر صفت پر غور کروں گا اور اس غلطی سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ معاف کریں۔

جواب:۔ ھنیئاً لکم العلم

ذکر فکر سے زیادہ نافع ہے

حال:۔ اور تدبیر مصنوعات کی جزئی مثال یہ ہے کہ جیسے انسان اس کی حقیقت کو جب میں سوچتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی کتنا بڑا قدرت وعلم کمال ہے کہ ایک قطرے سے کیسے پری رو انسان شکل میں پیدا کیا جس کی ہر شے عجیب ہے۔ اگر فقط ایک چہرا کو غور وفکر کریں تو معلوم ہوتا ہے اس میں کیا کیا قدرت کاملہ ہے۔ آنکھوں کو نور بینائی کی اور کان کو سنائی کی اور ناک کو قوت شامہ کی اور زبان کو بولنے کی توفیق بخشا اور ہر ایک میں اس قدر خوبیاں ہیں جو انسان کی قدرت سے باہر ہے کہ اس کی خوبیاں بیان کرے اور ایسے ہی جب ایک شجر عظیم کو فکر کرتا ہوں تو اس کی حقیقت ایک چھوٹا سا دانہ ہے جو خدا کی قدرت کاملہ سے اتنا بڑا عظیم الشان شجر ہے۔ لاکھوں ثمر کے موجود ہے اور ایسے ہی آسمان کو بے ستون کس قدر بلندی میں کھڑا کیا ہے۔ مدت گزر گیا کہ اب تک پیوند در کنار پرانا بھی نہیں ہوا۔ جیسے پہلے دن تھا اب بھی وہی ہے اور اس بڑی چھت کو ستاوروں سے مزین ومنور کیا جس سے حضرت انسان بھی ہدایت پاتا ہے الغرض یہ اشیاء ہیں اکثر اوقات سوچنے کو دل چاہتا ہے ذکر کو چھوڑ کر۔

جواب: اگر یہ فکر ذکر کے ساتھ جمع ہو سکے مضائقہ نہیں ورنہ ذکر اس فکر سے زیادہ نافع ہے۔

اس فکر میں خدائے تعالیٰ کے حسن و جمال، وقدرت کاملہ، علم، وحکمت معلوم ہو کر لطف حاصل ہوتا ہے۔ جناب حضرت والا احقر کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ رضائے کاملہ عطا فرمائیں۔

اصل مقصود ذکر ہے

(۱۴) اس جواب کے بعد یہ عریضہ پیش کیا:۔

حال:۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا جمع بین الذکر والفکر کر سکو تو مضائقہ نہیں ورنہ ذکر انفع ہے فکر سے مگر احقر کا آج کل حال یہ ہے کہ عین ذکر میں کچھ ایسی محویت اور بیخودی سی ہوتی ہے کہ ماسوائے مذکور کے اس وقت اپنی جان کا ہوش بلکہ اپنی ہستی اور وجود کی خبر تک نہیں رہتی۔ بس مذکور ہی باقی رہتا ہے۔

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت مرحبا اے عشق شرکت سوز رخت

ہاں البتہ دیگر خالی اوقات میں بغیر ذکر کے تفکر کرتا ہوں' پیشتر اس سے البتہ جمع کرسکتا تھا لیکن آج کل ذکر کے ساتھ جمع نہیں کرسکتا ہوں۔ اس میں جو کچھ کہ حضرت والا کا ارشاد ہوگا بجان ودل تعمیل کروں گا۔

جواب:۔ اب فکر کی مستقلاً ضرورت نہیں صرف استدلال علی الصانع کے لئے فکر فی المصنوع مطلوب ہے ورنہ اصل مقصود ذکر ہی ہے۔

نظر کیمیا کا اثر

حال:۔ آج کل حال یہ ہے کہ عظمت شان باری تعالیٰ کا تصور ہوتا ہے چنانچہ نماز کی حالت میں یہ تصور بندھ جاتا ہے کہ ماقدروا اللہ حق قدرہ اور عظمت سے دل گھبرا کر کانپ جاتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسی عظمت والی ذات کی مخالفت میں عمر صرف کی اور ہمارے جو نیک اعمال ہیں وہ بھی ان کی شان عظمت کے لائق نہیں بلکہ جو مطلوب علی وجہ الکمال ہے اس کے بھی عشر عشیر نہیں ہے۔ بس اس وقت خوف طاری ہوجاتا ہے اس وقت رحمت کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا ہے ایسے وقت میں رونا آجاتا ہے ایسی حالت میں مرشدی ومولائی دستگیری فرمایئے اور میری رہنمائی فرمایئے۔

جواب:۔ اس میں کوئی چیز قابل تغیر نہیں۔

حال:۔ مجھ کو سب سے بڑا غم یہ ہے کہ جو کہ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ سے بھی مانگتا ہوں کہ یا اللہ میرے پیر ومرشد مدظلہ العالی مجھ سے ناراض نہ ہوں۔

جواب:۔ بس دعا کے بعد غم کو دور کردیا جائے۔

اور احقر کے لئے فلاح دارین کی دعا فرمادیویں۔

جواب:۔ دل سے

یہ چند تحریریں میں نے ایک ایسے طالب کی درج کردیں جو سرحد آزاد کا رہنے والا ہے علم دین کی تکمیل کرچکا ہے غریب ہے بے بضاعت ہے نوجوان اور غیر شادی شدہ سوائے خدائے کریم وکارساز کے سہارے کے اور کوئی ظاہری سہارا نہیں رکھتا لیکن اس کے سینے میں محبت خداوندی کی آگ سلگتی ہے رگ رگ میں بجلیاں دوڑتی ہیں وہ بیتاب وبے قرار ہوتا

ہے اتنی دور سے تھانہ بھون حاضر ہوتا ہے شروع شروع میں مخاطبت و مکاتبت کی اجازت نہیں ملتی ہے صرف مجلس میں بیٹھنے، حضرت والا کے ملفوظات اور فیوض و برکات سے اپنی طلب کے موافق فائدہ حاصل کرنے کی اجازت ملتی ہے اس تعلیم کو آٹھ سال گزرتے ہیں ہر سال رمضان میں یا سال میں دو ایک بار تھانہ بھون کی حاضری ہوتی ہے۔ اتنا سہارا پا کر طلب صادق اپنا رنگ دکھاتی ہے اور وہ آگ جو طالب کے سینے میں سلگ رہی تھی بھڑک اٹھتی ہے وہ بے تاب ہو کر چیخنے رونے اور چلانے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ نظر مسیحائی اٹھتی ہے اور جو کام ایک مدت دراز میں ہوتا ایک نظر میں ہو جاتا ہے۔ پنجشنبہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ کو شرف بیعت سے سرفراز کیا جاتا ہے اس کے بعد اس کو دوشنبہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ سے مستقل طور پر قیام کرنے کی اجازت مل جاتی ہے مکاتبت کا بھی حکم ہوتا ہے وہ اپنی مشکلات پیش کرتا ہے اپنی دشواریاں ظاہر کرتا ہے اور اپنی کل کیفیت سامنے رکھ دیتا ہے۔ اس کی دستگیری کی جاتی ہے اس کی رہنمائی ہوتی ہے اس کو گمراہی سے بچایا جاتا ہے اور اس منزل سے جہاں بڑوں بڑوں کے قدم ڈگمگائے ہیں صرف آٹھ مہینے میں پار کر دیا جاتا ہے اب وہ سوزش رفتہ رفتہ کم ہو جاتی ہے اس کے سینے سے اب انوار الٰہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ وہ ہر طرف خدا کی رحمتوں کے ہجوم دیکھتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بے مانگی دولت پا جاتا ہے وہ تھانہ بھون سے حضرت والا کے زمانہ قیام لکھنؤ میں جس کا ذکر آگے آئے گا ایک عریضہ دریافت خیریت مزاج وغیرہ کے لئے لکھتا ہے اس کے معروضات کے جوابات کے ساتھ ساتھ اس کو خلعت خاص سے نوازا جاتا ہے اور وہ آج یکشنبہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ ۲۰ نومبر ۱۹۳۸ء کو ہزاروں برکتوں اور بے شمار دعاؤں کو لئے ہوئے اپنے مکان کو روانہ ہو جاتا ہے۔ اس مبارک جواب کی نقل درج ذیل ہے ملاحظہ ہو۔

اطلاع ضروری

بیعت و تلقین کی اجازت

خود بخود قلب میں وارد ہوا کہ میں تم کو تلقین و بیعت دونوں کی اجازت دے دوں چنانچہ

توکلاً علی اللہ تعالیٰ اجازت دیتا ہوں اگر کوئی طالب حق درخواست کرے انکار نہ کریں اور اپنے خاص دوستوں کو اس کی اطلاع کر دیں اور مجھ کو اپنا پتہ جس سے ڈاک پہنچ سکے لکھ بھیجیں۔ میں اپنی یادداشت میں اس کو درج کروں گا۔ فقط اشرف علی

اس پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ جناب مولوی شبیر علی صاحب کے ذریعہ سے دوسری اطلاع ارسال فرمائی اور تحریر فرمایا کہ (یہ پرچہ مولوی فقیر محمد سرحدی کو دیدیا جاوے اگر موجود ہوں ورنہ تلف کر دیا جاوے) **وھو ھذا**

از اشرف علی۔ مشفقم مولوی فقیر محمد سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بے ساختہ میرے قلب میں وارد ہوتا ہے کہ تم کو بیعت اور تلقین کی اجازت توکلاً علی اللہ تعالیٰ دیدوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم سے نفع پہنچاوے۔ سو اگر تم سے کوئی طالب بیعت اور تلقین کی درخواست کرے تو تم انکار نہ کرنا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جانبین میں برکت ہوگی اور اپنے خاص خیر خواہوں کو اس اجازت کی اطلاع کر دینا اور اپنا پتا جس سے ڈاک میں خط پہنچ سکے لکھ کر میرے پاس بھیج دینا میں اہل اجازت کے پتے اپنے پاس منضبط رکھتا ہوں اور موقع پر شائع کر دیتا ہوں۔ والسلام از لکھنؤ امین آباد پارک نمبر ۳۷ معرفت شیخ محمد حسن صاحب باقی خیریت ہے الحمد للہ صحت ہوگئی صرف ضعف کسی قدر ہے اللہ تعالیٰ دوستوں سے جلد ملا دے۔ ۹ رجب ۱۳۵۷ھ

ان شفقتوں، ان نوازشوں اور ان توجہات کا تذکرہ ایسا نہیں جو کبھی ختم ہو سکے اگر خدا نے توفیق دی اور اس کی مدد شامل حال رہی تو اپنے دل کے ارمان نکالوں گا اور حضرت والا کے وہ اذکار وہ ارشادات وہ فیوض و برکات جو ابھی تک صفحہ کاغذ پر نہیں آ سکے اہل عالم کے سامنے پیش کروں گا وہ نکات وہ رموز وہ اسرار جن سے اب تک دنیا آگاہ نہیں ہر ایک پر ظاہر کر دوں گا وہ کلمات طیبات اور وہ مقالات متبرکہ جن کو سن کر عرفاء کو حیرت، علماء کو تحیر اور محققین کو تعجب ہو شائع کروں گا اللہ تبارک وتعالیٰ میرے ارادوں میرے مقاصد اور میری تمناؤں کو پورا فرمائے۔ (آمین)

لاہور میں ورود مسعود

غرض امرتسر سے لاہور تک مولوی فقیر محمد صاحب کے تذکرے کے علاوہ برابر علوم ظاہری و باطنی کے ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا اور مسلسل حقیقت و معرفت کا مینہ برستا گیا

یہاں تک کہ گیارہ بجے شب کے گاڑی لاہور اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب اور چھوٹے صاحبزادے حافظ سعید احمد صاحب پلیٹ فارم پر موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے ہیں اور ابھی آتے ہیں۔ حضرت والا اور تمام رفقاء گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم پر تشریف لے آئے اور بنچ پر بیٹھ گئے' سامان جلدی جلدی اتار کر ایک جگہ اکٹھا کیا گیا اعداد شمار کئے گئے اتنے میں ڈاکٹر صاحب بھی آ گئے۔ حضرت والا نے (مزاحاً) فرمایا کہ آج تک تو یہ سنا تھا کہ خوف سے رفع حاجت کی ضرورت ہوتی ہے لیکن لاہور آ کر معلوم ہوا کہ از دیاد شوق میں بھی ایسا ہو جاتا ہے حضرت والا کی زیارت سے جو ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کے انبساط کی حالت تھی وہ بیان نہیں ہو سکتی ڈاکٹر صاحب کے آتے ہی سامان باہر لایا گیا موٹر ڈاکٹر صاحب لائے تھے اس پر حضرت والا جناب مولوی شبیر علی صاحب جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری اور حامد علی صاحب سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ مولوی ولی محمد صاحب براہ راست اپنی ہمشیرہ کے یہاں چلے گئے اور مولوی ظہور الحسن صاحب شیخ محمد فاروق صاحب (متوطن لندن) مولوی حافظ سلیمان صاحب رنگونی اور ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاحبزادے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب دو تانگوں پر سوار ہو گئے اور اپنے ساتھ کل سامان بھی تانگوں میں رکھ لیا۔

حضرت والا کا موٹر پہلے ہی ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گیا اور تانگے بعد کو پہنچے۔ اتفاق سے اس وقت ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر ڈاکٹر صاحب کے ایک دوست مولوی عبداللہ صاحب موجود تھے۔ ان کو جب حضرت والا کی تشریف آوری کا علم ہوا تو حصول نیاز کی اجازت طلب کی' حضرت والا نے فرمایا کہ یہ سفر صرف معالجے کی غرض سے کیا گیا ہے ملاقات کے لئے نہیں ہاں روانگی سے ایک دن پہلے ملاقات کی عام اجازت ہو جائے گی۔ اس وقت اگر آپ چاہیں گے ملاقات ہو سکے گی لیکن اس کے بعد ان کے شوق کی کیفیت کو سن کر اتنی اجازت عطا فرما دی کہ جب میں تفریح کو جایا کروں آپ بھی اسی میدان میں جہاں میں چہل قدمی کے لئے جاتا ہوں پہلے سے پہنچ جایا کریں۔ لیکن کلام کی اجازت نہیں۔ جناب مولوی محمد حسن صاحب

امرتسری کا بیان ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا۔

مئی کے مہینے کا آغاز تھا دن میں گرمی کی شدت ہوتی تھی اور رات کے اول حصے میں بھی وہی حالت تھی لیکن آخر شب میں بعض اوقات خنکی ہو جاتی تھی۔ حضرت والا' جناب مولوی شبیر علی صاحب اور حامد علی صاحب کے لئے کوٹھی کے غربی جانب صحن میں پلنگ بچھا دیا گیا تھا حضرت والا کے پلنگ کے کچھ فاصلے پر جناب مولوی شبیر علی صاحب کا پلنگ تھا اور دوسری جانب مولوی ظہور الحسن صاحب کا اور باقی اصحاب کا علیحدہ انتظام تھا۔ اپنی اپنی جگہ پر سب لوگ آرام سے لیٹ گئے' آخر شب میں حضرت والا بیدار ہوئے مولوی ظہور الحسن صاحب کی آنکھ کھل گئی استنجے اور وضو سے فراغت حاصل کر کے تہجد کی نماز ادا فرمائی رات ابھی زیادہ باقی تھی۔ لیٹ کر تسبیح وغیرہ پڑھتے رہے۔

ہمراہیوں کے کھانے کا انتظام

اسی اثناء میں مولوی ظہور الحسن صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ صاحبان اپنے کھانے وغیرہ کا کیا انتظام کریں گے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب نے عرض کیا کہ ہم لوگ صبح اٹھتے ہی ڈاکٹر صاحب سے عرض کر دیں گے کہ آپ اپنا مہمان ہمیں نہ سمجھیں ہم خود اپنے ایک عزیز کے یہاں جا کر انتظام کر لیں گے فرمایا اس کے قبل کہ ڈاکٹر صاحب کچھ انتظام کریں ان کو مطلع کر دینا ضروری ہے۔ یکشنبہ یکم مئی ۱۹۳۸ء

صبح صادق ہوتے ہی اذان کہی گئی اور کوٹھی کے غربی حصہ میں جماعت ہوئی' نماز کے بعد ہی حضرت والا نے مولوی ظہور الحسن صاحب سے فرمایا کہ بھائی ڈاکٹر صاحب سے ابھی سب مسائل طے ہو جانا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں مولوی ظہور الحسن صاحب نے حضرت والا کے مواجہے میں ڈاکٹر صاحب سے اپنے اور مولوی سلیمان صاحب رنگونی کے متعلق یہ کہا کہ ہم لوگ اپنے کھانے کا انتظام اپنے ایک عزیز کے یہاں بطور خود کر لیں گے۔ آپ تکلیف نہ فرمائیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے باوجود سعی و سفارش کے کسی طرح منظور نہ کیا۔ اس کے بعد علیحدہ بھی ان سے اصرار کیا گیا مگر انہوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ آپ لوگ اس معاملے میں زیادہ کاوش نہ کریں۔ میں خود حضرت اقدس سے عرض کر لوں گا

نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو ڈاکٹر صاحب ہی کا مہمان رہنا پڑا۔

میزبان کی دلداری

لاہور میں اب تک مولوی عبداللہ صاحب کے سوا جو اتفاق سے ڈاکٹر صاحب کے مکان پر موجود تھے اور کسی کو حضرت والا کی تشریف آوری کی اطلاع نہ تھی یہاں تک کہ ڈاکٹر صاحب کے گھر والے بھی بالکل لاعلم تھے کیونکہ ڈاکٹر صاحب نے کوٹھی کو صاف کرنے اور چیزوں کو باقاعدہ رکھ دینے کے خیال سے صرف اتنا کہہ دیا تھا کہ شام کو چند مہمان آنے والے ہیں یہ اطلاع نہیں کی تھی کہ حضرت والا رونق افروز ہوں گے اور حضرت اقدس کے ساتھ چند رفقاء بھی ہوں گے۔ حقیقت میں احتیاط کا اقتضاء بھی یہی ہے کہ جس بات کی اشاعت مقصود نہ ہو اس کو اتنا ہی مخفی رکھا جائے غرض مصلیٰ پر بیٹھے بیٹھے حضرت اپنے معمولات تلاوت وغیرہ فرماتے رہے اتنے میں ناشتہ آ گیا۔ ڈاکٹر صاحب حضرت والا کی محبت وعقیدت کی کمال سرشاری میں کھانے کے لئے اصرار پر اصرار کرتے تھے۔ چیزیں متعدد اور پر تکلف تھیں۔ وہ یہی کہتے جاتے تھے ذرا سا اس میں سے تناول فرما لیجئے۔ ذرا اس کو بھی چکھ لیجئے اور حضرت والا بھی ان کو خوش کرنے کے لئے کبھی اس میں سے اور کبھی اس میں سے کچھ لے لیتے تھے۔

دانتوں کا نکلنا اور ڈاکٹر صاحب کا کمال

تھوڑی دیر کے بعد حضرت والا نے ڈاکٹر صاحب کو دانتوں کے لئے یاد دلایا ڈاکٹر صاحب نے کچھ وقفے کے بعد دانت والے کمرے میں بلا لیا دانتوں کا معائنہ کیا حضرت والا نے یہ پہلے ہی فرما دیا تھا کہ جو دانت موجود ہیں ان کو باقی رکھنا چاہتا ہوں ڈاکٹر صاحب نے ایک دانت ایسا پایا جس کا طول تو قائم تھا مگر عمق اور کسی قدر عرض گھس کر اوپر سے بہت چپٹا اور نیچے سے نوکیلا ہو گیا تھا جس کا وجود غیر معین ہونے کے علاوہ ناموزوں تھا۔ اور جدید دانت بنجانے کے بعد تو اور بھی نامناسب ہو جاتا اس لئے اس دانت کو بلا اطلاع ہی جناب مولوی شبیر علی صاحب کی موجودگی میں ایسی صفائی سے نکال دیا کہ اس کے نکلنے کا احساس ہی نہ ہوا۔ سانچہ لینے کے بعد حضرت والا نے جو آئینے میں دیکھا تو وہ دانت موجود نہ تھا۔ حیرت سے

فرمایا کہ یہاں کا دانت کہاں گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے وہ دانت دکھایا' اورعرض کیا کہ اس کی موجودگی میں جبڑا اس کے مطابق نہیں رہتا۔ اس کمرے سے باہر تشریف لانے کے بعد فرمانے لگے کہ خواہش تو میری بھی یہی تھی کہ یہ دانت نکل جائے اس لئے کہ بہت ہی بدنما ہو گیا تھا اور ہلتا بھی تھا لیکن کہنے کو دل نہیں چاہتا تھا خیر میرے بلا کہے ہی نکل گیا تھوڑی دیر کے بعد ڈاک آ گئی جوابات لکھ کر اس کو ختم کیا۔ پھر کھانا تناول فرما کر کچھ دیر قیلولہ فرمایا مسجد فاصلے پر تھی اور شارع عام سے راستہ تھا۔ اندیشہ تھا کہ اگر کسی نے دیکھا تو شہر میں عام اطلاع ہو جائے گی فرمایا عوام کے ہجوم کی وجہ سے اطمینان بے تکلفی اور آسانی نہ رہے گی تھانہ بھون میں آرام کہاں ملتا ہے یہاں تو چندروز آرام کرلوں آج کل لوگوں میں تہذیب تو ہے نہیں الٹے سیدھے سوالات شروع کر دیتے ہیں خواہ مخواہ جھک جھک ہوتی ہے' اس لئے بہتر یہی ہے کہ احتیاط کی جائے' غرض نماز کوٹھی ہی پر باجماعت ادا کی گئی' اور باقی نمازیں بھی جماعت کے ساتھ کوٹھی ہی پر ہوتی رہیں۔ اور مسافر کو مسجد کی حاضری اور جماعت کی حاضری معاف بھی ہے' حضرت والا کے رفقاء بھی احتیاط کے خیال سے شہر میں کسی سے ملنے نہیں گئے۔

سیر وتفریح

اسی روز نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ تھوڑی دیر تفریح کے لئے تشریف لے چلیں حضرت والا نے خطرہ ظاہر فرمایا کہ مبادا کوئی مل جائے اور خواہ مخواہ شہر میں اشاعت ہو جائے ڈاکٹر صاحب نے اطمینان دلایا کہ اندھیرے کا وقت ہے یہاں سے موٹر پر چلیں گے دور نکل کر میدان میں چہل قدمی فرما لیجئے گا کافی اندھیرا ہو گا کوئی نہ دیکھ سکے گا چہل قدمی حضور والا کا معمول بھی ہے اور صحت کے لئے مفید بھی' دن بھر کوٹھی میں رہنے کے بعد کچھ دیر چہل قدمی کر لینا بہت ضروری ہے تھانہ بھون میں تو مکان سے خانقاہ تک کئی بار آنے جانے میں جو مشی ہو جاتی تھی وہ بھی تو یہاں نہ ہو سکی حضرت والا باوجود خلاف احتیاط خیال فرماتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کی دلجوئی کی وجہ سے تیار ہو گئے اور تفریح کے لئے جانا منظور فرما لیا موٹر آیا حضرت والا ڈاکٹر صاحب جناب مولوی شبیر علی صاحب جناب مولوی

محمد حسن صاحب کو لئے ہوئے تفریح کو تشریف لے گئے‘ مولوی ظہور الحسن صاحب وغیرہ پیدل ٹہلتے ہوئے چڑیا گھر سے آگے ایک میدان میں پہنچے سبز گھاس کا مخملین فرش بچھا ہوا تھا جھٹ پٹا وقت ہوا اٹکیلیاں کرتی ہوئی چل رہی تھی۔ آسمان پر تاریکی تیزی کے ساتھ اپنا قبضہ کرتی چلی جا رہی تھی کچھ فاصلے پر بجلی کے چھوٹے چھوٹے بلب جو دورویہ روشن تھے ایک دلکش منظر پیش کر رہے تھے ان کی روشنی اس میدان میں اس قدر نہ تھی کہ دور کا آدمی نظر آ سکے۔ یا قریب والا بلا تکلف پہچانا جا سکے جس طرف نظر جاتی تھی آدمی ہی آدمی ٹہلتے نظر آتے تھے۔ حضرت والا بھی اپنے رفقاء کے ساتھ جو موٹر پر گئے تھے چہل قدمی فرما رہے تھے۔ مولوی ظہور الحسن صاحب وغیرہ سے بھی ملاقات ہوگئی۔ دن بھر کی گرمی کی کلفت اور گذشتہ شب و روز کے سفر کی تکان دور ہو گیا۔

عشاء کے قریب واپسی ہوئی‘ اول نماز عشاء ادا کی گئی اس کے بعد کھانا کھایا گیا پھر گذشتہ شب کے نظام کے مطابق سب نے اپنے اپنے بستر بچھائے حضرت والا کو چونکہ زیادہ دیر ٹہلنے سے کچھ تکان محسوس ہو رہا تھا اس لئے جلد نیند آ گئی پانی کا گھڑا اور لوٹا قریب ہی رکھ دیا گیا تھا حضرت والا حسب معمول بیدار ہوئے استنجے اور وضو سے فارغ ہو کر تہجد اور معمولات کا سلسلہ جاری رہا پھر خنکی کی وجہ سے بستر پر آ کر لیٹ گئے اور فجر تک وظائف وغیرہ میں مشغول رہے مولوی ظہور الحسن صاحب بھی حضرت والا کے بیدار ہونے کے ساتھ ہی اٹھ چکے تھے۔ اب ان سے اذان کہنے اور سونے والوں کو بیدار کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ چنانچہ سب بیدار ہوئے اور نماز فجر عجیب لطف و کیف کے ساتھ ادا کی گئی۔

خانقاہ حضرت داتا گنج بخشؒ میں

دوشنبہ غرہ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۲ مئی ۱۹۳۸ء

صبح کو پھر ڈاکٹر صاحب نے تفریح کے لئے عرض کیا موٹر آیا۔ حضرت والا سوار ہو گئے اور خانقاہ حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ تشریف لے گئے۔ یہ ایسا وقت تھا کہ زائرین کی کثرت تھی۔ آپ صاحب مزار کے پائنتی کی طرف حسب معمول قدرے پیچھے ہٹے ہوئے

ہاتھ چھوڑے کھڑے کھڑے ایصال ثواب میں مشغول ہو گئے۔ حضرت والا کے پیچھے ڈاکٹر صاحب تھے ایک قوی ہیکل مجاور نے زوردار اور ہیبت ناک آواز سے پکار کر کہا کہ ہاتھ آگے باندھو' مگر حضرت والا کو آواز کی طرف مطلق التفات نہ ہوا ڈاکٹر صاحب نے مجاور سے نرمی کے ساتھ کہا کہ اپنے سے چھوٹے یا برابر والے شخص کو سمجھانا چاہیے بڑے کو کچھ نہ کہنا چاہیے اس پر اس نے تند لہجے میں آواز دی اور تیسری مرتبہ آواز کو اور بلند کیا۔ ڈاکٹر صاحب ہر مرتبہ اس کو سمجھاتے ہی رہے مگر حضرت والا پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور بدستور ادھر متوجہ رہے۔ بعد فراغت وہاں سے روانہ ہوتے ہوئے فرمایا کہ بہت بڑے شخص ہیں۔ عجیب رعب ہے وفات کے بعد سلطنت کر رہے ہیں۔

تقریباً سوا گھنٹے کے بعد تفریح سے واپس تشریف لائے' مولوی ظہور الحسن صاحب اور مولوی سلیمان صاحب شہر میں کسی ضرورت سے گئے تھے وہاں ان اصحاب سے قاری آل احمد صاحب اور ان کے خسر حافظ سخاوت علی صاحب مالک یو پی سوڈا واٹر فیکٹری سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے بہت کچھ تفتیش حال کی جائے قیام پوچھی مگر ان دونوں نے ادھر ادھر کی باتوں میں ٹال دیا واپس آ کر بیٹھے ہی تھے اور حضرت والا سے شہر جانے کا تذکرہ کر ہی رہے تھے کہ باہر سے اطلاع آئی کہ حافظ سخاوت علی صاحب حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا وہ تو اپنے عزیز ہیں بلا لو' مولوی سلیمان صاحب بہت گھبرائے کہ کہیں ہم لوگوں پر شبہ نہ ہو جائے کہ انہوں نے اطلاع کر دی کہ اتنے میں آدمی نے دوبارہ عرض کیا کہ قاری آل احمد صاحب بھی حافظ صاحب کے ہمراہ ہیں فرمایا کہ ان کو بھی بلا لو چنانچہ حافظ صاحب اور قاری صاحب بلا لئے گئے۔

اہل لاہور کو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع

حضرت والا نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ کیسے اطلاع ہوئی؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ اسی گاڑی سے حافظ صغیر احمد صاحب مرحوم کا بڑا لڑکا مظفر نگر سے آیا ہے اس نے بیان کیا کہ مظفر نگر اور سہارنپور میں ریل پر اس کو معلوم ہوا کہ حضرت والا کانگریس اور مسلم لیگ میں صلح کرانے لاہور تشریف لے گئے ہیں۔ مجھے تشریف آوری کا اجمالی علم تو تھا ہی

سمجھ گیا کہ دانت بنوانے کی غرض سے تشریف لائے ہوں گے باقی جو لوگوں نے سمجھا وہ ان کا حاشیہ ہے اور مولوی ظہور الحسن صاحب اور مولوی سلیمان صاحب کی طرف دیکھ کر مسکرائے حضرت والا نے فرمایا کہ شہرت ہو جانے سے ہجوم کا اندیشہ تھا۔ اس لئے میں یہی چاہتا ہوں کہ عام اطلاع نہ ہو تو اچھا ہے حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شہر بھر میں اطلاع ہو چکی ہے حضرت والا کو تعجب ہوا کہ یہ کیسے؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حافظ صغیر احمد صاحب مرحوم کے صاحبزادے سے معلوم ہونے کے بعد ہی ڈاکخانے کے کلرک سے معلوم ہوا کہ حضرت والا لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں تیس چالیس خطوط حضور والا کے روزانہ آ رہے ہیں۔ تمام ڈاکخانے میں چرچا ہے اور یہ کلرک اور بھی کئی جگہ اطلاع کر چکے ہیں فرمایا بھلا خواہ مخواہ ان کے کیا ہاتھ آیا اس سے کیا فائدہ ہوا؟ حافظ صاحب کچھ میٹھے پانی کی بوتلیں بھی ہمراہ لائے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ دونوں حضرات رخصت ہو گئے۔

حضرت والا کچھ دیر کے لئے دانت بنانے کے کمرے میں تشریف لے گئے' ڈاکٹر صاحب نے فرما و غیرہ دیکھا اتنے میں کھانے کا وقت آ گیا کھانا تناول فرما کر آرام کے کمرے میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے لئے مصروف استراحت ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ ایک آدمی نے ایک پرچہ دکھا کر کہا کہ حافظ احمد علی صاحب نے دریافت کیا ہے کہ جن صاحب کا اس پر نام لکھا ہوا ہے وہ آئے ہیں یا نہیں؟ حضرت والا سے عرض کیا گیا ارشاد ہوا کہ کہہ دو کہ آئے ہوئے ہیں مگر طبیعت میں بشاشت نہ ہونے کی وجہ سے عام ملاقات نہیں ہو سکتی۔ عام ملاقات روانگی سے ایک روز پہلے ہو سکتی ہے اتنے میں ڈاک آ گئی حضرت والا اٹھ کر ڈاک میں مشغول ہو گئے اور پھر نماز ظہر ادا کی گئی۔

حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر اسی دن تمام شہر میں بجلی کی طرح دوڑ گئی۔ بعد عصر حضرت مولانا رسول خاں صاحب سابق مدرس دوم دارالعلوم دیوبند و سابق استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور' و خلیفہ مجاز حضرت تھانوی قدس سرہ' مولوی عبدالحئی صاحب کیرانوی مولوی کریم بخش صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور بھی پہنچ گئے۔ حضرت مولانا رسول خاں صاحب کو ملاقات کے لئے اجازت ہو گئی باقی حضرات سے عذر کر دیا گیا اور کہلا دیا کہ

عام ملاقات روانگی سے ایک دن پہلے ہوگی مولوی عبدالحئی صاحب نے لوٹ کر تھوڑی دیر بعد اپنی والدہ کا سلام پہنچوایا۔ اس سے حضرت والا کو ناگواری اور شکایت ہوئی کہ پہلے سلام نہ پہنچایا اب پہنچایا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تعلقات کا اثر ڈال کر مجھے اجازت دینے پر مجبور کرنا چاہتے ہیں۔ گویا میرا عذر لغو ہے یا میری راحت کا احساس نہیں۔ اگر ایسی ہی محبت ہے تو تھانہ بھون آ کر ملیں۔ میں نے خود ہی رعایت رکھی ہے کہ ایک دن عام ملاقات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ یوں اگر میں سب کو اجازت دے دوں تو اچھا خاصہ میلہ لگ جائے۔ میں یہاں اپنی ضرورت کے لئے آیا ہوں کسی کی طلب پر نہیں آیا۔ ایک مرتبہ منع کرنے پر قناعت نہیں ہوئی اب دوبارہ جتانے آئے ہیں۔

اس گفتگو کے بعد دیکھا تو نماز مغرب کا وقت آ گیا تھا' نماز مغرب پڑھی گئی۔ حافظ سخاوت علی صاحب نماز میں پہنچ گئے تھے۔ حضرت مولانا رسول خان صاحب نے بھی وہیں نماز ادا کی نماز کے بعد حضرت والا موٹر پر سوار ہو کر تفریح کے لئے تشریف لے گئے۔ واپس تشریف لا کر نماز عشاء پڑھی پھر کھانا کھایا گیا اور بستر استراحت پر تشریف لے گئے۔ آخر شب میں حسب معمول بیدار ہو کر معمولات ادا فرماتے رہے اور اس کے بعد نماز فجر کی جماعت ہوئی۔

جہانگیر اور نور جہاں کے مقبروں پر تشریف لے جانا

سہ شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۳۸ء

نماز فجر کے بعد ناشتہ کیا اور موٹر میں جہانگیر کے مقبرہ پر تشریف لے گئے نور جہاں کے مزار کو دیکھ کر فرمایا اول یہیں پر چلیے عوام تو اس کی قبر پر کم آتے ہوں گے۔ نور جہاں کی قبر پر ہوتے ہوئے جہانگیر کے مزار پر تھوڑی دیر ٹھہر کر دوسرے مقامات پر گھومتے رہے۔ لیکن تکان بہت ہو گیا درمیان میں ڈاکٹر صاحب سے کئی مرتبہ فرمایا کہ میں اب تھک گیا ہوں اور ہمت نہیں لیکن ڈاکٹر صاحب اصرار کر کے آگے بڑھاتے رہے یہ بھی دیکھ لیجئے یہ بھی دیکھ لیجئے فرمایا کہ بھائی لوٹ کر موٹر بھی پہنچنا ہے بالکل ہمت نہیں رہی آخر موٹر پر تشریف لائے اور سوار ہو کر جس وقت کوٹھی پر پہنچے ہیں فرمانے لگے آج تو بہت تھک گیا ہوں۔ خدام کو بھی اعضاء میں شکستگی اور چہرے پر تکان کا اثر محسوس ہوا آرام فرمانے کے لئے عرض کیا گیا

حضرت لیٹ گئے اور مولوی ظہور الحسن صاحب نیز مولوی سلیمان صاحب بدن دبانے لگے فرمایا کہ آج ڈاکٹر صاحب نے بہت ہی گھمایا بدن چور چور ہوگیا ہے خیال تھا کہ اگر تھوڑی دیر حضرت کو نیند آ گئی تو تکان میں کمی آ جائے گی۔ ابھی پندرہ ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ جناب مولوی شبیر علی صاحب ڈاک لے کر آ گئے خیال تھا کہ حضرت والا اس وقت ڈاک اٹھا کر رکھ دیں گے اس لئے کہ تکان زیادہ ہے تھوڑی دیر سونے کے بعد تحریر فرمائیں گے۔ آج ڈاک بھی جلد آ گئی تھی ڈاک نکلنے کا وقت شام کو چھ بجے تھا اور ابھی دس بھی نہیں بجے تھے۔ لیکن حضرت والا نے فوراً ہی ڈاک دیکھنا شروع کر دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئے پھر ایک مرتبہ سرسری طور پر دیکھ کر جوابات لکھنا شروع کر دیئے بدن دبوانا یا آرام کرنا کیسا۔ اللہ اکبر یہ ہمت یہ خاص عطیہ خداوندی ہے جو حضور کے لئے مخصوص ہے واقعی امت کی جس قدر خدمت حق تعالیٰ نے حضرت والا سے لی ہے وہ اس کا خاص انعام اور رحمت ہے۔

غرض تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھانے کا وقت آ گیا اور پھر کوئی وقت آرام کا نہ مل سکا۔ شب کو البتہ بدن دبایا جاتا رہا۔ اس وقت تک کافی تکان باقی تھا۔ تمام بدن دکھ رہا تھا۔ کمر مبارک شانے پنڈلیاں اور جہاں جہاں درد تھا حضرت والا بتاتے جاتے تھے وقت بہت گزرا۔ آخر نیند آئی اور معمول کے موافق آخر شب کو آنکھ کھلی معمولات ختم کئے گئے اور فجر کی نماز ادا ہوئی۔

چہار شنبہ ۳ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۴ مئی ۱۹۳۸ء

اب تو حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر عام ہوگئی۔ اہل شہر اوراوقات کے علاوہ زیادہ تر عصر کے وقت پروانہ وار کوٹھی کے گرد گھومتے نظر آتے تھے۔ لیکن اجازت صرف انہیں حضرات کو ہوتی تھی جن سے بے تکلفی تھی۔ جناب مولوی شبیر علی صاحب کے ہمشیر زادے مولوی قمر الحسن اور جناب مولوی ظفر احمد صاحب کے صاحبزادے مولوی عمر احمد صاحب تھانوی سلمہم بھی لاہور میں مقیم تھے یہ بھی حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی حاضر ہوئے اور برابر فرصت کے اوقات میں حاضری دیتے رہے۔

اسی دن جناب مولوی محمد حسن امرتسری نے حضرت والا سے اجازت طلب کی کہ اگر ارشاد ہو تو مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کو تشریف آوری کی اطلاع کر دوں' حضرت

اقدس نے مسکرا کر فرمایا کہ میں کیوں مناع للخیر بنوں۔ آپ چاہیں تو اطلاع دیدیں چنانچہ جناب مولوی محمد حسن صاحب نے ایک کارڈ کے ذریعے سے مطلع کر دیا کہ حضرت والا ڈاکٹر عزیز احمد جلال الدین صاحب کی کوٹھی پر مقیم ہیں آپ کو آ کر ملنے کی اجازت ہے۔ بشرطیکہ کسی اور کو اطلاع نہ دیں اور کسی کو ہمراہ نہ لائیں۔

آج کا دن گذشتہ ایام کی طرح روز مرہ کے معمولات کے موافق گزرا اور کوئی خاص امر ایسا نہیں ہوا جس کا خصوصیت سے ذکر کیا جائے۔

قلعہ جہانگیر پر تشریف لے جانا

پنجشنبہ ۴ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۵ مئی ۱۹۳۸ء

آج حضرت والا قلعے میں تشریف لے گئے لیکن قلعے کا صرف غربی حصہ ملاحظہ فرما کر واپس تشریف لے آئے آج ہی مولوی ظہور الحسن کے نام سہارنپور سے حاجی رحم علی صاحب کا خط آیا کہ حضرت والا کی واپسی کی تاریخ اور وقت سے مطلع کیا جائے اور سہارنپور میں میری طرف سے دعوت قبول فرمانے کی درخواست کی جائے۔ مولوی ظہور الحسن کے اطلاع کرنے پر ارشاد فرمایا کہ ابھی واپسی کی کوئی تاریخ متعین نہیں اور دعوت کے لئے اگر موقع ہوا تو منظوری کی اطلاع کر دی جائے گی۔

مولانا محمد حسن صاحب امرتسری کی طرف سے امرتسر تشریف آوری کی درخواست

ڈاکٹر صاحب نے بایمائے جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری یہ درخواست پیش کی کہ ایک روز کے لئے امرتسر تشریف لے جا کر سرفراز فرمائیں۔ فرمایا مشورے سے کوئی دن مقرر کر لیا جائے۔ یہ بھی دریافت کیا گیا کہ وہاں عام اطلاع کی جائے یا نہیں فرمایا اخفا کی ضرورت نہیں صرف ایک دن تو قیام ہی ہوگا نیز ذوقاً اہل امرتسر سے انس معلوم ہوتا ہے بخلاف لاہور کے جہاں کی یہ کیفیت ہے کہ موٹر سے گزرتے وقت عام سڑک پر جو لوگ نظر آتے ہیں ان کی ہیئت اور حال بتاتا ہے کہ وہ سمجھے ہوئے ہیں ''ہمچو ما دیگرے نیست'' اس

لئے یہاں کے عام لوگوں سے دل نہیں ملتا۔

بیعت اہلیہ مولانا محمد حسن صاحب امرتسری

جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کی اہلیہ صاحبہ نے جو لاہور آ گئی تھیں آج بیعت کی درخواست کی حضرت والا کو غالباً منجانب اللہ یہ محسوس ہوا کہ ان کو کچھ شبہات ہیں اور ابھی بیعت کا عزم صادق نہیں بیعت کی درخواست پر فرمایا کہ ابھی وقت نہیں پھر بوساطت جناب مولوی صاحب ممدوح ارشاد ہوا کہ ان سے کہئے کہ جو کچھ دریافت کرنا ہے دریافت کر لیں مگر اس طرح کہ آپ سے کہہ دیں اور مجھ تک آواز نہ پہنچے اور پھر جواب سن لیں چنانچہ انہوں نے کئی شبہات ظاہر کئے اور تسکین حاصل کی منجملہ ان کے ایک بات یہ بھی پوچھی کہ میں جو قرآن شریف کی تلاوت کرتی ہوں تو دل نہیں لگتا' لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ کوئی دوسرا سن رہا ہوگا۔ تو پڑھنے کا شوق زیادہ ہوتا ہے حضرت والا نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اس طرح سوچ کر پڑھا کیجئے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو سنا رہی ہوں۔ جناب مولوی محمد حسن صاحب کا بیان ہے کہ ان کلمات کو سن کر انہوں نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا اور کچھ دیر بالکل خاموش رہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر مولوی صاحب موصوف سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سینہ چیر کر اس میں کوئی چیز ڈال دی گئی ہے اب مجھ کو کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اس کے بعد مکرر درخواست بیعت پیش کی۔ اب حضرت والا نے بلا تامل بیعت فرما لیا اور جناب مولوی محمد حسن صاحب حضرت والا کے امرتسر تشریف لے جانے کے انتظام کے لئے امرتسر تشریف لے گئے۔

مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کی حضرت تھانویؒ کی خدمت اقدس میں حاضری

آج یعنی بروز پنج شنبہ جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کو جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کا وہ اطلاعی کارڈ جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے دو بجے سہ پہر کو جالندھر میں مل گیا۔ جناب مولانا خیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ میں ایک ضروری کام کے لئے مدرسہ سے مکان جانے والا تھا اس کارڈ کے دیکھتے ہی کچھ ایسی حیرت ہوئی جیسے کہ سکتہ ہو گیا ہو۔ سوچتا تھا کہ ا

اللہ مدت سے تو حضرت والا نے سفر ترک فرما دیا ہے اور آج کل گرمی شدت کی پڑ رہی ہے یہ خبر میں کیا پڑھ رہا ہوں مولوی محمد حسن صاحب کے خط کو پہچانتا تھا اس کی بھی تکذیب نہیں ہو سکتی تھی۔ آخر الامر جب تشریف آوری کا یقین آ گیا تو اتنے دنوں کی محرومی پر بے حد افسوس ہوا پھر دل کو تسلی دی کہ اب جو اطلاع دی یہ تیرا کونسا استحقاق تھا۔ یہ سب ان کا انعام ہے یہ سوچا کہ لاہور جانے والی گاڑی میں صرف آدھ گھنٹہ باقی ہے اگر مکان جانے کا ارادہ ترک کر کے فوراً لاہور چلا گیا تو اس میں قباحتیں ہیں ایک تو دل کام میں لگا رہے گا دوسرے مدرسے اور گھر والوں کا تردد ہوگا کہ کیوں اس قدر عجلت میں لاہور چلا گیا۔ اس سے کہیں حضرت والا کے قیام کا افشا نہ ہو جائے۔ اس لئے اس وقت مکان چلا گیا اور دوسرے دن جانے کا ارادہ کر لیا۔

مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری کی آمد

جمعہ ۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۳۸ء

آج صبح ہی حضرت والا بقیہ قلعہ یعنی مشرقی حصہ ملاحظہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قلعے تک حضرت والا کو پہنچا کر موٹر اسٹیشن لے گئے کیونکہ نو بجے کی گاڑی سے مولوی محمد حسن صاحب کی امرتسر سے واپسی کی اطلاع تھی اس عرصہ میں حضرت والا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قلعے کی سیر فرماتے رہے۔ قلعے کے متعین نگران نہایت تفصیل سے وہاں کی عمارت اس کے تمام حصوں اور وہاں کے عجائبات کی تاریخی حیثیت' تاریخی واقعات اور حالات بتاتے جاتے تھے تھوڑے ہی عرصے کے بعد موٹر واپس آ گیا لیکن دیکھا تو بجائے مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کے جناب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب نظر آئے مولانا نے بیان کیا کہ میں کوئٹہ جا رہا تھا سہارنپور میں حضرت والا کے لاہور تشریف لے جانے کا حال معلوم ہو گیا تھا' دل نے نہ مانا ایک روز کے لئے اتر پڑا کہ زیارت کر لوں تھوڑی دیر بعد وہاں سے واپسی ہو گئی۔

یو پی سوڈا واٹر فیکٹری میں ورود مسعود

راستے میں کچھ دیر کے لئے یو پی سوڈا واٹر فیکٹری میں تشریف لے گئے۔ حافظ سخاوت

علی صاحب نے چلتی ہوئی مشین اور کارخانہ دکھایا' اور پانی پیش کیا' اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے آئے' کھانا تناول فرمانے کے بعد چڑیا گھر کے قریب ایک غیر معروف مسجد میں نماز جمعہ پڑھی باہر سے آنے والے حضرات اور اہل لاہور جن کو حضرت والا کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا اس کے منتظر تھے کہ جمعہ کی نماز میں حضرت والا ضرور کسی مسجد میں تشریف لائیں گے زیارت ہو جائے گی۔ مگر حضرت والا نے تو ایسی مسجد کو منتخب فرمایا جہاں ان اصحاب کو گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

مولانا محمد حسن صاحب امرتسری اور حکیم عبدالخالق صاحب کی آمد

جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری نماز جمعہ کے بعد تشریف لے آئے۔ اسی روز جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری نے بھی جو حضرت والا کے مجاز طریقت ہیں حاضر ہو کر شرف زیارت حاصل کیا۔ اور قریب قریب تا قیام حضرت والا امرتسر سے روزانہ لاہور آتے اور واپس چلے جاتے تھے۔

محمد شفیع صاحب جو ڈاکٹر صاحب کے دانت بنانے کے کارخانہ میں ملازم ہیں اور جنہوں نے حضرت والا کے دانت بنانے میں نہایت اہتمام و کوشش اور محبت و خلوص سے کام کیا تھا محض محبت کے اقتضاء سے حضرت والا اور ہمراہیان حضرت کی دعوت کے لئے اصرار کر رہے تھے۔ حضرت والا نے منظور فرمایا اور وہ ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر کھانا تیار کرا کر لے آئے۔ جو نہایت ذوق سے کھایا گیا۔

مخلصین کی آمد

دیوبند اور سہارنپور کے طلباء کے خطوط نے پنجاب اور پشاور کے اکثر اضلاع میں حضرت والا کے لاہور تشریف لانے کی خبر کو مشتہر کر دیا تھا اس لئے چاروں طرف سے حضرت والا کے خدام بے تابانہ پہنچ گئے۔ جن میں سے بعض حضرات کے اسماء یہ ہیں۔

خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ اور حکیم محمد علی صاحب امرتسر سے' بشیر محمد صاحب

بی اے محافظ دفتر حاجی عبدالسلام صاحب اور ڈاکٹر محمد اسلم صاحب ہوشیار پور سے محمد افضل صاحب وکیل شاہپوری منڈی بہاؤالدین سے نور عالم صاحب ضلع گجرات سے۔
ان کے علاوہ بعض حضرات قصور، پٹھان کوٹ، ضلع گورداسپور، فیصل آباد، شیخوپور اور اطراف امرتسر سے آ گئے۔
جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری اپنی گذشتہ روز کی تجویز کے مطابق شام کو ایسے وقت ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی پر پہنچے کہ حضرت والا مغرب کی نماز، نوافل اور اوراد وغیرہ سے فارغ ہو کر بڑے کمرے کے اندر تشریف لا رہے تھے ادب سے سلام عرض کیا، حضرت والا نے انتہائی شفقت سے گلے لگالیا اور معانقہ فرمایا اور پھر مصافحہ سے فارغ ہوتے ہی ہنس کر فرمایا ''میں نے کہا، میں کیوں مناع للخیر بنوں'' حضرت کے ان شفقت آمیز الفاظ نے مولانا خیر محمد صاحب کے قلب میں عجیب کیفیت پیدا کر دی، مولانا نے عرض کیا کہ میں نے ابھی مغرب کی نماز نہیں پڑھی ہے فرمایا باہر صف ہے پڑھ لیجئے۔ نماز سے فارغ ہو کر جب مولانا خیر محمد صاحب اندر آئے اس وقت حضرت اقدس دودھ کا برف کھا کر فارغ ہوئے تھے مولانا سے فرمایا کہ آپ کے لئے بھی رکھی ہے آپ بھی کھایئے پھر ایک طالب علم کو مولانا کے ساتھ دیکھ کر فرمایا آپ بھی کھایئے۔
خواجہ محمد صادق صاحب شال مرچنٹ امرتسر نے جو حضرت والا کے مجاز صحبت بھی ہیں۔ مولوی ظہور الحسن صاحب کے ذریعے سے درخواست پیش کی کہ امرتسر تشریف آوری کے وقت ان کے مکان کو بھی حضور اپنے قدم مبارک سے شرف عطا فرمائیں حضرت والا نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ امرتسر پہنچنے پر یاد دلایا جائے اگر موقع ہوا تو دیکھا جائے گا۔
شنبہ کا روز بھی دوسرے دنوں کی طرح خیر و برکت کی فضا میں صرف ہو گیا اور یکشنبہ ۶ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق ۸ مئی کی صبح ہوئی۔

امرتسر کے لئے روانگی

نماز فجر پڑھ کر حضرت والا مع جناب مولوی شبیر علی صاحب ڈاکٹر صاحب مولوی محمد حسن

صاحب، حامد علی صاحب بذریعہ موٹر اور مولوی ظہور الحسن صاحب مع دیگر ہمراہیوں کے بذریعہ لاری امرتسر روانہ ہوگئے۔

ٹھیک آٹھ بجے حضرت والا مع ہمراہیان اور آٹھ بج کر دس منٹ پر لاری والے صاحبان جناب مولوی محمد حسن صاحب کے مکان پر امرتسر پہنچ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں زائرین کا ہجوم ہوگیا آنے والوں کا تانتا بندھ گیا، مولانا بہاء الحق صاحب قاسمی، مولوی محمد سلیمان صاحب، مولوی ابوالبیان داؤد صاحب (صاحبزادگان حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی ابوتراب صاحب کے علاوہ بہت سے علماء اور عمائد شہر موجود تھے۔ ہر ایک کو ملاقات اور زیارت کا موقع نصیب ہوا کیونکہ عام اجازت تھی لیکن افسوس کہ مکان بہت چھوٹا تھا مشتاقین پروانوں کی طرح ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے اور ملفوظات سننے کی کوشش میں ہمہ تن توجہ ہوکر علی رؤسہم الطیر کا منظر پیش کر رہے تھے مگر مجمع کا مجمع اندوہگین تھا کہ مکان کی تنگی کی وجہ سے ہم ملفوظات کے سننے سے محروم رہے جاتے ہیں۔

ایک لطیفہ

عرض کیا گیا کہ اہل امرتسر کی ایک خوش قسمتی تو یہ ہے کہ حضرت والا نے یہاں قدم رنجہ فرمایا ان کو عزت بخشی، دوسری خوش قسمتی یہ ہے کہ یہاں ملاقات کی عام اجازت دے دی گئی حالانکہ لاہور میں عام اجازت نہ تھی اس پر اول تو مزاحاً فرمایا کہ لاہور، لاحول اور امرتسر امرت بر سر اور پھر فرمایا کہ میں بھی مسئلہ مختلف فیہا بن گیا ہوں کہ امرتسر والے تو کہیں گے کہ بڑا خوش خلق ہے جو کسی کو ملاقات سے روکتا ہی نہیں اور لاہور والے کہیں گے کہ بڑا ہی سخت مزاج ہے کہ ملنے کی اجازت ہی نہیں دیتا حالانکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ لاہور میں کئی دن رہنا اور کام کرنا تھا اور امرتسر میں بجز ملاقات اور مصافحے کے کوئی کام ہی نہ تھا۔

خواجہ محمد صادق کے یہاں رونق افروزی اور بے انتہا مسرت کا اظہار

صبح کی چائے نوشی کے بعد سے یہ مجلس بارہ بجے ختم ہوئی، اس کے بعد کھانا تناول فرمایا،

ظہر کی نماز کے بعد پھر مجلس شروع ہوگئی عصر کے قبل حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ خواجہ محمد صادق کا مکان کتنی دور ہے اور کس وقت وہاں جانا مناسب ہے؟ ڈاکٹر صاحب اور دوسرے حضرات کے مشورے سے طے ہوا کہ نماز عصر مسجد نور میں پڑھی جائے اس کے بعد خواجہ صاحب کے مکان سے ہوتے ہوئے لاہور کی واپسی ہو چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب کے مکان سے عصر کے قریب روانگی ہوئی مسجد میں پہنچنے سے پہلے گاماں پہلوان کی درخواست پر چند منٹ کے لئے ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں سے قریب ہی حضرت مولوی نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار تھا۔ فاتحہ پڑھی مولوی محمد حسن صاحب نے عرض کیا کہ ان کو حضرت والا کی تشریف آوری اور زیارت کی بے انتہا تمنا تھی اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی مسرت کی کوئی انتہا نہ ہوتی پھر مسجد نور میں نماز عصر ادا کی اور بعد نماز موٹر میں سوار ہو کر کڑہ مہاسنگھ میں خواجہ محمد صادق کے مکان پر تشریف لے گئے۔

مولوی محمد حسن صاحب فرماتے ہیں کہ موٹر میں سوار ہوتے وقت ایک رئیس تاجر چرم نے مؤدبانہ مصافحہ کیا۔ ان رئیس صاحب کا بیان ہے کہ میں حضرت والا کے چہرہ مبارک پر بار بار نظر کرتا تھا مگر نظر نہ جمتی تھی۔ کیونکہ چہرہ اقدس پر اس قدر انوار تھے کہ نظر کو جمنے نہیں دیتے تھے۔ خدام حضور میں سے کون ایسا ہوگا جس کو یہ تمنا نہ ہو کہ حضرت والا کے مقدس قدموں سے اپنے مکان کو منور و مشرف دیکھے، لیکن ہر شخص کی یہ قسمت کہاں کہ یہ نعمت عظمیٰ اس کو حاصل ہو، خصوصاً جبکہ حضرت والا کے پیہم عذرات اور دیگر مجبوریوں نے برسوں یکلخت تھانہ بھون سے باہر سفر کو ہی روک دیا ہو تو ایسے شخص کو جو امرتسر کی بھی بعید مسافت پر رہتا ہو کیسے گمان ہوسکتا ہے کہ حضرت والا امرتسر ہی کو نہیں بلکہ اس کے مکان کو بھی شرف ورود بخشیں گے۔

خواجہ محمد صادق صاحب جن کے قلب کو خدائے بزرگ و برتر نے اپنے محبوبین کی محبت کی چاشنی سے لذت آشنا فرما دیا ہے اس پر کیف نظارے کی تاب نہ لا کر بزبان حال کہہ رہے تھے۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ان کی مسرت کی یہ حالت تھی کہ ضبط نہ ہوسکا۔ بیخود ہو کر چیخ اٹھے، حضرت والا نے تسلی و تشفی

فرمائی وہاں حضرت والا کے علاوہ حضرت کے ہمراہی اور اہل امرتسر پندرہ بیس کی تعداد میں اور بھی موجود تھے خواجہ صاحب نے پہلے سے اجازت حاصل کر کے برف اور لیمونیڈ وغیرہ کا انتظام کیا تھا' حضرت والا اور حاضرین سب نے لطف لے لے کر نوش کیا اس کے بعد دعا فرما کر باہر تشریف لے آئے موٹر موجود تھا سوار ہو کر ہالی بازار اور مسجد شیخ خیر الدین دیکھتے ہوئے لاہور روانہ ہو گئے۔

لاہور واپسی

مغرب کی نماز لاہور پہنچ کر پڑھی' مولوی ظہور الحسن صاحب نیز مولوی سلیمان صاحب رنگونی وہیں سے سہارنپور واپس ہو گئے۔ دوشنبہ' سہ شنبہ' ۸' ۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۹' ۱۰ مئی ۱۹۳۸ء ان دونوں دنوں میں لاہور ہی میں قیام رہا۔ بلکہ چہار شنبہ ۱۰ ربیع الاول کا دن بھی لاہور ہی میں گزرا امرتسر سے واپسی لاہور پر حضرت والا نے عام اجازت عطا فرما دی تھی ہر شخص حاضر ہو سکتا تھا پھر تو زائرین اور مشتاقین نے دل بھر کے دولت دیدار حاصل کی۔ فیوض و برکات سے مالا مال ہوئے اور اپنی دلی آرزو کو پورا کیا۔

لاہور کے زمانہ قیام میں حضرت والا نے علاوہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ نور جہاں اور جہانگیر کے مقبروں اور قلعہ کی دیگر مشہور تاریخی عمارتوں کے اور مقامات بھی ملاحظہ فرمائے' شالا مار باغ بھی تشریف لے گئے اور خانقاہ میاں میر قدس سرہ نیز شاہی مسجد کو بھی دیکھا اور بہت سی چیزوں کو ملاحظہ فرمایا۔ ہر چیز پر محققانہ نظر پڑتی تھی اور ہر مقام کے متعلق اظہار خیالات فرماتے جاتے تھے۔

حضرت والا نے لاہور میں علاوہ محمد شفیع صاحب کی دعوت کے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے دو اور دعوتیں بھی مختلف اوقات میں منظور فرمائیں ایک حافظ سخاوت علی صاحب کی اور دوسرے مولوی سید اللہ صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات کی وہاں خود تشریف لے جا کر خاصہ تناول فرمایا۔

جالندھر تشریف آوری کی دعوت

امرتسر جانے سے ایک روز قبل جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نے عرض کیا کہ حضرت والا نے جس سال سفر بند فرمایا ہے اس سال سفر بند کرنے سے قبل مدرسے کے جلسے

کے وقت جالندھر تشریف لانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ پھر اتفاق سے سفر بند کرنے کا عذر پیش آ گیا تو تحریر فرمایا تھا کہ اگر میں پنجاب کا سفر کر سکتا تو سب سے پہلے جالندھر آتا' اب حسن اتفاق سے حضور تشریف لے آئے ہیں اس لئے مؤدبانہ درخواست ہے کہ جالندھر تشریف لے چلیں اور وہاں کی سرزمین کو بھی سرفرازی کا شرف عطا فرمائیں۔ اس پر شفقت آمیز لہجے میں مسکراتے ہوئے فرمایا "کلام اللیل یمحوہ النہار" جی میرا بھی چاہتا ہے مولوی شبیر علی سے وقت دریافت کر لیا جائے جس میں سفر کا حرج نہ ہوتا ہو۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ بروز چہارشنبہ پانچ بجے شام کو لاہور سے ڈیرہ دون ایکسپریس پر سوار ہو کر ساڑھے آٹھ بجے شب کے جالندھر رونق افروز ہوں گے اور شب میں وہاں قیام فرما کر دوسرے روز یعنی پنجشنبہ ۱۱ ربیع الاول کی صبح کو نو بجے کی ریل سے سہارنپور روانہ ہو جائیں گے۔

اس رائے کے بعد حضرت والا سے اجازت لے کر مولانا خیر محمد صاحب دوشنبہ ۸ ربیع الاول کو جالندھر واپس گئے' گرمی کی شدت تھی مولانا موصوف نے صرف اس خیال سے کہ اگر ہجوم ہو گا تو حضرت والا کو تکلیف ہو گی کوئی خاص اہتمام نہیں کیا کہ جس سے تمام شہر اور گرد و نواح میں کافی اعلان ہو جائے دوسرے اعلان کی اجازت بھی نہیں حاصل کی' تیسرے عام دنیا دار طبقے کو حضرت والا سے تعارف تو تھا نہیں ان میں اعلان کرنا حضرت والا کی عظمت و شان کے منافی تھا۔ چوتھے اعلان عام کے بعد ممکن تھا کہ بعض ایسے آدمی بھی آ جائیں جن کی گفتگو یا طور طریقے سے حضرت والا کو تکلیف ہو' اس لئے صرف بعض خواص کو اطلاع دینے پر اکتفا کیا۔

لاہور کے زمانہ قیام میں شیخ محمد فاروق صاحب (متوطن لندن) کے بھائی شیخ شہید اللہ صاحب بھی جو بہاولپور سے بغرض زیارت حضرت اقدس تھانہ بھون گئے تھے اور یہ معلوم کر کے کہ حضرت والا لاہور تشریف لے گئے ہیں لاہور آئے اور وہیں سے شیخ محمد فاروق صاحب کو اپنے ہمراہ لے کر حضرت والا سے رخصت ہو گئے۔

امرتسر سے لاہور روانگی

حضرت والا لاہور سے چہارشنبہ ۱۰ ربیع الاول کو پانچ بجے شام کی گاڑی سے جالندھر

روانہ ہو گئے اہل لاہور کو حضرت کی مفارقت کا جس قدر صدمہ ہوا وہ ان کے قلوب سے پوچھیے۔ ان کو حاضری کا کافی موقع نہ مل سکا نہ وہ کچھ کہہ سن سکے۔ اس پر بھی صرف زیارت کو انہوں نے غنیمت جانا' دعاؤں اور برکتوں سے وہ بھی محروم نہیں رہے۔

لاہور سے روانہ ہوتے وقت کوشش کی گئی تھی کہ اسٹیشن پر ہجوم نہ ہو پھر بھی بہت سے لوگ آ گئے تھے آخر گاڑی روانہ ہو گئی۔

جالندھر میں ورود مسعود اور عظیم الشان استقبال

جالندھر میں حضرت والا کی سواری کے لئے محکمہ زراعت کے اسسٹنٹ ڈپٹی ڈائریکٹر کے موٹر کا انتظام کیا گیا تھا باوجود یہ کہ وہ دوسرے خیال و عقیدت و عمل کے آدمی ہیں لیکن اپنی محبت سے انہوں نے موٹر کو خود چلانا اپنے لئے موجب فخر خیال کیا۔ علاوہ مذکورہ بالا موٹر کے تین اور موٹر اسٹیشن پر موجود تھے اور ہر مالک موٹر اس کا متمنی تھا کہ حضرت والا میرے موٹر میں تشریف لے چلیں۔

استقبال کے لئے مجمع کی تعداد ہزاروں سے متجاوز تھی جس میں شہر کے تاجر' وکلاء' رؤسا' غرباء' علماء' طلباء اور ہر طبقے اور پیشے کے لوگ موجود تھے۔ علمائے مدرسہ رائے پور گوجران' علمائے مدرسہ جگراواں ضلع لودھیانہ' علماء و ملازمین مدرسہ ہوشیار پور' گڑھ شانکر' پھگواڑہ اور تواں شہر وغیرہ بکثرت آئے ہوئے تھے۔ معلوم نہیں ان لوگوں کو کہاں سے اطلاع ہوئی۔ بعض لوگ بیس بیس میل سے پا پیادہ چل کر آئے تھے۔ جناب مولانا خیر محمد صاحب کا بیان ہے کہ اس کو حضرت والا کی کرامت اور مقبولیت الہیہ کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ورنہ جالندھر کی تاریخ میں ایسا عام استقبال اور اژدھام یاد نہیں۔ مولانا موصوف فرماتے ہیں کہ مجھ کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ پنجاب کے مشہور پیر مولوی جماعت علی شاہ صاحب کی آمد پر مریدین کی طرف سے منادی کرائی گئی تھی اور ترغیب بھی دی گئی تھی مگر پندرہ بیس آدمیوں سے زیادہ پلیٹ فارم پر نہیں تھے۔

غرض گاڑی اسٹیشن جالندھر شہر پر ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے شب کے پہنچی۔ حضرت والا مع جناب مولوی شبیر علی صاحب' حامد علی صاحب' مولوی محمد حسن صاحب امرتسری' شیخ محمد صادق صاحب' محمد افضل صاحب وکیل' چودھری معراج دین صاحب' ٹرین سے اترے معلوم ہوا کہ نو تعلیم یافتہ طبقہ کچھ رسمی استقبال کرنا چاہتا ہے' حضرت والا نے گاڑی سے

اترتے ہی فرمایا میں کوئی لیڈر نہیں ہوں' ایک طالب علم ہوں میرے لئے کسی خصوصیت کی ضرورت نہیں۔ باوجود تکان اور سخت گرمی کے پلیٹ فارم پر کھڑے کھڑے ہجوم میں گھرے ہوئے آدھ گھنٹہ کے قریب مصافحے سے مشرف فرماتے رہے۔ بعض منتظمین نے ازخود ہجوم کو روکنے اور مصافحے کو بند کرانے کی بھی سعی کی لیکن حضرت والا نے کئی بار فرمایا۔ مت روکئے' نہ کوئی انتظام کیجئے' اگر انتظام منظور ہوتا' تو میں خود کر سکتا تھا' ایک نئے تعلیم یافتہ صاحب نے جو بوٹ سوٹ اور ہیٹ سے آراستہ تھے حضرت والا کے دست مبارک میں ہار دینا چاہے۔ حضرت مصافحہ فرما رہے تھے۔ حضرت نے ان کی طرف مخاطب ہو کر تیز لہجے میں فرمایا کہ صورت تو مہذبوں کی سی ہے لیکن کیا یہی تہذیب ہے؟ ایک مشغول شخص کے ہاتھ کو دوسری چیز میں مشغول کر دیا جائے اور پہلے سے فراغت کا انتظام نہ کیا جائے۔ اب حضرت والا پلیٹ فارم سے باہر تشریف لے آئے۔ باہر سڑک پر بھی زائرین کی کثرت تھی ان کو بھی مصافحے سے سرفراز فرمایا۔ پھر موٹر پر سوار ہوئے۔ جناب مولانا خیر محمد صاحب ہمراہ تھے۔ دیکھا تو وہی ہار موٹر میں پڑے ہیں فرمایا کہ ان نو تعلیم یافتہ صاحب کو اگر میں نہ روکتا' تو انہوں نے گلے میں ہار ڈالنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ یہ صحیح بھی تھا۔

مدرسہ خیر المدارس میں ورود مسعود

حضرت والا نے موٹر سے اتر کر جب مدرسہ خیر المدارس میں قدم مبارک رکھا تو تمام مدرسہ اور مسجد کو زائرین سے پر پایا۔ چونکہ نماز عشاء کی اذان ہو چکی تھی اس لئے فوراً وضو فرما کر نماز کی تیاری کی گئی بعد ازاں مدرسے کی چھت پر تشریف لے گئے وہاں سولہ سترہ صلحاء کے ساتھ جو مولانا خیر محمد صاحب کی طرف سے مدعو تھے کھانا تناول فرمایا۔ اس کے بعد اسی صحن میں استراحت فرمائی۔ تھوڑے سے فاصلے پر مولانا خیر محمد صاحب نے اپنی چارپائی بچھائی تھی۔ تاکہ حضرت والا کو آرام پہنچا سکیں۔ آخر شب میں حضرت والا نے استنجے اور وضو سے فارغ ہو کر نوافل پڑھیں' پھر صبح تک اوراد و معمولات اور منزل کلام مجید میں شغف رہا کیونکہ بحمد اللہ سفر و حضر کسی حالت میں حضرت والا کے معمولات میں فرق نہیں آنے پاتا' سبحان اللہ عجیب استقامت ہے۔

اوراد وغیرہ کوختم کر کے فجر کی سنتیں پڑھیں پھر نماز فرض مسجد میں کافی جہر اور عجیب لحن کے ساتھ پڑھائی قرات میں وہ کیف تھا جو بیان نہیں ہوسکتا' پہلی رکعت میں سورۂ تحریم اور دوسری میں سورۂ مرسلات تلاوت فرمائی۔

مستورات کوشرف بیعت

حضرت والا کا معمول ہے کہ سفر میں بجز خاص وجہ کے کسی مرد کو مرید نہیں فرماتے' ان مستورات کے لئے یہ شرط نہیں ہے اس کی وجہ حضرت والا یہ فرماتے ہیں کہ مستورات میں کوئی تصنع نہیں ہوتا۔ ان کی عقیدت میں پختگی اور استقلال ہوتا ہے ان کی طبیعتیں سادی اور محبت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں' برخلاف اس کے مردوں میں ان سب چیزوں کی کمی ہوتی ہے۔

یہاں حضرت والا مستورات کی درخواست پہلے ہی منظور فرما چکے تھے' اس لئے نماز فجر سے فارغ ہو کر مولانا خیر محمد صاحب سے ارشاد فرمایا پہلے اوپر چلنا چاہیے' چنانچہ چھت پر آ کر مستورات کو پس پردہ بیعت فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ اس پر مولانا خیر محمد صاحب نے عرض کیا کہ اندر کئی مستورات ہیں اور سب بیعت کی متمنی ہیں۔ فرمایا جنہوں نے اپنے شوہروں سے اجازت لے لی ہو وہ بیعت ہوسکتی ہیں ان کے علاوہ نہیں' چنانچہ اہلیہ مولوی خیر محمد صاحب مدرس' اور اہلیہ پیر جی عبداللطیف[1] صاحب کو بیعت فرمایا اور چند نصائح اور طریق عمل ارشاد فرمائے' پھر نوافل اشراق سے فارغ ہو کر مسجد میں جہاں زائرین کا مجمع تھا تشریف لے آئے' مجمع کی کثرت کی وجہ سے ہر شخص اٹھ کر یا کھڑا ہو کر زیارت کی کوشش کرتا تھا۔ اس لئے عرض کیا گیا کہ اگر کرسی پر حضور والا تشریف رکھنا منظور فرمائیں تو سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے بآسانی زیارت سے مشرف ہوسکیں گے۔ فرمایا یہ میری عادت کے خلاف ہے' اور منقول بھی نہیں البتہ بیان کی حالت میں تو منقول ہے' پھر تھوڑی دیر کے بعد مجمع کی اور کثرت دیکھ کر عرض کیا گیا' کہ اگر چارپائی کی اجازت ہو تو چارپائی منگوالی جائے فرمایا ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں یہ دیہاتی وضع ہے' نیز اس پر میں اکیلا نہ ہوں گا' دو چار اور بھی ہوں گے۔ ارادہ کیا گیا کہ اس پر کچھ بچھا دیا جائے اس سے منع فرمایا اور کھری چارپائی پر سرہانے کی طرف رونق

---

[1] سابق ناظم جامعہ اشرفیہ لاہور وخلیفہ مجاز حضرت مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہ

افروز ہو گئے۔ اور مولانا خیر محمد صاحب سے فرمایا کہ آپ اور مولوی محمد حسن صاحب دوسری طرف اسی چارپائی پر بیٹھ جایئے کیونکہ مجھے تنہا اونچا مجمع میں بیٹھے ہوئے شرم معلوم ہوتی ہے۔

ہدیہ دینے اور لینے کا اصول

اس کے بعد ایک نوجوان درزی نے ململ یا چکن کی ٹوپی کا ہدیہ پیش کیا' حضرت والا نے عذر فرمادیا' اس نے اصرار کیا تو حضرت والا نے نہ قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ ان رسمی پیروں اور مولویوں نے ہر شخص کے ہدیہ کو قبول کر لینے سے دین کو ذلیل کر دیا ہے حالانکہ ہدیہ کے لئے بھی شرائط ہیں۔ اول تو ہدیہ کی بنا ہے محبت' وہ بدوں کامل واقفیت اور بے تکلفی کی ملاقات کے ہو نہیں سکتی۔ دوسرے کسی کو سفر کی حالت میں اور بالخصوص مجمع میں ہدیہ دینا اس کی توہین و ذلت ہے' ہدیہ پیش کرنے والے کا ادب تو یہ ہے کہ دوسروں سے چھپا کر دے' بلکہ دے کر خود بھی فوراً علیحدہ ہو جائے اور ہدیہ لینے والے کا ادب یہ ہے کہ اس کو دوسروں پر ظاہر کر دے۔ اس میں ہدیہ کے بڑے چھوٹے ہونے کا اعتبار نہیں' صرف خلوص و محبت کا اعتبار ہے۔ چنانچہ آج میاں طور شاہ[1] نے مجھ کو دو پیسے اور مٹھی بھر ستو ہدیہ دیئے ہیں۔ جن کو میں نے بڑی خوشی سے تبرک سمجھ کر لیا ہے۔ دیکھئے اب اس میں ریا کیا ہو سکتی ہے"۔ پھر ہدیہ دینے والے کی طرف مخاطب ہو کر بطور ظرافت فرمایا کہ اگر ایسا ہی ہدیہ دینے کا شوق ہے تو تھانہ بھون میں آ کر پیش کرنا پھر بھی ہم لینے پر مجبور نہ ہوں گے' دل چاہے گا تو لے لیں گے' نہیں چاہے گا نہیں لیں گے" پھر مسکرا کر ارشاد کیا کہ "مزہ بھی جبھی آئے گا چار پیسے کی چیز اور چار روپیہ کرایہ۔"

ایک گھنٹے تک یا کچھ کم و بیش ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔ سب اہل مجلس کے لئے مقاصد حسنہ کے واسطے دعا مانگی گئی اور مجلس برخاست ہوئی۔

جالندھر سے سہارنپور کو روانگی

حضرت والا بالا خانے پر تشریف لے گئے' مولانا خیر محمد صاحب کی درخواست پر مولانا ممدوح کے چھوٹے صاحبزادے عبدالحق سلمہٗ کو پند نامہ عطار کی بسم اللہ کرائی گئی۔ پھر

---

[1] حضرت والا کے ایک مخلص خادم ۱۲ اوصل

مدرسے سے چل کر ریلوے روڈ پر تشریف لائے اور ایک چارپائی پر جلوہ فرما ہوئے۔ لوگ پندرہ بیس منٹ تک برابر مصافحہ کرتے رہے پونے نو بجے (صبح) اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ اور ٹرین پر سوار ہوئے۔ ٹھیک نو بجے گاڑی اسٹیشن جالندھر سے روانہ ہوئی۔ امرتسر کے بہت سے لوگ جو یہاں تک آئے تھے وہ اور جالندھر سے بہت سے خدام پھلواڑہ تک گئے یہ تھوڑا سا وقت سرزمین جالندھر کو ہمیشہ ہمیشہ یاد رہنے والا ہے۔ ان سے پوچھئے جنہوں نے اس وقت کا منظر دیکھا ان سے دریافت کیجئے جنہوں نے اس جلوہ کا مشاہدہ کیا ان کے قلوب سے معلوم کیجئے جن کو خوش قسمتی سے یہ بابرکت لمحات حاصل ہوئے۔

حضرت اقدس کی روانگی کے وقت مولانا خیر محمد صاحب کی عجیب کیفیت

جناب مولانا خیر محمد صاحب حضرت والا کو پہنچا کر جس طرح اور جس حالت میں واپس لوٹے ہیں اس کی کیفیت ان کا دل ہی بتا سکتا ہے۔ گھر پر آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ مستورات آبدیدہ ہیں خصوصاً ان کی اہلیہ تو اس قدر رو رہی ہیں کہ ضبط ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ سب حضرت والا کی شفقت و جذب عامہ کے کیف کا اثر تھا۔ دریافت کرنے پر مولانا خیر محمد صاحب کی اہلیہ نے کہا کہ دل تو یوں چاہتا ہے کہ حضرت والا اب ہمیشہ کے لئے یہیں رہیں۔ جب سے حضرت والا روانہ ہوئے ہیں کلیجہ نکلا جاتا ہے۔

مولانا خیر محمد صاحب اور دیگر حضرات کے تاثرات

مولانا خیر محمد صاحب فرماتے ہیں کہ جس مکان میں حضرت والا نے قیام فرمایا تھا بلا مبالغہ تقریباً ایک مہینے تک اس کے در و دیوار سے انوار محسوس ہوتے رہے۔ نیز ایک عالم حقانی نے (جو دوسرے شیخ سے ایک زمانے سے تعلیم سلوک بھی حاصل کر رہے ہیں) بیان کیا کہ حضرت کی نظر فیض اثر میں ایک نور اور رعب ایسا تھا کہ جب آپ کسی طرف مجلس میں نظر اٹھاتے۔ تو میرا کلیجہ بیٹھنے لگتا تھا اور دل میں خوف طاری ہو جاتا تھا۔ ایک اسکول ماسٹر نے بھی بعد میں کہا کہ میں حضرات دیوبند کے عقائد سے متنفر تھا لیکن حضرت والا کے چہرۂ

انور کی زیارت کرتے ہی تمام شکوک رفع ہو گئے۔ اور عقائد کی اصلاح ہو گئی۔ اب انہو ں نے حضرت والا کے مواعظ کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ مکاتبت بھی ہونے لگی ہے اور معاصی سے توبہ کر کے داڑھی بھی رکھ لی ہے۔

یہ ہیں وہ اثرات جو خاصان خدا کی مقدس صحبت ان کی بابرکت مجلس اور ان کی زیارت سے بغیر ان کے ارادے اور قصد کے ظاہر ہوتے ہیں۔ اہل طلب کے قلوب کی بہ یک نظر اصلاح ہو جاتی ہے اور ان کو پہلے ہی جام میں وہ کیف حاصل ہو جاتا ہے جو برسوں کی بادہ نوشی میں بھی ممکن نہیں اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے کیا سے کیا ہو جاتے ہیں۔ وصل

اول دور بزم میں آخر رنگ عیش دیکھ   شیشہ ہے پاش پاش سا' جام ہے چور چور سا

لدھیانہ اسٹیشن پر

اب گاڑی جالندھر اسٹیشن سے روانہ ہو چکی ہے۔ اور حضرت والا اپنے خادموں' پرخلوص عقیدت مندوں اور محبت رکھنے والوں کے جذبات کا اثر لیتے ہوئے اپنے ہمراہیوں سے اس کا تذکرہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ گاڑی لدھیانہ اسٹیشن پر پہنچی۔

مفتی محمد نعیم صاحب صدر کانگریس کمیٹی لدھیانہ کو حضرت والا کی تشریف آوری کی اطلاع ہو چکی تھی۔ انہوں نے عام اطلاع کر دی تھی اور ایسا انتظام کر دیا تھا کہ لدھیانہ اسٹیشن کا پلیٹ فارم زائرین ہی زائرین سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا' ہر شخص بیتابانہ زیارت کے لئے دوڑ رہا تھا۔ قریب پہنچنے کے لئے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتا تھا۔ ان عقیدت مندوں کے جذبات کا عجیب عالم تھا جو بڑھتا جا رہا تھا۔ حضرت والا وہی تیسرے درجے کے ڈبے میں جلوہ افروز تھے۔ مفتی محمد نعیم صاحب دیگر منتظمین اور تمام مخلص احباب نے عرض کیا کہ حضور والا چند منٹ کے لئے گاڑی کے باہر تشریف لے آئیں تا کہ زائرین اطمینان سے زیارت اور مصافحہ کر سکیں مگر حضرت والا نے اس کو منظور نہیں فرمایا' خیال تھا کہ اگر باہر آئیں گے تو اس ہجوم سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوگا۔ یہاں تک کہ گاڑی روانہ ہو جائے گی۔ یہ لوگ خوشامد اور روکنے کے لئے ہر امکانی کوشش کریں گے اور تمام انتظام سفر بے کار ہو جائے گا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ ان حضرات کا ارادہ بھی یہی تھا' غرض حضرت والا گاڑی ہی میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو مصافحے سے سرفراز فرماتے رہے۔ قریب

آدھ گھنٹہ کے گاڑی ٹھہری اور مصافحہ کرنے والوں کی تعداد ختم نہ ہوئی۔ تمام پلیٹ فارم بھرا ہوا تھا نہ معلوم کس طرح ان اہل محبت نے چھوڑا اور گاڑی روانہ ہوئی۔

مولوی ظہور الحسن صاحب کے امرتسر سے جانے کے بعد حضرت اقدس نے ایک والا نامہ بھیج دیا تھا جس میں تحریر تھا کہ "یاد آتا ہے آپ نے لاہور میں رحم علی صاحب کی طرف سے دعوت کے لئے کہا تھا اگر میری صحیح یاد ہے تو ان سے دعوت کی منظوری کے لئے اطلاع کر دی جائے تا کہ وہ انتظام کرلیں میں جمعرات کے روز چار بجے دن کے گاڑی سے سہارنپور پہنچوں گا۔ مولوی منفعت علی صاحب کے یہاں قیام ہوگا" چنانچہ رحم علی صاحب کو مطلع کر دیا گیا۔

سہارنپور میں ورُودِ مسعود

لدھیانہ سے روانہ ہو کر گاڑی چار بجے دن کے سہارنپور اسٹیشن پر پہنچی۔ لاہور سے سہارنپور تشریف لانے کی خبر عام ہو چکی تھی۔ خدام و معتقدین واپسی کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے روزانہ دریافت کرتے رہتے تھے کہ واپسی کب ہوگی؟ آخر خدا خدا کر کے وہ دن آ گیا کہ حضرت والا خدا کے فضل سے بعافیت سہارنپور رونق افروز ہوئے اسٹیشن پر استقبال کے لئے کافی مجمع موجود تھا۔ جناب مولانا حافظ عبداللطیف صاحب سابق ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور مولوی منفعت علی صاحب، مولوی ظہور الحسن صاحب مولوی سلیمان صاحب رنگونی مولانا فیض الحسن صاحب اور تمام احباب و خدام حاضر تھے۔

اسٹیشن سے روانہ ہو کر براہ راست مولوی منفعت علی صاحب ایم، ایل اے ایڈووکیٹ سہارنپور کے مکان پر برکت افزاء ہوئے۔ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر شربت نوش فرمایا۔ عصر کی نماز پڑھی، وہاں سے تھوڑی دیر کے لئے نواب احمد علی صاحب کی درخواست پر ان کے مکان پر تشریف لے گئے، اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم قدیم میں قدم رنجہ فرمایا جناب مولانا عبدالرحمان صاحب کامل پوری (خلیفہ اقدس حضرت مدظلہم العالی) وصدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم اور مولوی اسعد اللہ صاحب (خلیفہ حضرت اقدس مولانا تھانویؒ وسابق ناظم مظاہر العلوم سہارنپور) کے بچوں سے مزاح فرماتے رہے۔ جناب ناظم صاحب اور دیگر حضرات سے گفتگو ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت قریب آ گیا، ارشاد ہوا کہ نماز

کا وقت قریب ہے ذرا استنجا سے فارغ ہولوں۔ جب حضرت والا بیت الخلاء کی جانب تشریف لے چلے تو ایک طالب علم ذوق وشوق میں مصافحے کے لئے بڑھا' اور اپنے ہاتھوں کو حضرت کے دست مبارک سے ملایا' حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ یہ وقت مصافحے کا نہیں' جناب ناظم صاحب کو اس حالت میں مصافحہ کرنا اور حضرت والا کو خوامخواہ پریشان کرنا بے حد ناگوار ہوا۔ چنانچہ موصوف سے نہ رہا گیا اس طالب علم کے ایک چپت رسید فرمائی۔ حضرت والا کو اس پر بہت رحم آیا اور فرمایا ایسا نہ کیجئے۔ بیچارہ محبت سے مجبور ہے' پھر وہیں فریضہ مغرب ادا فرما کر مولانا فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور کے مکان پر کھانا تناول فرمانے تشریف لے گئے' واپسی میں سہارنپور آنے کے بعد مولوی ظہور الحسن صاحب نے اطلاع کر دی تھی کہ رحم علی صاحب نے دعوت کا انتظام کیا ہے' مگر مولوی منفعت علی صاحب کو افسوس ہے کہ میں اس سعادت سے محروم رہا جاتا ہوں حضرت والا نے ارشاد فرمایا منفعت پر رحم مقدم ہے' بہر حال دعوت کرنے والوں نے آپس میں طے کر لیا اور مولانا فیض الحسن صاحب کے نام قرعہ پڑا اور انہیں کے یہاں سے کھانا تناول فرمایا۔

سہارنپور سے تھانہ بھون کو روانگی

اس کے بعد سہارنپور کی چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر تشریف لے گئے چھوٹے اسٹیشن کے قریب والی مسجد میں نماز عشاء کی امامت فرمائی تکبیر کے بعد مولوی اسعد اللہ صاحب سے فرمایا کہ اعلان کر دیجئے میں مسافر ہوں صرف دو رکعتیں ادا کروں گا۔ مقیمین اپنی نماز پوری فرما لیں' مولوی اسعد اللہ صاحب نے اعلان فرما دیا اور کافی جماعت کے ساتھ نماز ادا کی گئی۔

چھوٹی لائن پر محبین کا ہجوم

یہاں بھی ہجوم بہت زائد تھا۔ ایک بڑی جماعت نے تھانہ بھون تک ہمرکاب جانے کی سعادت حاصل کی۔ اس اسٹیشن پر بھی غالباً جناب حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور جناب مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم مولانا فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور مولوی منفعت علی صاحب ایم ایل اے ایڈوکیٹ سہارنپور مدرسین و طلبائے مدرسہ مظاہر العلوم اور شہر کے عمائدین ورؤسا نیز ہر طبقے اور پیشے کے اصحاب موجود تھے۔

تھانہ بھون میں واپسی

حضرت والا نے گاڑی میں بیٹھ کر دست مبارک کھڑکی سے باہر نکال لئے تھے اور حاضرین انتہائے عقیدت سے دست بوسی اور مصافحے کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ گاڑی روانہ ہوئی۔ اور گیارہ بجے شب کے بعد حضرت والا خدا کے فضل و کرم سے بعافیت تمام رونق افروز تھانہ بھون ہوئے اور اس طرح یہ تیسرا اتفاقی سفر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ فالحمدللہ علی ذالک

چند ملفوظات

اس سفر میں بھی برابر ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن افسوس ہے کہ کسی نے قلمبند کرنے کا خیال نہیں کیا ورنہ خلق اللہ کے لئے ایک مفید ذخیرہ جمع ہو جاتا۔

راقم الحروف نے جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری' جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری' جناب مولوی اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (خلفائے حضرت اقدس مدظلہم العالی) اور جناب مولوی ظہور الحسن صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سے باصرار عرض کیا کہ جو کچھ یاد آئے لکھوا دیجئے۔ یا خود تحریر کر دیجئے اور اس کی اہمیت بیان کی اس وقت ان حضرات کو بھی اس اہتمام نہ کرنے کا صدمہ ہوا پھر بھی اپنی یاد پر بہت زور دیا۔ جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری اور جناب حکیم عبدالخالق صاحب امرتسری کے ذہن میں چند باتیں آئیں جو روایت بالمعنی کے طور پر درج ذیل کی جاتی ہیں۔

جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری کا بیان ہے کہ لاہور کے قیام میں ایک روز فرمایا:۔

محبت و بغض میں اعتدال

(۱) شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عالم سے مخالفت تھی' وجہ مخالفت یہ تھی کہ ان عالم صاحب نے ان کے پیر حضرت ابو مدین رحمۃ اللہ علیہ کا رد کیا تھا' شیخ اکبر کو عالم خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تجھ کو فلاں عالم سے بغض ہے عرض کیا جی حضور' اس واسطے کہ ان کو میرے شیخ

ابومدین سے بغض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عالم کو ہم سے محبت ہے یا نہیں؟ عرض کیا' ہے۔ اُس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب اس میں دونوں تعلق ہیں تو کیا وجہ تم نے اپنے شیخ کے بغض کے سبب سے تو اس سے بغض رکھا اور ہماری محبت کی وجہ سے اس سے محبت نہ کی اس تعلق کا کیا حق ادا کیا؟ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ بیدار ہو کر اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے۔ اور فوراً ان عالم صاحب کے پاس جا کر معافی طلب کی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ان عالم صاحب نے حضرت ابومدین رحمۃ اللہ علیہ سے معافی طلب کی حضرت والا نے اس واقعے کو بیان فرما کر فرمایا کہ مجھ کو اس سے بیحد نفع ہوا' غصے اور رنج میں اعتدال ہو گیا۔

ابلیس سے مناظرہ کی ممانعت

(۲) ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوسہلؒ اور ابلیس کا ایک دفعہ باہمی مناظرہ ہوا۔ ابلیس نے کہا تم خواہ مخواہ مجھ پر لعنت ملامت کرتے ہو حالانکہ میں تو مرحوم ہوں۔ اس واسطے کہ میں شے ہوں اور ہر شے پر حق تعالیٰ کی رحمت محیط ہے' حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "ورحمتی وسعت کل شئی" حضرت ابوسہلؒ نے جواب دیا کہ تو مرحوم نہیں اس لئے کہ اس کے بعد تو قید ہے "فسا کتبھا للذین یتقون (الایۃ) ابلیس بولا کہ قید تو مخلوق کے لئے ہے حق تعالیٰ قیود سے پاک ہے' ابوسہلؒ خاموش ہو گئے۔ اور جواب نہیں دیا اس کے بعد انہوں نے اپنے متعلقین سے وصیت فرمائی کہ ابلیس سے مناظرہ ہرگز نہ کیا جائے۔

اس بیان کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ ابلیس نے ان کے ذہن میں تصرف کر دیا تھا' جس کی وجہ سے جواب کی طرف ان کا ذہن منتقل نہ ہو سکا۔ پھر فرمایا حق تعالیٰ نے مجھ کو اس کا جواب القا فرمایا ہے رحمت کے دو رخ ہیں۔ ایک حق تعالیٰ کی طرف' وہ اتصاف ہے اور دوسرا مخلوق کی طرف' وہ تعلق تصرف و ظہور ہے۔ اور قید ظہور کے ساتھ ہے۔ اول یعنی اتصاف میں اطلاق ہے تو اس بناء پر ابلیس قابل لعنت ہی رہا۔ مرحوم نہ ہوا۔ لیکن میں وصیت وہی کرتا ہوں جو حضرت ابوسہلؒ نے کی تھی کہ ابلیس سے مناظرہ نہ کیا جائے۔

اس بیان کے وقت سامعین کی عجیب کیفیت تھی۔ یہاں تک کہ دوسرے وقت خود

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ مولوی سلیمان' اور مولوی داؤد تو اس قدر محو و مصروف تھے کہ اپنی خوشی کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے۔

جس چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو اس میں نور رہوتا ہے

(۳) لاہور میں ایک رات کو موٹر پر تفریح کے لئے تشریف لئے جا رہے تھے تو ہر طرف بجلی ہی بجلی کی روشنی' اس کی کثرت اور اس کی قطار نظر آئی' اس پر فرمایا کہ "اس روشنی میں ظلمات ہیں کیونکہ اس کو حق تعالیٰ سے انتساب نہیں" روشنی سے گزر کر جب کھلے میدان میں اندھیرا آیا تو فرمایا کہ "اس ظلمت میں نور ہے"۔

اب جناب حکیم بعد الخالق صاحب امرتسری کی روایت کے مطابق چند واقعات بغرض افادہ عام درج کئے جاتے ہیں خدا کرے مفید ثابت ہوں۔

بدنگاہی کا علاج

(۱) لاہور کے قیام کے زمانے میں ایک شخص کا خط آیا اس میں لکھا تھا۔ کہ نامحرم سے نظر کو روکنے میں بہت ہی تنگی اور گھٹن ہوتی ہے۔ گو بہت روکتا ہوں مگر نظر اٹھ ہی جاتی ہے۔ اس پر تحریر فرمایا کہ اب تم یہ دیکھ لو کہ یہ آسان ہے' یا عذاب جہنم؟ اور اس پر کہ نظر اٹھ ہی جاتی ہے تحریر فرمایا "کیوں جھوٹ بولتے ہو"۔

بیعت کے اصول

(۱) امرتسر جس روز تشریف لائے عام ملاقات کی اجازت تھی' ہر طرح کے لوگ زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس مجمع عام میں حضرت والا یوں معلوم ہوتے تھے جیسے ستاورں میں چاند۔

اور اسی وقت یہ فرمایا کہ "لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں بیعت میں تنگی کرتا ہوں حالانکہ بعض لوگ جب میرے پاس آتے ہیں ان کے آتے ہی پہلی درخواست پر بیعت کر لیتا ہوں۔" اور بعض کے متعلق دل چاہتا ہے کہ یہ درخواست کریں اور بعض سے طبیعت مدت تک رکی رہتی ہے۔ اس سارے معاملہ میں دراصل دو اصول میرے مدنظر ہیں ان کے بغیر بیعت کا سا اہم تعلق ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک تو میں اخلاص دیکھتا ہوں دوسرے فہم صحیح جس شخص میں ان

دونوں باتوں کا پہلی ملاقات میں مجھے علم ہو جائے میں اس کو بیعت کرنے سے انکار نہیں کرتا اور جس میں مدت تک بھی یہ باتیں مجھے معلوم نہ ہوسکیں اس سے انکار ہی ہوتا رہتا ہے۔

جذبات کی رعایت

(۴۳) لاہور میں چونکہ حضرت والا کا قیام دانت بنوانے کی غرض سے تھا اس لئے نئے لوگوں سے ملاقات نہیں فرماتے تھے۔ تاکہ ہجوم ہونے سے اصل مقصد میں رکاوٹ نہ ہو۔ صرف ان لوگوں سے ملاقات فرماتے تھے جن کو پہلے سے تعلق تھا اور اس وجہ سے لوگ بہت دور دور سے بھی آ کر ملاقات سے شرف یاب نہ ہو سکے۔ چنانچہ ایک عجیب واقعہ میرے سامنے پیش آیا اس سے معلوم ہوگا کہ حضور کو آنے والے کے جذبات کی کس قدر رعایت تھی۔

ہوشیار پور سے دو شخص ملنے آئے ایک تو حضرت سے متعلق تھے اور دوسرے بالکل نئے۔ مگر تھے معتقد اور صاحب فہم' دونوں نے باہر سے رقعہ لکھا جس میں ملاقات کی درخواست تھی اور ایک ہی کاغذ پر دونوں کی علیحدہ علیحدہ درخواستیں تھیں۔ حضرت والا کے اصول کے مطابق اس کو اجازت ملنا چاہیے تھی جو حضرت سے متعلق تھا دوسرے کو نہیں' حضرت والا نے مولوی محمد حسن صاحب کو وہ پرچہ عنایت فرما کر ارشاد کیا کہ ایک کو اجازت ہے مگر اس بات کو دوسرے کے سامنے نہ کہیئے گا جب دوسرا چلا جائے تب پہلے کو اجازت سے مطلع کر دیجئے گا۔ اور اگر دونوں چلے جائیں تو کچھ نہ کہیں کیونکہ اس واقف نے اپنی درخواست کو ناواقف کی درخواست کے ساتھ کیوں لکھا' چنانچہ مولوی محمد حسن صاحب بار بار دیکھنے آتے اور ناواقف کو اس کے پاس دیکھ کر واپس ہو جاتے۔ جب ناواقف انتظار کر کے چلا گیا تب اس کو اس حکم سے مطلع کیا گیا''۔

سبحان اللہ دوسرے شخص کی دل شکنی کی کس قدر رعایت کی گئی۔ اور اس دوسرے شخص کو جب معلوم ہوا کہ میرے بعد اس کو اجازت ہوگئی اور اتنی دیر صرف میری رعایت کی وجہ سے اجازت مخفی رکھی گئی وہ بے حد مسرور ہوا۔ اس اصول پر عمل کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک معمولی شخص جس سے پہلے سے واقفیت ہے حضرت والا سے ملاقات کر سکتا تھا اور ایک بڑے مقتدر شخص یا موقر عالم کو جن سے واقفیت نہ تھی یا جن کا معاملہ حضرت والا سے صاف نہ تھا ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔

اہل امرتسر کے ساتھ شفقت کا برتاؤ

(۴) امرتسر جانے سے قبل متعدد بار فرمایا۔ کہ مجھے امرتسر کے لوگوں سے محبت کی بو آتی ہے اور لاہور میں تو بجز الحاد اور دہریت کے کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ لاہور سے واپسی میں جب حضرت والا کی گاڑی امرتسر اسٹیشن پر پہنچی تو لوگوں کو قصداً اس کی اطلاع نہیں کی گئی تھی کیونکہ ہجوم سے حضرت والا کو تکلیف ہوتی ہے تاہم مجمع کافی ہو گیا۔ گاڑی ٹھہرتے ہی بعض لوگ اس ڈبے میں داخل ہو گئے۔ جس میں حضرت والا رونق افروز تھے اور حضرت والا کے داہنے دست مبارک سے مصافحہ شروع کر دیا۔ اور جو باہر رہے انہوں نے بائیں دست مبارک کو کھڑکی میں سے لے کر چومنا شروع کیا۔

جناب حکیم عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے پانی پیش کیا تو فرمایا میں کس طرح پیوں، دونوں ہاتھ تو رکے ہوئے ہیں اس پر اصرار داہنا دست مبارک گاڑی کے اندر سے خالی کرایا گیا حضرت والا پانی بھی پیتے رہے اور مشتاقین سے مصافحہ بھی فرماتے۔ کسی کو بھی منع نہیں فرمایا۔ یہ نتیجہ تھا اصحاب امرتسر کے خلوص کا، جس کے باعث حضرت والا پر اس تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ حضرت والا کے تشریف لے جانے کے بعد کئی دن تک بازاروں میں لوگ تذکرہ کرتے رہے کہ ہم تو ڈرتے تھے مگر حضرت والا نے ایسی عام شفقت فرمائی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت والا بھی اہل امرتسر کی محبت سے متاثر تھے

جناب حکیم عبدالخالق صاحب نے حضرت والا کی خدمت مبارک میں لکھا کہ ''اہل امرتسر حضور کی عنایت عامہ سے بہت خوش ہیں'' اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ ''میں خود ان کی محبت سے بے حد متاثر ہوں۔''

اب یہاں سے میں لاہور کے سفر کا تذکرہ ختم کرتا ہوں۔ اور اس سفر کے واقعات شروع کرتا ہوں جو اس تمہید کا مقصود اصلی ہیں۔

سفرنامہ لکھنؤ

لکھنؤ کا سفر جو صرف معالجے کی غرض سے ہوا' مختلف وجوہ سے حضرت والا کے سوانح حیات میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اولاً اس وجہ سے کہ گذشتہ پندرہ سال کے طویل عرصے میں اول تو کہیں سفر ہی نہیں فرمایا اور جو تین سفر اتفاقیہ ہوئے بھی ان میں کسی جگہ اتنا قیام نہیں فرمایا۔ سہارنپور کے دو سفر تو ہمروزہ واپسی پر مشتمل تھے۔ اور لاہور میں کم وبیش صرف دو ہفتہ قیام ہوا تھا۔

لکھنؤ کا فخر

یہ فخر لکھنؤ ہی کو حاصل ہے کہ وہاں تقریباً ڈیڑھ ماہ تک انوار و برکات کی بارشیں ہوتی رہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ حضرت والا نے تمام اہل شوریٰ کی رائے کے ساتھ دوسرے مقامات کے مقابلے میں معالجے کے لئے لکھنؤ ہی کو پسند ومنتخب فرمایا اور سخت علالت کی حالت میں لکھنؤ اور اہل لکھنؤ پر اعتماد کیا گیا۔ تیسرے اس وجہ سے کہ لکھنؤ کی آب و ہوا حضرت والا کے مزاج اقدس کے موافق آئی۔ لکھنؤ میں پہنچتے ہی بغیر کسی دوا کے استعمال کے طبع مبارک میں تقریباً وہ نشاط' شگفتگی' اور بشاشت نمودار ہونے لگی' جو حالت صحت میں رہتی تھی چوتھے اس وجہ سے کہ گو اس کے قبل بھی حضرت والا کے اقدام میمنت التیام نے سرزمین لکھنؤ کو شرف و اعزاز بخشا ہے لیکن خدام کے علاوہ عقیدت مند حضرات پر انس ومحبت کی ارزانی فرمائی گئی۔ اس سے قبل اس کا عشر عشیر بھی اثر نہ تھا۔ حتیٰ کہ کانپور جو طویل قیام کی وجہ سے یک گونہ حضرت والا کے وطن مالوف ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس خاص توجہ اور مورد محبت ہونے میں لکھنؤ سے کہیں پیچھے رہ گیا۔ فکفی بہ' فخرا او افتخارا او مباهاة و ابتهاجا ورسب سے زیادہ فخر کی بات تو یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لکھنؤ

ہی میں صحت کاملہ عطا فرمائی۔ اور اس سخت مرض اور خطرے سے نجات بخشی۔ جس کی وجہ سے ہر شخص پریشان ہورہا تھا۔ حضرت والا بار بار فرماتے ہیں

''میں نے مجبوریوں کی وجہ سے اہل لکھنؤ سے بے اعتنائی کی' ملاقات میں پابندیاں عائد کردیں' ظاہراً سختی کا برتاؤ کیا' مصافحے تک کی اجازت نہیں دی اس پر بھی ان حضرات نے جس محبت اور خلوص کا برتاؤ میرے ساتھ کیا ہے اس کو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ اور اب اکثر لکھنؤ یاد آتا ہے''

اگر ناسازی مزاج کی حالت نہ ہوتی اور حکماء و ڈاکٹر صاحبان سخت ممانعت نہ کرتے تو حضرت والا کا کریمانہ اخلاق کسی طرح مانع نہ ہوتا۔ ایسے اہم امور ہیں جن کی وجہ سے لکھنؤ کا سفر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور مدت دراز تک آسانی سے بھلایا نہیں جاسکتا۔

مرض کا حملہ

واقعہ یہ ہے کہ شنبہ ۱۱ جون ۱۹۳۸ء کا دن گزرنے کے بعد ۱۲ جون ۱۹۳۸ء کی شب میں دو بجے کے وقت حضرت اقدس پیشاب کے لئے اٹھے' استنجا پاک کرکے کھڑے ہونے کا قصد فرمایا کہ ایک دم سے دماغ خالی معلوم ہوا اس کے بعد بیہوش ہوگئے۔ اب جب ہوش آیا تو اپنے کو زمین پر پڑا پایا اس لئے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کھڑے کھڑے گرے یا بیٹھے بیٹھے بیہوش ہوگئے۔ گرنے کی وجہ سے داہنی پسلی سر اور کہنی میں چوٹیں آگئیں' جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ غالباً کھڑا ہونے کے بعد گر کر بیہوش ہوئے کیونکہ چوٹیں سخت تھیں۔ پھر اجابت معلوم ہوئی اب ہوش آگیا تھا لیکن نقاہت بے حد تھی بمشکل تمام خود اٹھ کر بیت الخلاء تشریف لے گئے ابھی تک کسی کو اطلاع نہیں۔

دوسروں کی تکلیف کا خیال حالت مرض میں

اور حضرت والا کا معمول بھی ہے کہ جب تک خود کوئی کام کرسکیں یا انتہائی مجبوری نہ ہو اس وقت تک کسی کو مطلع نہیں فرماتے۔ دوسرے کی تکلیف کا بے حد خیال اور لحاظ رہتا ہے اور یہی وجہ تھی جو اس وقت بھی مانع ہوئی حضرت والا نے بیت الخلاء جانے کا قصد تو فرمایا لیکن برابر خوف رہا کہ کہیں اندر گر نہ جاؤں مگر خدا کا شکر ہے کہ جب تک فراغت نہ ہوگئی چکر تک محسوس نہیں ہوا۔ رفع حاجت کے بعد بیت الخلاء سے باہر قدم رکھتے ہی اس قدر

ضعف محسوس ہوا کہ ایک قدم اٹھانا مشکل ہو گیا' مجبوراً وہیں زمین پر بیٹھ گئے اور جب بیٹھا بھی نہ گیا تو وہیں زمین پر لیٹ گئے کچھ دیر بعد ہمت کر کے نماز کے چبوترے پر جو اس جگہ سے قریب ہی تھا جا کر لیٹ گئے۔ اب ہوش تو تھا مگر طاقت نہ تھی اسی حالت میں خود اپنی نبضیں دیکھیں' نبضوں کا پتا نہ چلتا تھا' تمام بدن سرد تھا اور پسینے پر پسینا آ رہا تھا جب اس حالت میں قدرے افاقہ ہوا تو بمشکل تمام اپنے پلنگ پر پہنچے چونکہ اس گرنے اور زمین پر لیٹنے میں تمام مٹی وغیرہ لگ گئی تھی اور طبیعت بیحد منغض تھی اس لئے بمجبوری جناب[1] چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا کو آواز دے کر جگایا۔

حالت مرض میں بھی اصول کا خیال

اللہ اللہ ایسی حالت میں بھی یہ خیال کہ کسی کو تکلیف نہ ہو خود ہی خداداد ہمت سے کام لیتے رہے' لیکن اب چونکہ اس ناگہانی اور نامعلوم دورے کا اثر پورا ہو چکا تھا طاقت بھی کم ہو گئی تھی اور مٹی وغیرہ لگ جانے سے طبیعت میں ناقابل برداشت انقباض بھی تھا اس لئے دوسروں کے جگانے کی ضرورت ہوئی تاکہ پانی کا انتظام ہو جائے تو غسل کیا جائے اور اس خیال سے کہ گرم پانی کرنے میں اس وقت زیادہ تکلیف ہو گی ٹھنڈے پانی ہی سے غسل کرنے کے لئے تیار ہو گئے کیا ایسی نظیر ایسی ہمت کی مثال کوئی دوسری پیش ہو سکتی ہے۔

طہارت کا خیال حالت مرض میں

اس انتہائی ضعف اور ایسے سخت دورے کی حالت میں بھی یہ خیال کہ کہیں بدن پر کوئی چیز ایسی نہ لگ گئی ہو جو ناپاک ہو ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہ فرمایا کہ بدن کو پاک کر کے اطمینان نہ کر لیا جائے خواہ غسل نقصان ہی کیوں نہ کرے۔ یہاں تک کہ ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے مگر گھر میں اصرار کر کے پانی گرم کر دیا اور اسی وقت اور اسی ضعف کی حالت میں غسل فرما کر لیٹ گئے۔ اس وقت ضعف نیز لاعلمی کی وجہ سے پوری کیفیت بھی ظاہر نہ فرما سکے۔ اس نازک حالت' شدید ضعف اور دورے کے وقت بھی اصول و انتظام کا

---

[1] بفضلہ تعالیٰ مرحومہ ابھی تک بقید حیات ہیں اور لاہور میں تشریف فرما ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرما دیں اور مزید دراز فرما دیں (آمین) ش

برابر خیال رہا یہاں تک کہ استنجے سے فارغ ہونے کے بعد باوجود انتہائی نقاہت کے لوٹا جہاں رکھا تھا وہیں رکھا' پانی جس گھڑے سے لیا تھا اس کو دیکھ لیا کہ ڈھکا ہوا ہے یہ نہیں کیا جہاں استنجا کیا تھا لوٹا وہیں چھوڑ کر تشریف لے آتے' یا گھڑا کھلا ہوا رہتا۔

عزیزوں کی راحت وآرام کا خیال

جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا نے بے حد پریشان ہو کر چاہا کہ عزیزوں کو اس واقعے کی اطلاع کردی جائے مگر حضرت والا نے محض اس لئے کہ ابھی رات باقی ہے تکلیف ہوگی کسی کو خبر نہیں کرنے دی۔ حالانکہ پسلی سر اور کہنی میں جہاں چوٹیں لگی تھیں کافی تکلیف تھی۔ پھر بھی چند اعزاء کو خبر ہو ہی گئی اور جناب مولانا ظفر احمد صاحب' جناب مولوی شبیر علی صاحب' حافظ ناظر حسن صاحب اور جناب پیر جی ظفر احمد صاحب (حضرت والا کے خسر صاحب) اور ان کی اہلیہ صاحبہ نماز فجر سے پہلے پہنچ گئیں۔

صبح کو بعد نماز تو سب ہی کو اطلاع ہوگئی دیکھا تو پسلیوں پر نیل پڑے ہوئے ہیں کہنی پر خراش ہے سر میں دو جگہ گومڑے پڑے ہیں چہرہ مبارک پر ورم ہے۔ اور ضعف کی تو کوئی انتہا نہیں۔ اسی وقت حکیم انوار الحق[1] صاحب کو بلایا گیا انہوں نے نبض وغیرہ دیکھ کر تبخیر معدہ تجویز کرکے چند اجزا ہاضم تجویز کردئے اور چوٹوں پر مخصوص دوائیں لگانے کی ہدایت کی۔

مرض میں زیادتی اور علاج

۱۲ جون ۱۹۳۸ء کو دن بھر کوئی افاقہ نہیں ہوا' بلکہ تکلیف میں زیادتی ہوتی رہی۔ حکیم انوار الحق صاحب یہ سمجھ کر کہ معمولی تبخیر ہے دوا دے کر اپنی ضرورتوں کی وجہ سے قصبے سے باہر چلے گئے چونکہ حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ دو علاجوں کو ملاتے نہیں اور بغیر طبیب کی رائے کے کوئی دوا استعمال نہیں فرماتے۔ اس لئے تمام دن کوئی دوا نہیں دی جاسکی اور حکیم صاحب کا برابر انتظار ہی ہوتا رہا۔

حکیم صاحب عشاء کے وقت واپس آئے اس وقت صبح سے زیادہ تکلیف تھی یہ حالت دیکھ کر حکیم صاحب کو اپنی غیر حاضری پر نہایت شرمندگی اور افسوس ہوا۔ معافی چاہی اور دوسرا

---

[1] بفضلہ تعالیٰ حضرت کے یہ معالج ابھی تک زندہ ہیں اور لطیف آباد حیدرآباد میں قیام ہے (وکیل احمد شروانی)

نسخہ تحریر کیا اسی وقت دوائیں مہیا کر کے استعمال کرائی گئیں پسلی پر باندھنے کے لئے ایک لبدی تجویز کی جس کو فوراً تیار کر کے باندھا گیا۔ رات کو نیند کم آئی اور ضعف برابر بڑھتا گیا۔

ڈاکٹری دواؤں سے احتراز

۱۳ جون ۱۹۳۸ء کی صبح کو نقاہت کا یہ عالم تھا کہ چاہتے تھے بغیر دیکھے تلاوت کریں الفاظ کا ادا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ اس حالت کو دیکھ کر تیمارداروں کو پریشانی ہوئی اور حضرت والا سے کسی ڈاکٹر کے لانے کی اجازت چاہی چونکہ حضرت والا ڈاکٹری دواؤں کے استعمال کو پسند نہیں فرماتے اس لئے اجازت کی ضرورت ہوئی۔ مگر حضرت اقدس نے ان الفاظ کے ساتھ انکار فرما دیا کہ اگر ڈاکٹر کو بلا کر ان کی دوا استعمال نہ کی گئی تو ان کی دل شکنی ہوگی اور اگر انہوں نے کوئی دوا دی تو اس میں شبہ رہے گا عرض کیا گیا کہ ڈاکٹر کو صرف تشخیص کے لئے بلایا جائے گا اور ان سے وہیں کہہ دیا جائے گا کہ آپ کی دوا کا استعمال کرنا ضروری اور لازمی نہیں۔ غرض بے حد اصرار کے بعد ڈاکٹر کے بلانے کی اجازت عطا ہوئی چونکہ تھانہ بھون میں کوئی معمولی ڈاکٹر بھی نہیں اس لئے اسی ۱۳ جون کو تین بجے دن کے گاڑی سے ڈاکٹر کے لانے کے لئے جناب مولوی شبیر علی صاحب سہارنپور تشریف لے گئے۔ اور مولوی منفعت علی صاحب کے مشورے سے ڈاکٹر برکت علی صاحب کو دوسرے روز دوپہر کی گاڑی سے لے آئے۔

ضعف کی زیادتی

ڈاکٹر صاحب نے بلڈ پریشر کا آلہ لگا کر بتایا کہ بلڈ پریشر کی زیادتی کی وجہ سے یہ حالت ہوئی اور بہت سخت تاکید کے ساتھ کسی کام یا کسی قسم کی جنبش یا کسی طرح کی فکر اور رنج و غصہ یا شدید ضرورت کے سوا زیادہ بات کرنے کی ممانعت کی۔ اور غذا وغیرہ میں بہت احتیاط بتائی۔ دوا میں دو قسم کی گولیاں تجویز کیں اور اس کا بہت زیادہ اطمینان دلایا کہ ان میں کوئی جز و مشتبہ نہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ دوا کی اتنی ضرورت نہیں جتنی کہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

حضرت والا کو اس دورے سے قبل کثرت بول' اور نیند نہ آنے کی بھی شکایت تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ تجویز کیا کہ صرف آرام کرنے ہی سے ان شاء اللہ دونوں شکایتوں میں کمی ہو

جائے گی۔ اعانت کے لئے یہ گولیاں بھی دیئے دیتا ہوں اور یہ بھی تیمار دار کو علیحدہ لے جا کر کہا کہ فالج کا اندیشہ ہے اس کا خطرہ قریب ہے احتیاط بہت ضروری ہے۔

غرض گولیاں استعمال میں لائی گئیں دو روز تک تو نیند پورے طور پر آئی اور پیشاب میں بھی کمی محسوس ہوئی لیکن دو روز کے بعد باوجود ان دواؤں کے استعمال کے یہ دونوں شکایتیں حسب سابق عود کر آئیں اور ضعف بڑھ گیا مجبوراً ان دواؤں کو چھوڑنا پڑا اور جناب حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی طرف جو اتفاق سے خانقاہ ہی میں مقیم تھے۔ رجوع کیا گیا انہوں نے کچھ اجزاء معدے کی اصلاح کے لئے دیئے اور مثل دواء المسک اور خمیرہ جواہر والا کے کچھ دوائیں قوت کے لئے تجویز کیں۔ ان دونوں کا استعمال جاری رہا اور ان سے کچھ افاقہ بھی شروع ہوا۔

حالت مرض میں نماز جمعہ کے لئے اصرار

۱۷ جون ۱۹۳۸ء کو جمعہ تھا۔ چونکہ بوجہ ضعف اس وقت تک نمازیں مکان ہی پر پڑھتے تھے اور باوجود قوت نہ ہونے کے ہمت کر کے کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے اور برابر یہی کوشش فرماتے تھے کہ کوئی معمول بھی ناغہ نہ ہو۔ یہ معلوم کر کے کہ آج جمعہ ہے فرمایا جمعہ کی نماز میں ضرور پڑھوں گا خدام نے باصرار عرض کیا کہ ڈاکٹر معمولی حرکت کو بھی منع کر گئے ہیں۔ اور نماز جمعہ کیلئے مسجد تک جانے میں حرکت زیادہ ہوگی' نقصان کا اندیشہ ہے مگر حضرت والا نے فرمایا کہ جمعہ چھوڑنے کو تو دل کسی طرح گوارا نہیں کرتا' پیدل مسجد جانے کیلئے مستعد ہو گئے۔ مگر خدام کے التماس واصرار پر میانے میں تشریف لے جانے اور بجائے خانقاہ کی مسجد کے مکان کے قریب حوض والی مسجد میں جس میں ہمیشہ جمعہ ہوتا ہے نماز جمعہ ادا کرنا منظور فرمایا۔ وہ بھی صرف دوسروں کی خاطر سے بادل نخواستہ اس طریقے سے تشریف لے جانے کو روا رکھا اور ارشاد کیا کہ اس میں ایک قسم کی امتیازی شان معلوم ہوتی ہے جس سے ایک قسم کی گرانی پیدا ہو جاتی ہے غرض اس طرح نماز سے فراغت کے بعد مکان پر تشریف لے آئے۔

ڈاکٹر کا انتظام

چونکہ ڈاکٹر صاحب نے ڈاک کے کام کو دیکھ کر سختی کے ساتھ اس سے منع کر دیا تھا اس

لئے جس روز سے دورہ پڑتا تھا ڈاک حضرت والا کی خدمت گرامی میں نہیں بھیجی جاتی تھی بلکہ جناب مولوی شبیر علی صاحب ڈاک کو دیکھ کر جواب میں یہ عبارت تحریر فرما دیتے تھے کہ ''حضرت والا کو چند روز کے لئے ڈاکٹروں اور طبیبوں نے مکمل آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے اسی لئے آج کل حضرت والا ڈاک بھی خود ملاحظہ نہیں فرماتے۔ آپ اس خط کو دس روز بعد ارسال فرمائیں اور یوں تو بحمد اللہ حضرت والا کی طبیعت اچھی ہے۔

دو روز یعنی ۱۳ جون تک تو یہی انتظام رہا لیکن جب دیکھا گیا کہ اس سے حضرت کو سخت گرانی ہوتی ہے اور خود بھی فرمایا کہ میرے تعلقات بعض لوگوں سے ایسے ہیں کہ ان کو اگر اس طرح اطلاع ملی تو سخت پریشان ہوں گے اور مزاج پرسی کے لئے آجائیں گے۔ ڈاکٹر نے زیادہ ملنے جلنے سے منع کیا ہے۔ تو ان لوگوں کے آنے پر ایک ہجوم ہو جائے گا اور ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل نہ ہو سکے گا۔ جس سے بجائے فائدے کے نقصان ہوگا اس خیال سے جو دماغ پر اثر ہے وہ خود مضر ہے اس لئے یہ مناسب ہے کہ ڈاک مجھ کو دکھا دی جایا کرے۔ اس میں جو خطوط ایسے لوگوں کے ہوں گے ان کے جواب میں خود لکھوا دیا کروں گا باقی خطوط کے جواب میں وہی اطلائی تحریر لکھ کر روانہ کر دی جایا کرے۔ چنانچہ ۱۴ جون ۱۹۳۸ء سے یہی معمول ہو گیا اور جو خطوط حضرت والا چھانٹ دیتے تھے ان کے جواب جناب مولانا ظفر احمد صاحب لکھوا دیتے تھے یہ معمول ۲۰ جون ۱۹۳۸ء تک رہا۔ اس کے بعد حسب ذیل اطلاع حضرت والا نے چھپوالی جن خطوط میں ضرورت ہوتی تھی ان میں یہ پرچہ مطبوعہ خود رکھ دیتے تھے بقیہ خطوط کے جواب اپنے قلم سے تحریر فرما دیتے تھے وہ اطلاع یہ ہے۔

طریق تسہیل خدمت سالکین سبیل

(مطبوعہ اطلاع)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

بوجوہ چند مثل زیادت سن وغیرہ عرصے سے مجھ میں کام کرنے کی طاقت نہ تھی مگر اپنی ہمت سے کام کرتا تھا۔ آخر کار اس سے نقصان عظیم ہوا۔ جس سے بعض خطرناک سخت حالات پیش آئے۔ اس سے میں نے خود بھی محسوس کیا اور ڈاکٹروں اور طبیبوں نے بھی سخت

تاکید کے ساتھ مشورہ دیا کہ کام کرنا بالکل چھوڑ دیا جائے اس لئے میں نے ڈاک کا لکھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ مگر طالبوں کی سہولت کے لئے ذیل میں اپنے چند مجازین کے نام لکھتا ہوں جن کی طرز تعلیم پر مجھے اعتماد ہے ان میں سے جن صاحب سے جی چاہے اپنی تربیت متعلق کرلیں لیکن صرف دریافت خیریت وطلب اجمالی دعا یا بعد تکمیل شرائط درخواست کے بیعت کے لئے دو سطریں لکھنے کی اجازت ہے۔ والسلام وہ نام یہ ہیں۔

(۱) مولوی محمد عیسیٰ صاحب، موضع محی الدین پور، ڈاک خانہ بینڈارہ ضلع الہ آباد

(۲) مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب شہر میرٹھ محلہ کرم علی۔

(۳) مولوی ظفر احمد صاحب تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

(۴) مولوی محمد حسن صاحب، امرتسر مسجد خیر الدین

(۵) مولوی عبد الغنی صاحب، پھولپور، ضلع اعظم گڑھ، مدرسہ روضۃ العلوم

(۶) مولوی خیر محمد صاحب مدرسہ خیر المدارس جالندھر شہر

(۷) مولوی وصی اللہ صاحب، فتح پور تال نرجا، ڈاک خانہ ندوا سرائے ضلع اعظم گڑھ

(۸) حقداد خاں صاحب پنشنر، مولوی گنج لکھنؤ

(۹) مولوی ولی محمد صاحب مدرس مدرسہ قادریہ حسن پور ضلع مراد آباد

(۱۰) مولوی مسیح اللہ صاحب، حال مدرس مدرسہ عربی جلال آباد ضلع مظفر نگر

(۱۱) مولوی نور بخش صاحب، نواکھالوی، مدرسہ صوفیہ، پوسٹ بھیروار ہاٹ، ضلع چاٹگام اور بھی بہت سے حضرات ہیں جن کی فہرست اشرف السوانح حصہ سوم کے اخیر میں شائع ہوئی ہے مگر نمونہ کے طور پر بعض ان اصحاب کے نام لکھ دیئے ہیں جن سے جواب جلدی مل جانے کی غالب توقع ہے۔ اگر ان کے علاوہ بوجہ مناسبت کے دوسرے مجازین سے رجوع کریں اجازت ہے۔

فقط

اشرف علی تھانہ بھون

سلہ ان گیارہ حضرات میں سے اب صرف حضرت اقدس مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب مدظلہ ودامت برکاتہم ہی بقید حیات ہیں دعا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ حضرت موصوف کے سایہ کرم کو یایں فیوض وبرکات ہمارے سروں پر ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھیں آمین ثم آمین

طبیعت کا نظام اب تک درست نہیں ہوا تھا، کبھی مرض میں زیادتی ہو جاتی تھی، اور کبھی کمی، حکیم انوار الحق صاحب کے علاج کے بعد اول ڈاکٹری دوا ہوئی۔ پھر حکیم خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی۔ کچھ دنوں کے بعد حاجی دلدار خاں صاحب رئیس و تاجر کانپور کو جو حضرت والا کے قدیم خادم اور محبت و عقیدت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان حالات کی اطلاع دی گئی اور لکھا گیا کہ وہ اپنے خویش ڈاکٹر حاجی عبدالصمد صاحب کو (جو کانپور کے ایک نہایت مشہور، تجربہ کار اور کامیاب ڈاکٹر نیز صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں) یہ تحریر دکھا کر جو ان کی تشخیص، رائے اور تجویز ہو اس سے مطلع کریں۔ ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے فالج کا اندیشہ ظاہر کیا اور پھلوں کے عرق کے پینے کا مشورہ دیا۔

ڈولی پر خانقاہ میں تشریف آوری

۲۴ جون ۱۹۳۸ء سے حضرت والا ڈولی پر خانقاہ تشریف لانے لگے، یہ ڈولی کہاروں والی عام ڈولی نہ تھی بلکہ ایک کھٹولے کو ڈولی بنا لیا گیا تھا۔ اور حضرت والا کے ملازم نیاز خاں صاحب اور محمد سلیمان صاحب اس کو لے آتے اور لے جاتے تھے۔ لیکن اس خیال سے کہ خانقاہ کے پھاٹک کے سامنے زمین کچھ ڈھالو ہے اور وہاں ڈولی کو لے کر چڑھنے میں اٹھانے والوں کو تکلیف ہوگی حضرت والا سڑک ہی پر سے اتر کر پیدل اندر تشریف لاتے تھے۔ مگر ضعف کا یہ عالم تھا کہ قدم قدم پر ڈگمگا جاتے تھے، ظہر سے عصر تک اور اگر ضعف زیادہ محسوس ہوا تو عصر سے پہلے ہی اسی ڈولی میں مکان واپس تشریف لے جاتے تھے۔

۲۶ جون ۱۹۳۸ء سے ڈاکٹر عبدالصمد صاحب کی ہدایت کے موافق پھلوں کا عرق استعمال کرنا شروع کیا۔ جس سے بے حد فرحت ہوئی غذا چونکہ کچھ نہیں ہوتی تھی اس لئے ان پھلوں کے عرق کی وجہ سے کچھ قوت محسوس ہونے لگی۔

مرض کا دوسرا حملہ

۱۰ جولائی ۱۹۳۸ء سے پھر کچھ دورے کے آثار شروع ہوئے جس کی ابتداء اسہال سے ہوئی لہٰذا حکیم انوار الحق صاحب کے مشورے سے پھلوں کا عرق بند کر دیا گیا اور دوائیں

استعمال کے بند کرنے کی دی گئیں جنسے اسہال میں کمی تو ہوئی مگر بالکل بند نہیں ہوئے۔اور پیشاب کی مقدار بہت کم ہوگئی۔

۲۱ جولائی ۱۹۳۸ء کی شب میں کچھ ہلکا سا چکر محسوس ہوا اور صبح تک چہرے پر ورم بہت زیادہ نمایاں ہوگیا ۱۱ بجے دن کو دماغ پر بے حد اثر پڑا' یہاں تک کہ گھر والوں کو نہیں پہچانتے تھے' صرف ہلکی آواز میں اتنا پوچھ لیتے تھے کہ یہ کون ہیں؟ یہ حالت دیکھ کر ہر ایک پریشان ہو گیا۔ ۸ بجے دن کی گاڑی سے ایک صاحب کو میرٹھ روانہ لیا' تاکہ جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب (جو حضرت اقدس کے نہایت قدیم خادم ہیں صاحب اجازت ہیں) کے بھائی کو علاج کے لئے فوراً میرٹھ سے لے آئیں۔ چونکہ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب دس ماہ سے کولہے کی ہڈی ٹوٹ جانے کی وجہ سے سفر نہیں کرسکتے تھے۔اس لئے حکیم صاحب کے بھائی کو بلانے کی تجویز ہوئی میرٹھ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کے بھائی حکیم محمد الیاس صاحب شاہجہانپور گئے ہوئے ہیں۔لیکن خود جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب اب اس قابل ہوگئے ہیں کہ کچھ چل پھر سکیں' اور ہڈی بھی جڑ گئی ہے اس لئے وہ خود بے تاب و بے قرار ہوکر باوجود معذوری کے ۲۳ جولائی ۱۹۳۸ء کو ساڑھے تین بجے دن کی گاڑی سے تھانہ بھون پہنچ گئے۔

۲۴ جولائی ۱۹۳۸ء سے جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب کا علاج شروع ہوا' حکیم صاحب نے معدہ' جگر اور گردے کی خرابی بتائی' اور فرمایا کہ میرے نزدیک صرف انہیں چیزوں کی خرابی کی وجہ سے یہ مرض ہوگیا ہے اور کوئی خرابی نہیں۔ بلڈ پریشر کے متعلق مجھے کچھ تحقیق نہیں' اس لئے اس کا علاج میں نہیں کرسکتا' جو میری تشخیص ہے اس کا علاج کرسکتا ہوں۔ غرض جناب حکیم صاحب موصوف نے علاج شروع کردیا جس کا اثر یہ ہوا کہ قارورے میں جو نہایت خراب ہوگیا تھا مکدر تھا' مقدار کم تھی' رنگ ٹھیک نہیں تھا' بہت فرق ہوگیا۔اجابت بھی معمول کے موافق قریب قریب بستہ ہونے لگی۔اسہال بند ہوگئے اور جگر پر لیپ کرنے سے ورم جگر میں بھی بہت کمی ہوگئی۔ نیز ضعف میں بھی خدا کے فضل سے یک گونہ کمی محسوس ہونے لگی باوجود اس کے حکیم صاحب برابر یہی فرماتے رہے کہ بلڈ پریشر کے متعلق مجھ کو کوئی تحقیق نہیں اس کی بابت کچھ نہیں کرسکتا غرض جناب حکیم صاحب کا علاج جاری رہا۔

بعض خدام کو نامکمل اطلاع اور پریشانی

ادھر دور ونزدیک ہر طرف حضرت اقدس کے خدام اور عقیدت منداصحاب کو بھی تھوڑی بہت اس کی اطلاع ہونے لگی۔ اور بعض حضرات تو بے تاب و بے قرار ہو کر افتان وخیزان حاضر بھی ہو گئے۔ جناب ڈپٹی علی سجاد صاحب اور جناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی مقیم لکھنؤ فوراً پہنچ گئے۔

اس خادم کو بھی حضرت والا کی ناسازی مزاج کی اطلاع ہوئی۔ مگر معمولی طور پر۔ تفصیلی حالات نہ معلوم ہو سکے' پھر بھی پریشانی ہوئی۔ فوراً جناب مولانا ظفر علی احمد صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا اور دریافت حال کیا' جناب ممدوح نے مختصر حالات لکھ کر تحریر فرمایا کہ اب سکون ہے اور خانقاہ میں بھی تشریف لاتے ہیں لیکن مجھے مکرمی مولوی منفعت علی صاحب ام' ال' اے ایڈوکیٹ سہارنپور کا کرمنامہ ملا جس میں تحریر تھا۔ ''سنا ہے کہ حضرت والا جھنجھانہ تشریف لے گئے اور مزاج زیادہ ناساز ہے''۔ اس خبر نے جو حالت کی وہ بیان سے باہر ہے۔ فوراً مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بکڈپو لکھنؤ کے پاس گیا یہ خط دکھایا اور دریافت کیا کہ اگر کوئی خبر ملی ہو تو مطلع کریں۔ ان کو بھی بے حد پریشانی تھی مگر ان کے پاس کوئی اطلاع نہیں آئی تھی۔ اس لئے ہم دونوں نے یہ طے کر لیا کہ ہر حال میں وہاں ہم لوگوں کا جلد سے جلد حاضر ہونا ضروری ہے۔ مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار بھی اس وقت موجود تھے' انہوں نے بھی چلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ ہم تینوں شخص ۲ اگست ۱۹۳۸ء کو ۹ بجے دن کے وقت پنجاب ایکسپریس سے سہارنپور روانہ ہو گئے۔ جس حالت میں روانگی ہوئی وہ خدا ہی جانتا ہے حواس مختل' طبیعت پریشان' دل مضطرب' بہرحال کسی طرح ریل چلی' راستے میں ہردوئی اسٹیشن پر جناب مولوی محمود الحق صاحب حقی ایڈوکیٹ سے ملاقات ہوئی انہوں نے اپنے صاحبزادے عزیزی حافظ مولوی ابرار الحق سلمہ' متعلم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کا خط دکھایا جو انہوں نے تھانہ بھون سے لکھا تھا۔ اور جس سے جناب مولانا ظفر احمد صاحب کی تحریر کی تائید ہوتی تھی۔ غرض کسی نہ کسی طرح شب کو سہارنپور پہنچے' راستے میں گاڑی لیٹ ہو گئی تھی اور تھانہ بھون کی گاڑی

کا وقت نکل چکا تھا۔ اس لئے مجبوراً سہارنپور کے بڑے اسٹیشن پر رات بسر کرنا پڑی۔ وہاں سے دوسرے دن ۸ بجے صبح کے بعد چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر آئے' دیکھا تو جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری بھی سراسیمہ جا رہے ہیں اور انٹر کلاس میں شیخ محمد فاروق احمد صاحب (متوطن لندن) بھی موجود ہیں شیخ فاروق احمد صاحب نے بیان کیا کہ میں کئی روز سے سہارنپور میں تھا۔ کل مجھے حامد علی صاحب سے جو حضرت کے بھتیجے ہیں معلوم ہوا کہ نصیب اعدا حضرت والا کا مزاج زیادہ ناساز ہے۔ اس لئے میں پریشان ہو کر جا رہا ہوں۔ خیر ہم لوگ ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء کو ۱۲ بجے دن کے قریب تھانہ بھون پہنچے۔ لیکن کس طرح مضطرب' بے چین' پریشان حال اور بدحواس۔ خدا کا شکر ہے کہ خانقاہ شریف پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت والا کا مزاج اقدس اب بحمد اللہ روبصحت ہے۔ حضرت والا ظہر کے وقت خانقاہ تشریف لاتے ہیں مگر ڈولی پر اور اپنے خدام کو زیارت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اس سے ذرا سا سکون ہوا۔

ظہر کے وقت حضرت اقدس مدظلہم العالی اپنے معمول کے مطابق صرف اپنے مشتاقین اور خدام کو مطمئن فرمانے کے لئے باوجود انتہائی ضعف و نقاہت کے تشریف لے آئے اور ہمیشہ کی طرح مجلس کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال فرمایا۔ ہاں اتنا ضرور تھا کہ ضعف زیادہ معلوم ہو رہا تھا۔ چہرہ انور پر اضمحلال کے آثار نمایاں تھے۔ دیر تک یا زیادہ بات کرنے میں تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ مگر پھر بھی ضرورت کے وقت کلام و خطاب ہوتا تھا۔ ملفوظات کا سلسلہ جاری تھا' خطوط کا مختصر جواب خود تحریر فرما رہے تھے' ہر نئے آنے والے سے مصافحہ ہوتا تھا خیریت بھی دریافت فرماتے جاتے تھے اور دریافت کرنے پر اپنے مزاج کی حالت بھی اختصار کے ساتھ بیان فرما دیتے تھے۔ ہر کام معمول کے مطابق ہو رہا تھا۔ کسی معمول میں ذرا سا بھی فرق نہ تھا۔ اس ہمت اور اس کیفیت کو دیکھ کر اہل مجلس پر عجیب اثر تھا' بیساختہ صحت و عافیت و افزونی حیات کی دل سے دعائیں نکلتی تھیں اور ہر ایک اپنی حالت میں محو تھا۔ اسی دن یعنی ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء کو تین بجے دن کی گاڑی سے جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب بی اے پنشنر پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی اور جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری بی اے مجذوب انسپکٹر مدارس الہ آباد' خلفائے حضرت اقدس مدظلہم العالی تھانہ بھون آ کر خانقاہ

حاضر ہوئے۔ غرض آج کے آنے والوں اور پہلے سے آئے ہوئے اصحاب کی وجہ سے خانقاہ شریف میں ایک اچھا خاصہ مجمع ہو گیا۔

اس وقت تک جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب میرٹھی کا علاج ہو رہا تھا' اور جناب حکیم صاحب بڑے خلوص و محبت سے مصروف علاج تھے' لیکن جس قدر فائدہ حکیم صاحب کے علاج سے ہو چکا تھا اس کے آگے نہیں بڑھتا تھا' حکیم صاحب برابر کوشاں تھے مگر صحت میں کافی ترقی نہیں پاتے تھے۔ بلڈ پریشر کو نہیں جانتے تھے اور نہ اس کے علاج سے واقف تھے۔

علاج کے لئے تھانہ بھون سے باہر لے جانے کی تجویز

پہلے ہی سے حضرت والا کے اعزہ کا خیال تھا کہ تھانہ بھون سے کسی دوسری جگہ لے جا کر تشخیص اور علاج ہونا چاہیے کوئی سہارنپور لے جانے کی رائے دیتا تھا اور حکیم صاحب نیز بہت سے لوگ میرٹھ لے جانے کے لئے عرض کر رہے تھے' حضرت والا کی طبیعت کا رجحان بھی میرٹھ کی طرف تھا' مگر خدام نے جب کل حالات معلوم کر لئے اور میرٹھ یا سہارنپور لے جانے کے ارادے سے واقف بھی ہو گئے تو سب نے یکجا ہو کر ہر پہلو پر نظر کر کے تبادلہ خیال کیا' بالاتفاق یہ طے ہوا کہ میرٹھ یا سہارنپور لے جانا مناسب نہیں ہے وہاں نہ کوئی معروف و مشہور ڈاکٹر ہے نہ خاص صاحب کمال طبیب' اس کے بعد دوسرے مقامات کے نام لئے گئے۔

لکھنؤ کا انتخاب

آخر متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ لکھنؤ لے جانا چاہیے وہاں میڈیکل کالج بھی ہے ہر طرح کے ماہر اور کامل فن ڈاکٹر موجود ہیں' ہر قسم کے آلات دستیاب ہو سکتے ہیں اطباء کا لکھنؤ مخزن ہے نہایت نامور حاذق اور استاد فن اطباء وہاں ہیں وہ لوگ بلڈ پریشر اور اس کے علاج سے بھی واقف ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں ایسے جان نثار خدام بھی موجود ہیں جن کی وجہ سے کسی قسم کی تکلیف حضرت والا کو ہو ہی نہیں سکتی۔ اس باہمی تجویز کے بعد سب اہل شوریٰ حضرت اقدس کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے' جن میں جناب مولوی شبیر علی صاحب' جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب' جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب' جناب مولوی محمد حسن صاحب امرتسری' جناب

مولوی عبدالباری صاحب ندوی' مولوی عبدالحمید صاحب تحصیلدار پنشنر' مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بکڈپو لکھنؤ خصوصیت کیساتھ قابل ذکر ہیں۔ان حضرات کے ساتھ یہ خادم وصل بھی شریک تھا' غرض حضرت والا سے اس مشورے اور رائے کا اظہار نہایت ادب کے ساتھ کیا گیا' حضرت والا نے کمال شفقت سے ان امور پر غور فرماتے ہوئے کہ لکھنؤ میں میڈیکل کالج اور طبیہ کالج موجود ہیں ڈاکٹری اور یونانی دونوں علاج آسانی سے ہو سکتے ہیں۔اور اپنے خدام لکھنؤ کی وجہ سے ہر قسم کی آسانی وہاں ممکن ہے منظور فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ دونوں گھر میں اور دوسرے متعلقین بھی ہوں گے۔تاکہ کافی آرام مل سکے۔چنانچہ اس متفقہ مشورے اور منظوری کے بعد طے پایا کہ مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بک ڈپو لکھنؤ نیز یہ خادم دونوں لکھنؤ جائیں ڈاکٹروں اور طبیبوں سے مشورہ کریں بالخصوص اطباء سے دریافت کر کے مطلع کریں کہ وہ بلڈ پریشر سے واقف ہیں یا نہیں اور اس کا علاج بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

قیام گاہ کا انتخاب

قیام کے لئے دو اصحاب نے اپنی درخواستیں پیش کیں کہ میرے غریب خانے کو یہ شرف عطا فرمایا جائے ان میں ایک مولوی عبدالباری صاحب ندوی' دوسرے مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار بکڈپو لکھنؤ تھے۔حضرت والا نے مناسب یہی سمجھا کہ شہر میں قیام کیا جائے اور اس کے لئے مولوی محمد حسن صاحب کا مکان موزوں تھا مولوی عبدالباری صاحب کا مکان شہر سے باہر اور دور تھا اور علاج کے لئے وہ تمام آسانیاں جو شہر میں حاصل ہو سکتی تھیں شہر کے باہر ممکن نہیں۔

ان امور کے طے ہو جانے کے بعد مولوی محمد حسن صاحب اور یہ راقم الحروف ۵ اگست ۱۹۳۸ء کو بروز جمعہ تین بجے دن کی گاڑی سے لکھنؤ جانے کے لئے سہارنپور روانہ ہو گئے۔مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار بھی ہم لوگوں کے ساتھ ہی واپس ہوئے۔۶ اگست ۱۹۳۸ء کی صبح کو ہم لوگ لکھنؤ پہنچے اور اپنے اپنے مکانوں پر اسباب رکھ کر میں اور مولوی محمد حسن صاحب سب سے پہلے جھوائی ٹولہ جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب سے مشورہ کرنے گئے۔حکیم صاحب موصوف بالطبع بیحد خلیق' نیک مزاج' نہایت ہمدرد' ذی مروت اور ہر ایک کی خدمت کرنے پر ہر وقت آمادہ رہنے والی ہستیوں میں سے ہیں اور حضرت والا سے تو ان کو

ہمیشہ سے خاص محبت وعقیدت ہے۔ یہاں تک کہ حضرت کی خدمت بابرکت میں تھانہ بھون بھی حاضر ہوئے ہیں۔ ہم لوگ جس وقت مطب میں پہنچے ہیں حکیم صاحب تشریف نہیں رکھتے تھے، تھوڑی دیر انتظار کیا حکیم صاحب تشریف لے آئے۔ مفصل حال بیان کیا اور رائے پوچھی، جناب حکیم صاحب نے انتہائی مسرت کے ساتھ فرمایا کہ بھلا میری قسمت کہاں، کہ میں ایسی بزرگ ترین ہستی کی خدمت کر سکوں، ایسی خدمت میرے لئے باعث افتخار و سعادت ہے۔ حضرت والا کی خدمت اقدس میں لکھ دیا جائے کہ تشریف لے آئیں۔ میں ہر طرح کی خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ لکھنؤ میں جس طبیب یا جس ڈاکٹر کے لئے رائے ہوگی میں خود اس کو لاکر دکھانے کا ذمہ دار ہوں رہ گیا بلڈ پریشر کا معاملہ۔ ہم لوگوں کو اس سے بہت سابقہ رہتا ہے اس کا علاج کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایسے مریض ڈاکٹروں کے علاج سے مایوس ہوکر خدا کے فضل سے ہم لوگوں کے علاج سے صحت یاب ہوتے ہیں۔ آپ لوگ فوراً حضرت والا کو اطلاع دیدیں اور میری خدمات کی طرف سے مطمئن کر دیں۔

اس گفتگو کے بعد ہم لوگ واپس آئے اور مسلم دیسی اسٹور میں بیٹھ کر جہاں مولوی حسن صاحب منتظم ہیں میں نے حکیم صاحب سے جو گفتگو کی تھی وہ جناب مولوی شبیر علی صاحب کو لکھ کر بھیج دی۔ جناب موصوف نے حضرت والا سے استمزاج کے بعد تحریر فرمایا کہ ہم لوگ ۱۱ اگست ۱۹۳۸ء کی شام کی گاڑی سے لکھنؤ پہنچیں گے۔ قیام وغیرہ کا انتظام درست رہنا چاہیے۔

جناب مولوی محمد حسن صاحب نے اپنے مکان کو جو مولوی گنج میں واقع ہے۔ حضرت والا کے آرام اور مستورات کی آسائش کے لحاظ سے درست کرا دیا۔ اس طرح پہ کہ باہر کے دروازے سے جب اندر داخل ہوتے ہیں تو مختصر سا صحن اور اس کے بعد ایک بڑا ہال ہے۔ ہال میں فرش، اور مسہری وغیرہ بچھا کر اس کو خاص حضرت والا کے آرام کے لئے مخصوص کر دیا تھا وہ بھی اس طرح کہ جب چاہیں اس کو مردانہ رکھیں اور جب چاہیں پردہ ہو جائے اور مستورات آ جائیں۔ ہال کے دکن کی طرف اس کا برآمدہ جو بہت وسیع تھا حضرت والا کے متعلقین کے لئے خالی کرا دیا تھا باہر والے دروازے کے اندر مختصر سے صحن میں خاص حضرت والا کے لئے ٹٹیاں لگا کر استنجا خانہ بنوا دیا تھا اور صحن کو صاف و ہموار کر دیا تھا تا کہ حضرت والا اگر چاہیں تو یہاں بھی

شب کو آرام فرما سکتے ہیں۔ مکان کے دوسرے کمروں اور صحن کو مولوی محمد حسن صاحب نے اپنے اہل وعیال وغیرہ کے واسطے اس طرح تجویز کرلیا تھا کہ ضرورت میں حضرت والا کے یہاں کی مستورات بھی استعمال کرسکیں۔ ہال کے بالا خانے پر جناب مولوی شبیر علی صاحب' مولوی جمیل احمد صاحب اور بھائی نصیر احمد صاحب کے لئے انتظام تھا۔

غرض مکان جس حالت میں بھی تھا' حضرت والا کی آرام کے مطابق درست کرادیا گیا تھا اور اس کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ حضرت والا کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔

تھانہ بھون سے روانگی

یہاں سے اطلاع پانے پر تھانہ بھون میں لکھنؤ روانہ ہونے کی تیاری ہوگئی۔ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ بمطابق ۱۰ اگست ۱۹۳۸ء کو ۳ بجے دن کی گاڑی سے روانگی اور شام کو سہارنپور پہنچنا ہوا۔ حضرت والا کے ہمراہ جناب مولوی شبیر علی صاحب دونوں پیرانی صاحبہ مدظلہما مولوی جمیل احمد صاحب ان کی اہلیہ ان کی دونوں صاحبزادیاں تھیں۔ اور اندر کی خدمت کے لئے ایک لڑکا ملازم عبدالمجید بھی تھا بھائی نصیر احمد صاحب اور قاری شاہ محمد صاحب بھی ساتھ میں تھے۔ ان دس افراد اور جناب پیر جی ظفر احمد صاحب کے علاوہ ڈپٹی علی سجاد صاحب' اور مولوی عبدالباری صاحب ندوی بھی مع اپنے اہل وعیال کے رفیق سفر تھے۔

سہارنپور میں قیام

سہارنپور میں چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر مولوی فیض الحسن صاحب رئیس سہارنپور حامد علی صاحب محمود علی صاحب احمد علی صاحب اور بہت سے اصحاب موجود تھے۔ شاہ زاہد حسین صاحب کے موٹر پر حضرت والا مع متعلقین کے سوار ہوئے اور لاری پر دیگر اصحاب اور اسباب حضرت والا کے لئے موٹر پلیٹ فارم پر ڈبے کے پاس لگا دیا گیا تھا حضرت اقدس اپنے بھتیجے محمود علی صاحب کے یہاں تشریف لے گئے اور وہیں قیام فرمایا اور دیگر اصحاب نے شاہ زاہد حسین صاحب رئیس بھٹ کی کوٹھی پر۔

تھانہ بھون میں جناب مولوی محمود الحق صاحب حقی بی اے ایڈوکیٹ کے صاحبزادے

حافظ مولوی ابرار الحق سلمہ بھی حاضر تھے وہ بھی حضرت والا سے اجازت لے کر ہمراہیوں میں شامل ہو گئے۔

تیسرے درجہ میں سفر

۱۱ اگست ۱۹۳۸ء کو لکھنؤ کی روانگی تھی اس وقت بھی موٹروں کا انتظام تھا' حضرت والا کے لئے موٹر پلیٹ فارم پر ڈبے کے قریب لگا دیا گیا تھا۔ ۷ بجکر ۱۰ منٹ پر طوفان ایکسپریس سے روانگی ہوئی۔ خدام نے عرض کیا کہ سیکنڈ یا انٹر کلاس کا ٹکٹ لے لیا جائے۔ دن بھر کا سفر ہے۔ تیسرے درجہ میں تکلیف ہو گی لیکن حضرت والا نے ناسازی مزاج ضعف اور تکان کے باوجود کسی طرح منظور نہیں فرمایا' بلکہ حسب معمول تیسرے درجہ کو پسند فرمایا۔ گو حضرت والا کے آرام کے لئے جگہ بنائی گئی تھی مگر درجے میں مسافروں کی کثرت تھی راستے بھر حضرت والا اپنے ملفوظات سے لوگوں کو مستفیض فرماتے رہے' ایک ٹکٹ کلکٹر صاحب نے بغیر اس لحاظ کے کہ حضرت والا کا مزاج ناساز ہے کمزوری ہے تکان ہے نہ معلوم کتنے سوال کر ڈالے اور حضرت والا اپنے اخلاق و کرم سے برابر جواب دیتے رہے' جس کی وجہ سے دماغ پر بہت اثر ہوا۔ تکان میں زیادتی ہو گئی۔ ریل پر ظہر اور عصر کی نمازیں اپنے اپنے وقت پر جماعت سے ہوئیں اور راستہ بڑے لطف اور خیر و خوبی سے طے ہو گیا۔

لکھنؤ میں ورود مسعود

لکھنؤ اسٹیشن پر گاڑی ساڑھے ۵ بجے شام کو پہنچی۔ سید معظم علی صاحب بیرسٹر خلف خان بہادر حاجی سید اعجاز علی صاحب ریٹائرڈ کلکٹر و حال وزیر ریاست خیر پور میر (سندھ) اپنا موٹر لئے موجود تھے۔ یہ خادم بھی جناب منشی سید اعزاز رسول صاحب۔ ام' ال' اے تعلق دار سندیلہ ضلع ہردوئی کا موٹر لئے حاضر تھا۔ مولوی محمد حسن صاحب ان کے بھائی اور صاحبزادگان جناب حاجی حقداد خاں صاحب (خلیفہ حضرت والا) ان کے صاحبزادے حکیم سمیع اللہ خان صاحب' مولوی عبد الحمید صاحب پنشنر تحصیلدار ان کے صاحبزادگان حبیب الرحمان صاحب' ومحبوب الرحمان نیز حسن احمد صاحب اور بہت سے لوگ حاضر تھے اس کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ مجمع

نہ ہونے پائے، مگر تھوڑا بہت مجمع باوجود اخفاء کے ہو ہی گیا خود جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب اپنی غایت محبت وعقیدت سے پلیٹ فارم پر ہمہ تن چشم انتظار تھے۔ حضرت والا کے لئے پالکی اور مستورات کے لئے ڈولیاں پلیٹ فارم پر موجود تھیں۔ مغرب کا وقت بالکل قریب تھا کہ گاڑی پلیٹ فارم پر آ گئی۔ حضرت والا مع اپنے ہمراہیوں کے گاڑی سے پلیٹ فارم پر تشریف لائے، ضعف بہت تھا زائرین کو مصافحے سے روک دیا گیا تھا مگر جناب شفاء الملک صاحب نے بڑھ کر مصافحہ کر ہی لیا۔ حضرت والا نے پہچانا نہیں۔ فوراً بتایا گیا حضرت اقدس کو بے حد مسرت ہوئی اور ان کے اسٹیشن تک آنے اور اس قدر تکلیف کرنے کی وجہ سے بے حد متاثر ہوئے۔ مستورات کو جناب مولوی شبیر علی صاحب نے اتارا اور ڈولیوں میں بٹھا کر سید معظم علی صاحب کے موٹر پر سوار کیا۔ حضرت والا پلیٹ فارم کے باہر پالکی پر تشریف لائے اور سید اعزاز رسول صاحب کے موٹر پر قدم رنجہ فرمایا۔ مولوی محمد حسن صاحب وغیرہ بھی ساتھ میں بیٹھ گئے۔ پہلے حضرت والا کا موٹر روانہ ہوا بعد کو مستورات کا، جن کے ہمراہ بھائی نصیر احمد صاحب تھے۔ تانگوں پر اسباب اور جناب مولوی شبیر علی صاحب تھے اور یہ خادم۔ غرض مولوی گنج مولوی محمد حسن صاحب کے مکان پر پہنچ کر نماز مغرب ادا کی۔ شب کے کھانے کا انتظام مولوی محمد حسن صاحب نے کیا تھا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا گیا۔ اس کے بعد پلنگ پر تشریف لے گئے اور وہ شب آرام سے گزر گئی۔

ڈپٹی علی سجاد صاحب مع متعلقین اور جناب پیرجی ظفر احمد صاحب کے اپنے بھائی کے یہاں اور مولوی عبدالباری صاحب مع متعلقین اسٹیشن ہی سے براہ راست اپنی کوٹھی پر ڈالی گنج تشریف لے گئے۔ نیز عزیزی حافظ مولوی ابرارالحق سلمہٗ میری قیام گاہ پر ۹ قیصر باغ لکھنؤ آ گئے۔

دوسرے روز یعنی ۱۲ اگست ۱۹۳۸ء کی صبح کو بھی کھانا مولوی محمد حسن صاحب کے یہاں تناول فرمایا مگر شام سے حضرت والا نے اپنے کھانے کا خود انتظام فرمایا اور باوجود مولوی محمد حسن صاحب کے مخلصانہ اصرار کے ان پر بار ڈالنا، یا ان کو اس قدر تکلیف دینا منظور نہیں فرمایا۔

طبی معائنہ اور قارورہ کا معائنہ

حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر رات ہی بھر میں عام ہو گئی اور صبح ہی سے

عقیدتمندوں اور مخلصین کا مجمع شروع ہوگیا۔لیکن حضرت والا ناسازی مزاج کی وجہ سے نہ مل سکے آٹھ اور نو بجے دن کے درمیان جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب مع جناب حکیم عبدالمعید صاحب اور جناب حکیم کمال الدین صاحب کے تشریف لائے۔ ہرایک نے نہایت محبت اور عقیدت مندانہ طریقے سے دیکھا اور قارورے کی جانچ اور ڈاکٹر کی رائے حاصل کرنے تک اظہار تشخیص اور علاج کو موقوف رکھا۔

ڈاکٹر عبدالحمید صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لکھنؤ کو اس خادم نے تھانہ بھون سے آتے ہی حضرت والا کی تشریف آوری اور سبب وغایت کی اطلاع کردی تھی ڈاکٹر صاحب کو زمانہ دراز سے حضرت سے خصوصیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد ماجد شیخ محمد عالم صاحب مرحوم وکیل ورئیس قنوج حضرت والا سے قدیم بیعت کرنے والوں میں سے تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنی حاضری اور خدمت کو موجب برکت وسعادت خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ جب حضرت والا تشریف لائیں مجھے مطلع کردیا جائے میں ہر طرح ہر خدمت کو حاضر ہوں۔

ڈاکٹری معائنہ

چنانچہ ۱۲ اگست ہی کو اس خادم نے خود جاکر ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کردی اور وہ فوراً حضرت والا کی خدمت اقدس میں آگئے ہر حیثیت سے معائنہ اور امتحان کیا' بلڈ پریشر کا آلہ لگایا۔ بلڈ پریشر صرف ۱۴۸ تھا۔ بیان کیا کہ بلڈ پریشر اتنا ہے کہ گویا بالکل ہی نہیں۔ اور دوسرے روز پھر تشریف لانے اور انگلی سے خون لینے کو کہا اسی روز پیشاب جانچ کے لئے بھیجا گیا۔ ڈاکٹر پاشا صاحب نے (جو ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد صاحب ممبر وائسرائے اسمبلی وسابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے خویش ہیں اور نہایت ہی ہمدرد ومخلص) خصوصیت وتوجہ کے ساتھ جانچ کی۔ یہ دن جمعہ کا تھا حضرت والا نے مسجد میں ڈولی میں جاکر نماز جمعہ ادا کی۔

۱۳ اگست کو شنبہ کے روز دوبارہ پیشاب کی جانچ ہوئی اور ڈاکٹر پاشا صاحب نے کامل اطمینان کرنے پر نتیجہ کا پرچہ دیدیا۔

خون کا ٹیسٹ

۱۴ اگست کو یکشنبہ کے دن جناب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب نے آکر انگشت شہادت سے

خون لیا اور قارورہ بھی خود جانچنے کے لئے اپنے ہمراہ لے گئے۔ شام تک جانچ کا نتیجہ بھیج دیا۔ پیشاب یا خون میں کوئی خرابی نہیں پائی۔

دوشنبہ ۱۵ اگست ۱۹۳۸ء کو حکیم صاحبان نے یکجا ہو کر خرابی معدہ ضعف معدہ و کمزوری دماغ تشخیص کیا۔ اور جناب شفاءالملک صاحب نے نسخہ تحریر فرمایا۔

پائریا کی تشخیص

ڈاکٹر عبدالحمید صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ دانتوں میں پائریا کا مادہ موجود ہے۔ بہتر ہے نکلوادی جائیں اور اس کے لئے خان بہادر ڈاکٹر محمد احمد علی شاہ صاحب جو لکھنؤ کے مشہور تجربہ کار اور قابل دندان ساز ہیں بہت موزوں ہیں ان کو دکھایا جائے اور بھی اطمینان ہو جائے گا۔ ڈاکٹر شاہ صاحب اس خادم کے قدیم کرم فرما ہیں اور نہایت سچے مسلمان۔ باکمال خلیق اور ہمدرد۔ میں ان کی خدمت میں گیا انہوں نے حضرت والا کی خدمت کو سعادت دارین خیال کیا۔ اور خود آ کر دانتوں کی جانچ کی۔ پائریا بتایا اور دانت نکالنے اور بنانے کی خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا۔ لیکن حکیم صاحبان، ڈاکٹر عبدالعلی صاحب اور دیگر اہل شوریٰ نے دانت نکلوانے سے اختلاف کیا، اس لئے ڈاکٹر شاہ صاحب سے معذرت کر دی گئی۔ اس کے بعد انہوں نے ڈاک کے ذریعے سے خط بھیج کر دوبارہ یاد دہانی کی مگر حضرت والا نے ان کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کو ملتوی فرما دیا۔ اور جناب شفاءالملک صاحب کے پیش کردہ منجن کا استعمال تجویز ہوا۔

حکیم شفاءالملک صاحب کا علاج

اول ہی روز سے دوا کا کل اہتمام حکیم سمیع اللہ خاں صاحب ابن جناب حاجی حقداد خاں صاحب کے ہاتھ میں رہا۔ جو حضرت والا کے لکھنؤ کے قیام تک بروقت تیار کر کے پیش کرتے رہے۔ اور اس تکلف اور نفاست کے ساتھ کہ اس کو دیکھتے ہی طبیعت میں اس کے استعمال کرنے کی رغبت پیدا ہونے لگتی تھی۔ چنانچہ حضرت والا نے متعدد بار فرمایا کہ اس نفاست کو دیکھ کر بغیر ضرورت بھی دوا کے استعمال کرنے کو جی چاہتا ہے۔

اصول علاج

ہمیشہ سے حضرت والا کے معمولات میں ہے کہ جس طبیب کا علاج شروع فرماتے ہیں اور جب تک اس کا علاج جاری رہتا ہے نہ دوسرے سے مشورہ لیتے ہیں اور نہ کسی اور کا نسخہ استعمال میں آتا ہے اسی کی ہدایت کی پابندی کی جاتی ہے اور اسی کی تجویز پر عمل ہوتا ہے۔ نہ کبھی خود ذرا دخل دیتے ہیں نہ کوئی اور دخل دے سکتا ہے چنانچہ جب جناب شفاء الملک صاحب نے نسخہ تحریر فرمایا اس وقت میرے سامنے جناب شفاء الملک صاحب نے حضرت والا کے حضور میں نسخہ پیش کر کے عرض کیا کہ جناب بھی اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ میں کبھی معالج کی رائے میں دخل نہیں دیتا۔ اور نہ کسی اور کو دخل دینے دیتا ہوں، ہاں اگر ایسے ہی آپ کا حکم ہے تو میں آنکھ بند کر کے نسخہ دیکھ لیتا ہوں غرض جناب شفاء الملک صاحب کی ہر ہدایت پر نہایت سختی کے ساتھ برابر عمل ہوتا رہا اور اس وقت تک جاری ہے جو دوا تجویز کی گئی اور جو دوا بتائی گئی وہی استعمال میں رہی اور آج تک ہے۔ کبھی جناب شفاء الملک صاحب کی رائے کے بغیر اپنی یا کسی اور کی رائے سے کبھی کوئی ردوبدل نہیں فرمایا۔

حکیم محمد مصطفیٰ صاحب میرٹھی کے خط پر اظہار خیال

یہاں تک کہ جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب میرٹھی نے (جو ہمیشہ سے حضرت والا کے معالج رہے ہیں اور لکھنؤ آنے سے پہلے انہیں کا علاج رہا) حکیم مسیح اللہ خاں صاحب کو لکھنؤ خط لکھا کہ جناب شفاء الملک صاحب کی تشخیص و تجویز مجھے لکھ کر بھیج دیجئے۔ وہ خط حضرت والا کے ملاحظے سے گزرا۔ حضرت والا نہایت ناراض ہوئے اور حکیم مسیح اللہ خان صاحب سے فرمایا کہ ان کو لکھ دیجئے کہ یہ امر میرے مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ آپ کا پوچھنا گویا میرا ہی پوچھنا ہے اس پر جناب حکیم محمد مصطفیٰ صاحب نے بہت معافی مانگی اس کے بعد ابھی رمضان المبارک سے پہلے حضرت والا کی لکھنؤ سے واپسی کے بعد جناب حکیم صاحب میرٹھ سے تھانہ بھون حاضر ہوئے تو کئی روز تک نبض و قارورہ دیکھتے رہے اور لکھنؤ کی تشخیص و تجویز کو معلوم کرنا چاہا۔ حضرت والا اپنے کمال اخلاق اور ان کے اخلاص و محبت و ہمدردی کی وجہ

سے برابر نبض و قارورہ دکھاتے اور مزاج کی کیفیت بیان فرماتے رہے۔ لیکن جب حکیم صاحب موصوف نے اپنی تشخیص اور رائے کا اظہار کرنا چاہا اس وقت حضرت والا کو بے حد ناگوار ہوا اور نہایت نرم اور محبت آمیز لہجے میں ممانعت فرمائی۔ اس کا اثر حضرت والا پر کئی روز رہا۔ حالانکہ جناب حکیم صاحب نے جو کچھ بھی کہا وہ اپنی ہمدردی، خلوص اور نیک نیتی سے، لیکن دوسرے کے علاج کی حالت میں اتنا دخل بھی حضرت والا نے پسند نہیں فرمایا۔

با قاعدہ علاج

غرض دوشنبہ ۱۵ اگست ۱۹۳۸ء سے جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب کا باقاعدہ علاج شروع ہوا۔ خدا کے فضل سے صحت میں روز بروز ترقی ہوتی گئی حکیم صاحب موصوف کی ہدایت کے موافق روزانہ علی الصباح موٹر پر تشریف لے جاتے تھے اور کسی میدان میں موٹر کو رکوا کر ایک گھنٹہ مشی فرماتے تھے۔ موٹر میں حضرت والا کے ساتھ حکیم سمیع اللہ خان صاحب مولوی محمد حسن صاحب اور مولوی جمیل احمد صاحب ہوتے تھے۔ جناب شفاء الملک صاحب نے اپنی خاص محبت سے موٹر کا بھی انتظام کر دیا تھا اور جناب چودھری[1] خلیق الزمان صاحب بی اے ایل ایل بی، ایم ایل اے ایڈوکیٹ و چیئرمین میونسپل بورڈ لکھنؤ کا موٹر روزانہ صبح کو آتا تھا اور حضرت والا مختلف میدانوں میں تشریف لے جا کر کم و بیش ایک گھنٹہ مشی فرماتے تھے۔

زائرین کی کثرت

حضرت والا کی تشریف آوری کی خبر سن کر پہلے ہی روز سے مجمع کی کثرت ہونے لگی۔ حضرت والا کی طبع مبارک اس کی متحمل نہیں تھی اور جناب شفاء الملک صاحب نیز دیگر اطباء نے ملاقات کی ممانعت کر دی تھی لیکن حضرت والا نے ان کی اجازت سے اتنی ترمیم فرما دی تھی کہ جن سے بے تکلفی ہے وہ اپنی اطلاع کر دیں اگر میری طبیعت چاہے گی بلا لوں گا ورنہ معذرت کر دوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا مگر مجمع نے اس قدر پریشان کیا کہ مجبور ہو کر حضرت والا کو حسب ذیل اعلان لگانا پڑا۔

---

[1] سابق صدر مسلم لیگ پاکستان

اعلان ضروری

بخدمت ناظرین اعلان السلام علیکم

میرا یہ سفر علالت کے سبب' معالجہ و راحت کی غرض سے ہوا ہے۔ میری موجودہ حالت ضعف میں اطباء اور ڈاکٹروں نے باتفاق زیادہ ملاقات کرنے اور زیادہ بات چیت کرنے سے بتاکید منع کیا ہے اور میں خود بھی طبیعت میں اس کا تحمل نہیں پاتا۔ البتہ قلیل کی اجازت دی ہے اور اس قلیل و کثیر کی تفریق اپنی طبیعت کے رنگ سے میں خود ہی کر سکتا ہوں۔ سو میں نے یہ تجویز کی ہے کہ جن صاحبوں کے ساتھ پہلے سے تعلقات کے خصوصیات ہیں ان سے ملاقات اور بات چیت کروں گا بقیہ حضرات سے عذر کر دوں گا اس لئے میں نے عام ملاقات بالکل بند کر دی ہے۔ اور سب حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ جن حضرات سے ملاقات سے عذر کر دیا جائے وہ بار بار درخواست کر کے دروازے پر کھڑے رہ کر میری مجلس کو پریشان نہ کریں۔ کہ اس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے اور یہ امر محبت کے خلاف ہے اس اعلان کے ذریعے سے اس کی اطلاع کرتا ہوں۔ (اشرف علی تھانوی بقلم خود)

یہ اعلان عالی پنجشنبہ ۱۷ اگست ۱۹۳۸ء کو چسپاں کیا گیا تھا۔ اس اعلان کے بعد بھی دروازے پر مشتاقین اور زائرین کا مجمع برابر بڑھتا رہا۔ لوگ اعلان پڑھتے تھے کچھ بگڑتے تھے کچھ خفا ہوتے تھے اور کچھ صبر سے کام لیتے تھے اور مایوس ہو کر چلے جاتے تھے۔

حضرت والا نے مخصوصین کو اجازت دے دی تھی لیکن وقت کی کوئی تعیین نہیں تھی' ایسا مجمع قیام گاہ کے باہر صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک اور پھر پانچ بجے سہ پہر سے گھنٹہ بھر برابر رہتا۔ ان اوقات میں جب حضرت والا کے مزاج اقدس میں آتا بلا لیتے ورنہ سب نہایت خاموشی کے ساتھ حضرت والا کی مرضی عالی کو مقدم سمجھ کر واپس چلے جاتے۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ دن بھر میں تین بار مجلس ہوتی' کبھی دو بار اور کبھی ایک بار اور کسی دن ایسا بھی ہوا کہ کسی وقت بھی مجلس نہیں ہوئی۔

حضرت والا کے تشریف لانے کے بعد دو تین دن تک تو جناب مولوی شبیر علی صاحب اور بھائی نصیر احمد صاحب اسی مقام کے بالاخانے پر مقیم رہے لیکن جب دیکھا گیا کہ لوگوں

کا ہجوم بڑھ گیا ہے ہر شخص چاہتا ہے کوئی ایسا ہو جس سے کچھ پوچھ سکوں۔ نیز باہر سے آنے والے خدام کے قیام کی کوئی جگہ نہ تھی لہذا مولوی محمد حسن صاحب نے دوسرا بالا خانہ اس مکان سے قریب لب سڑک کرایہ پر لے لیا۔ اور جناب مولوی شبیر علی صاحب اور بھائی نصیر احمد صاحب اس میں منتقل ہو گئے حضرت والا کے ساتھ صرف مولوی جمیل احمد صاحب رہ گئے اور پہلا بالا خانہ تنہا مولوی جمیل احمد صاحب کے قبضے میں آ گیا جب حضرت والا کے مزاج کی حالت قابل اطمینان ہو گئی تو جناب مولوی شبیر علی صاحب مع بھائی نصیر احمد صاحب کے ۲۴ اگست ۱۹۳۸ء کو تھانہ بھون واپس تشریف لے گئے۔

حضرت والا اپنے ملازمین کو مکانوں کی نگرانی کے لئے تھانہ بھون ہی میں چھوڑ آئے تھے۔ اور حاجی عبدالستار صاحب متوطن موضع بکھرا ضلع اعظم گڑھ کو جو اکثر حضرت والا کی ضرورت کے وقت نہایت خلوص محبت اور تندہی سے خدمت کیا کرتے ہیں بلا لیا تھا۔ جو حضرت والا کے لکھنؤ کے زمانہ قیام تک برابر مصروف خدمت رہے۔

اس سفر اور قیام لکھنؤ میں باستثنائے بعض ایام جن میں طبیعت بے حد ضعیف تھی حضرت والا کے کسی معمول میں فرق نہیں آیا۔ بجز اس کے کہ ہر نماز مسجد میں باجماعت ادا نہ ہو سکی مگر جمعہ اور کچھ دن کے بعد عصر و مغرب کی نماز برابر مسجد خواص میں ادا فرماتے رہے۔

جناب حکیم شفاء الملک صاحب روزانہ آٹھ اور نو بجے صبح کے درمیان تشریف لاتے تھے اور مزاج اقدس کی کیفیت دریافت کر کے جو ضروری ہدایت دینا ہوتی تھی دیکر تشریف لے جاتے تھے۔

مسجد خواص میں عصر سے مغرب تک قیام

جب حضرت والا کو کچھ قوت آ گئی تو یہ معمول فرمایا کہ مسجد خواص میں عصر کی نماز کے وقت جاتے اور نماز مغرب پڑھ کر واپس تشریف لاتے تھے۔ پہلے دن حضرت والا مسجد خواص میں جب تشریف لے گئے ہیں اس وقت مسجد کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ حاضرین سے عرض کر دیا گیا تھا کہ مصافحے کی زحمت نہ فرمائیں کیونکہ اس سے بجائے راحت کے تکلیف ہوتی ہے لیکن مغرب کے بعد جب حضرت والا قیام گاہ پر تشریف لانے لگے تو لوگ چاروں طرف کھڑے ہو گئے حضرت والا کو بہت تکلیف ہوئی اور فرمایا کہ اگر آپ حضرات کا یہی

حال ہے تو کل سے میں نہیں آ ؤں گا۔ لیکن الحمد للہ یہ مجمع اہل محبت اور اصحاب فہم کا تھا دوسرے دن سے حضرت والا کی خواہش گرامی کے مطابق تمام حضرات نے عمل کیا۔ نہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھائے نہ واپسی کے وقت چاروں طرف کھڑے ہوکر مجمع کیا نہ کسی قسم کا تکلف کیا اور نہ کسی قسم کی تکلیف دی۔ حضرت والا کے قلب مبارک پر اصحاب لکھنؤ کی محبت ان کے خلوص اور ان کی فہم وفراست کا خاص اثر ہوا اور متعدد بار اس کا اظہار فرمایا۔

مسجد خواص میں مجلس عام

حضرت والا مسجد خواص میں نماز عصر پڑھ کر اس کے حجرے کے آگے جو پورب جانب تھوڑا سا صحن ہے رونق افروز ہوتے تھے فرش کا انتظام تھا دہیں ڈاک آ جاتی تھی کوشش فرماتے تھے کہ مغرب تک ختم ہو جائے اس وقت مسجد بھری ہوتی تھی ہر شخص چاہتا تھا کہ میں کم از کم زیارت تو کر لوں۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ نماز کے بعد فوراً حضرت والا کی نشست کے قریب کی جگہ لے لوں تاکہ کچھ سنائی دے سکے۔ بعض تو دعا سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاتے تھے۔ اسی وقت حضرت والا کے لئے حکیم سمیع اللہ خاں صاحب بڑے اہتمام تکلف اور بڑی نفاست کے ساتھ دوا لاتے تھے۔ اور حضرت والا استعمال فرماتے تھے مغرب تک فیوض وبرکات کا دریا موجزن اور ملفوظات کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ سننے والے محو و بےخود ہو جاتے تھے اور اہل مجلس مست و سرشار۔

لکھنؤ میں حضرت والا کے قیام کے زمانے میں ہر طرف حضور عالی کی تشریف آوری کے چرچے تھے ہر شخص کی تمنا تھی کہ کسی طرح مجلس اقدس میں باریابی ہو حضور کی زیارت ہوتی رہے اور ملفوظات عالیہ سے بہرہ اندوز ہونے کا موقع مل سکے۔ مسجد خواص میں عام طور سے جمعہ کی نماز میں بھی اتنا مجمع نہیں ہوتا تھا جتنا حضرت والا کی تشریف آوری کی وجہ سے عصر و مغرب کی نماز کے وقت اور عصر کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز کے بعد تک ہوتا رہا۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ جگہ اور گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ آ آ کر واپس چلے جاتے تھے۔

باہر سے آنے والے چند زائرین کے اسماء

حضرت والا نے گو لکھنؤ تشریف لانے کا اعلان نہیں ہونے دیا لیکن اس پر بھی دور دور

اس کی اطلاع ہوگئی۔ بہت سے لوگوں نے خطوط کے ذریعے سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی جن کو منع کر دیا گیا لیکن قریب کے مقامات سے بہت سے اصحاب سے نہ رہا گیا اور حاضر ہو ہی گئے ان میں سے چند اصحاب کے نام جو یاد آ گئے درج ذیل ہیں:۔

(۱) جناب مولانا محمد سلیمان ندوی عدم علم سفر کی وجہ سے حضرت والا سے ملنے کے لئے تھانہ بھون تشریف لے گئے اور جب علم ہوا کہ حضرت والا لکھنؤ میں تشریف فرما ہیں لکھنؤ تشریف لائے اور اپنی تمنا کو پورا کیا۔ (۲) جناب مولوی عبدالماجد صاحب دریا آبادی' ان کو حضرت والا سے جو حسن عقیدت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مولوی صاحب ممدوح کئی بار آئے اور مستفید و مستفیض ہوئے۔ (۳) جناب مولوی محمد میاں صاحب خلف جناب مولانا شاہ محمد حسین صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ (۴) جناب خان بہادر خواجہ عزیز الحسن صاحب غوری مجذوب بی اے انسپکٹر مدارس الہ آباد مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۵) جناب مولوی عبدالغنی صاحب مہتمم مدرسہ روضۃ العلوم پھولپور' ضلع اعظم گڑھ مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۶) جناب مولوی افضل علی صاحب متوطن تہلواڑہ ضلع بارہ بنکی مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۷) جناب حکیم کرم حسین صاحب سیتاپوری مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۸) جناب مولوی رفیع الدین صاحب الہ آبادی مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۹) جناب ماسٹر قبول احمد صاحب سیتاپور مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۱۰) جناب ماسٹر ثامن علی صاحب سندیلوی مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۱۱) جناب عبدالحیٔ صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل۔ حال ہومیوپیتھک ڈاکٹر جونپور مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۱۲) حافظ محمد عمر صاحب کٹھوری مجاز بیعت حضرت اقدس مدظلہم العالی (۱۳) حاجی عبدالغفور صاحب ٹانڈہ (۱۴) مدار اللہ صاحب کانپور (۱۵) مولوی ادریس صاحب اعظم گڑھی (۱۶) مولوی حکیم بہاؤ الدین صاحب ہردوئی (۱۷) شعیب احمد صاحب برادر جناب حافظ عبدالولی صاحب بہرائچ (۱۸) عبدالحفی صاحب خلف جناب حافظ عبدالولی صاحب بہرائچ (۱۹) محمد حقی صاحب خلف جناب حافظ عبدالولی

صاحب بہرائچ (۲۰) جناب بشیر احمد صاحب پنشنر سب رجسٹرار بنارس اور حضرت والا کے مجاز صحبت (۲۱) جناب مولوی عبدالرحمان صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل پٹنہ (۲۲) جناب مولوی سید محمود الحق صاحب حقی بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ ہردوئی۔ (۲۳) جناب حافظ عبدالولی صاحب اسسٹنٹ منیجر ریاست کپورتھلہ بہرائچ (مع اہلیہ و خادمہ) (۲۴) جناب مولوی انوارالحسن صاحب خلف حضرت محسن کاکوروی (۲۵) جناب منشی علی شاکر صاحب قانون گو (۲۶) جناب محمد نجم احسن صاحب وکیل پرتاب گڑھ (۲۷) جناب حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر بلیا (۲۸) جناب مولوی عبدالصمد صاحب بنارسی مدرس کانپور (۲۹) جناب قاضی محمد مصطفٰی صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر بھدوئی بنارس۔

لکھنؤ اور مضافات لکھنؤ کے چند زائرین کے اسماء گرامی

خاص لکھنؤ کے حضرات یا وہ حضرات جو لکھنؤ میں کسی ضرورت سے آئے اور حضرت والا کی رونق افروزی کا حال سن کر حضرت اقدس سے آ کر ملے ان کی تعداد بھی بہت کافی ہے۔ یہاں چند قابل ذکر اصحاب کے نام نامی جو اس وقت ذہن میں ہیں لکھے جاتے ہیں:۔

(۱) جناب مولانا ابو السلم محمد اسلم صاحب فرنگی محلی (۲) جناب مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی (۳) جناب مولانا صبغۃ اللہ صاحب فرنگی محلی (۴) جناب مولانا عبدالقادر صاحب فرنگی محلی (۵) جناب مولوی[۱] جمال میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ خلف جناب مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ (۶) جناب مولانا عبدالشکور صاحب (۷) جناب مولوی عبدالرحیم صاحب برادر جناب مولانا عبدالشکور صاحب (۸) جناب مولوی محمد سعید صاحب خلف جناب مولوی فتح محمد صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۹) جناب مولوی سید علی صاحب زینبی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی (۱۰) جناب حاجی مولوی کرم علی صاحب ملیح آبادی (۱۱) جناب مولوی حاجی حافظ محمد واثق الیقین صاحب خلف جناب مولانا صادق الیقین

---

[۱] ممدوح جس خلوص و محبت سے ملے ہیں اس کا اثر حضرت اقدس کے قلب مبارک پر ہوا اور وہ بھی کافی اثر لئے بغیر نہیں رہ سکے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے ایک دوست سے سنا اور اس کی تصدیق خود جناب مولوی جمال میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے ہوئی کہ جناب راجہ صاحب بہادر محمود آباد بالقابہ کی صحبت میں موصوف نے اس اثر اور بہت کچھ حضرت اقدس کی خوبیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ۱۲ اصل

صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرسی ضلع بارہ بنکی (۱۲) جناب مولوی محمد احمد صاحب کرسوی (۱۳) جناب مولوی سید محمد صاحب بلگرامی خلف جناب سید شاہ محمد زاہد صاحب بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ (۱۴) جناب بھولے میاں صاحب خلف جناب شاہ وارث حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۱۵) جناب نواب حافظ سر احمد سعید خان صاحب بالقابہ چھتاری (۱۶) جناب نواب جمشید علی خان صاحب (باغپت) (۱۷) جناب راجہ سید محمد مہدی صاحب (پیر پوری) (۱۸) جناب راجہ سر اعجاز رسول خاں صاحب بالقابہ جہانگیر آباد (۱۹) جناب سید اعزاز رسول صاحب ام ایل اے سندیلہ (۲۰) جناب نواب محمد اسماعیل خان صاحب ام ایل اے بیرسٹر ایٹ لا میرٹھ (۲۱) جناب سید حسن ریاض صاحب (۲۲) جناب سید محمود حسن صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل بہرائچ (۲۳) جناب عبدالوحید خان صاحب بی اے مولف کتاب آزادی کی جنگ (۲۴) جناب مولوی محمد فاروق صاحب ام اے ام ال اے گورکھ پور (۲۵) جناب مولوی محمد نسیم صاحب بی اے ایڈوکیٹ لکھنؤ۔ (۲۶) جناب حاجی محمد اصطفےٰ خان صاحب مالک کارخانہ عطر اصغر علی محمد علی لکھنؤ (۲۷) جناب مولوی محمد اسحاق صاحب منیجر کارخانہ عطر اصغر علی محمد علی لکھنؤ۔ (۲۸) جناب چودھری نعیم اللہ صاحب برادر جناب چودھری نعمت اللہ صاحب پنشنر جج ہائی کورٹ الہ آباد (۲۹) جناب شیخ احسان الرحمان صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لا لکھنؤ (۳۰) جناب شرافت اللہ خان صاحب شاہجہانپوری ڈپٹی کلکٹر (۳۱) جناب مولوی ستار بخش صاحب قادری رئیس بدایون (۳۲) جناب خان بہادر سید اعجاز علی صاحب۔ پنشنر کلکٹر وحال وزیر اعظم ریاست خیر پور (سندھ) (۳۳) جناب خان قادر رحمان بخش صاحب قادری پرنسپل اسسٹنٹ ڈپٹی کمشنر لکھنؤ (۳۴) جناب چودھری حکیم بشیر احمد صاحب (۳۵) جناب سید احمد علی صاحب برادر سید حامد علی صاحب ڈپٹی کلکٹر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ اپوائنٹمنٹ ڈیپارٹمنٹ سیکرٹریٹ لکھنؤ (۳۶) جناب حکیم ناصر الدین صاحب محلہ دوگوان لکھنؤ (۳۷) جناب محمد حبیب صاحب الہ آبادی عہدہ دار گورنمنٹ پریس لکھنؤ (۳۸) جناب مولوی ظفر الملک صاحب کاکوروی (۳۹) جناب مولوی حاجی محمد شفیع صاحب بجنوری (۴۰) جناب مولوی محمد ایوب صاحب نبیرۂ جناب مولانا عبدالحیٔ صاحب فرنگی رحمۃ اللہ علیہ (۴۱) جناب مولوی عبدالقوی صاحب فانی پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی

(۴۲) جناب مولوی عبدالباقی صاحب برادر جناب فانی ابنائے جناب مولوی عبدالعلی صاحب آسی مداری مرحوم (۴۳) محمد یوسف صاحب بجنوری دفتر ملازم پوسٹماسٹر جنرل لکھنؤ (۴۴) محمد یونس صاحب بجنوری ملازم محکمہ نہر لکھنؤ (۴۵) جناب مولوی امام الدین صاحب امام مسجد سبزی منڈی امین آباد (۴۶) جناب حاجی حکیم خواجہ شمس الدین صاحب (۴۷) جناب قاری عبدالمالک صاحب اوراس کثرت سے حضرات تشریف لائے جن کے اسمائے گرامی کا یاد آنا بھی مشکل ہے۔ (۴۸) میرا چھوٹا بھائی سید مرتضیٰ حسین سلمہ (مالک مقبول المطابع گونڈہ وبارہ بنکی بھی جو حضرت اقدس کے خادموں میں داخل ہے حاضر ہوگیا تھا۔

صحبت گرامی کا اثر

جناب حکیم حافظ عبدالمجید صاحب خلف جناب حکیم عبدالحفیظ صاحب مرحوم (جھوائی ٹولہ لکھنؤ) پر حضرت والا کی مجلس اقدس کی (مختصر) شرکت حضرت والا کی گفتگو' حضرت والا کی تقریر' ملفوظات' ان میں علمی عارفانہ اور صوفیانہ نکات کا جس قدر اثر ہوا اس کا جناب حکیم صاحب ممدوح نے متعدد بار ذکر فرمایا۔

بعض حضرات ایسے تھے کہ اگر وہ روزانہ شریک مجلس نہ ہوتے تو ان کو صدمہ ہوتا وہ کوشش کرتے تھے کہ جس طرح ممکن ہو روزانہ شریک ہوں گو عدیم الفرصتی سے مجبور ہوتے' مگر پھر بھی وقت نکال کر برابر شرکت کرتے' ان میں جناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی اور جناب حکیم ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سب سے زیادہ مستعد پائے جاتے تھے' ان کی بے تابی ان کا شوق ان کی محبت ان کی عقیدت دیکھنے کے قابل تھی مولوی محمد حسن صاحب مالک انوار المطابع کے یہاں قیام ہی تھا ان کا ہر بچہ ان کا ہر عزیز ہر وقت خدمت کے لئے موجود رہتا مولوی مصطفیٰ حسن صاحب پروفیسر لکھنؤ یونیورسٹی برادر مولوی محمد حسن صاحب باوجود حضرت والا کی قیام گاہ سے دور رہنے اور فرائض منصبی کے باعث عدیم الفرصت ہونے کے جتنا وقت ان کو مل سکتا یہیں صرف کرتے' مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار (مجاز صحبت حضرت اقدس مدظلہم العالی) کا مکان بھی یہاں سے ذرا فاصلے پر تھا لیکن وہ بے تابانہ وقت پر حاضری دیتے اور میکدۂ عرفان سے خم کے خم پیکر واپس جاتے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ

محبی سید محمود حسن صاحب بی اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ بہرائچ جو نہایت خوش عقیدہ مسلمان' مسلمانوں کے ہمدرد اور مسلم لیگ کے ایک سرگرم رکن ہیں۔ مدت سے متمنی زیارت تھے۔ اتفاق سے لکھنؤ آ گئے۔ حضرت اقدس کی تشریف آوری کا حال سنا مسجد خواص میں آ کر شرف زیارت حاصل کیا ان کا حضرت والا سے تعارف بھی کرایا گیا جب وہ مجلس سے رخصت ہوئے ہیں تو عجیب کیف و بے خودی ان پر طاری تھی۔ مولانائے رومؒ کا یہ شعر ان کی زبان پر تھا۔

یک زمانہ صحبت با اولیا　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

یہ وہ اثرات ہیں جو بیان میں نہیں آ سکتے۔

اس عرصے میں خدا کے فضل سے حضرت والا کی طبیعت بہت سنبھل گئی تھی طاقت بھی آنے لگی تھی اور جو شکایتیں تھیں ان میں معتدبہ فائدہ ہو چلا تھا۔

جناب حاجی دلدار خاں صاحب کی کانپور کیلئے درخواست

جناب حاجی دلدار خاں صاحب رئیس و تاجر کانپور جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے حضرت اقدس کے بہت قدیم خادم ہیں کئی بار کانپور سے لکھنؤ آئے اور مشرف بزیارت ہوئے ان کا شروع سے اصرار تھا کہ حضرت والا کانپور میں قیام فرمائیں وہیں علاج ہو یا علاج بدستور جاری رہے مگر قیام کانپور میں ہو لیکن جب یہ رائے قابل عمل نہ معلوم ہوئی تو جناب خان صاحب نے حضرت والا سے درخواست کی کہ حضور چند دنوں ہی کیلئے کانپور تشریف لے چلیں اور پندرہ برس کے بعد مشتاقین زیارت کو کامیاب بنائیں۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ اگر حکیم صاحب خوشی سے اجازت دیں تو میں دو تین دن کے لئے چل سکتا ہوں۔ لیکن میں خود ان سے کوئی خواہش نہیں کروں گا۔ آپ خود کہیں اور خود ہی اجازت لائیں۔ جب اجازت آ جائے گی تب دن تاریخ مقرر ہو کر وہاں چلا جائے گا۔

جناب حاجی دلدار خان صاحب اپنی دھن کے پکے' حضرت اقدس کے والہ و شیدا جھوائی ٹولہ جناب شفاء الملک صاحب کی خدمت میں گئے اور کسی نہ کسی طرح سے ان کو راضی کر کے اجازت لے آئے۔ چنانچہ طے پایا کہ حضرت والا شنبہ ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو مع متعلقین کے کانپور تشریف لے جائیں گے۔

اناؤ میں تھوڑی دیر کے لئے قدم رنجہ فرمانے کی خواہش

یہ حال سن کر ہمارے محترم جناب خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب کے بھانجے صاحب کی جانب سے جو اناؤ میں افسر خزانہ ہیں مع ان کی اہلیہ کے جو خواجہ صاحب کے بڑے بھائی صاحب مرحوم کی صاحبزادی ہیں اور خواجہ صاحب کے خویش اور ان کی صاحبزادی کے جو اس وقت اناؤ میں تھے درخواست پیش کی گئی کہ حضور والا کانپور جاتے وقت راستے میں تھوڑی دیر کے لئے اناؤ تشریف لاکر غریب کدے کو بھی اپنے قدم مبارک سے عزت بخشیں خدام کی بڑی خوش قسمتی ہوگی۔ حضرت والا نے بعنایت شفقت منظور فرمالیا۔

کانپور کو روانگی، اور اناؤ میں چائے نوشی

چنانچہ حضرت اقدس شنبہ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کی صبح کو بسواری موٹر کانپور روانہ ہوگئے۔ جناب حاجی دلدار خاں صاحب نے رات ہی سے دو موٹر کانپور سے بھیج دیئے تھے۔ اور ان کی خویش جناب مولوی عبدالحلیم صاحب خود اس خدمت کی بجا آوری کے لئے حاضر تھے۔ نماز فجر کے بعد ہی موٹر پر روانہ ہوگئے اور ۸ بجے اناؤ پہنچے۔ وہاں کے مشتاقوں کو جن میں خواجہ وحید اللہ صاحب بھی تھے شرف زیارت عطا فرمایا اور جناب خواجہ صاحب کی برادرزادی کے یہاں جا کر ان کے اور افسر خزانہ صاحب کے اصرار پر چائے نوش فرمائی اور جلد وہاں سے کانپور روانہ ہوگئے۔ اور نو بجے صبح ہی کو دونوں موٹر کانپور پہنچ گئے۔

لکھنؤ سے کانپور روانہ ہونے کے ایک روز پہلے اس خادم نے بھی عرض کیا تھا کہ اگر اجازت ہو تو یہ خادم بھی کانپور چلے، اپنے خرچ سے جائے گا اپنے ایک دوست کے یہاں ٹھہرے گا کوئی بار جناب حاجی دلدار خان صاحب پر نہ پڑے گا اگر مجلس ہوگی تو شرکت کی برکت حاصل کرے گا حضرت والا نے کمال شفقت سے منظور فرمایا اور یہ خادم نیز جناب قاری شاہ محمد صاحب دونوں ریل سے کانپور حضرت والا کے پہنچنے سے کچھ قبل پہنچے۔ حاجی نظام الدین صاحب تاجر کانپور نے جو حضرت اقدس کے خادم ہیں اپنے صاحبزادے کو اسٹیشن بھیج دیا تھا وہ مجھے اپنے مکان پر لے گئے وہاں سے میں اپنے قدیم شفیق ابو محمد صاحب

ثاقب (خانقاہ شاہ) غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ بیگم گنج کانپور) کے یہاں چلا گیا دوپہر کا کھانا وہیں کھایا۔ نماز ظہر کے بعد جناب حاجی دلدار خاں صاحب کے یہاں حاضر ہوا جناب مولوی عبدالحلیم صاحب نے فرمایا کہ یہاں اٹھ آیئے میں نے حضرت والا سے اجازت لے لی ہے اور بہت اصرار کیا میں نے عرض کیا کہ جب تک حضرت اقدس سے نہ دریافت کر لوں گا تعمیل حکم سے مجبور ہوں چنانچہ مولوی جمیل احمد صاحب کے ذریعے سے دریافت کیا حضرت والا نے کہلا بھیجا کہ میں اجازت دے چکا ہوں ۔ یہاں آ جانا چاہیے میں نے بمشکل ثاقب صاحب سے اجازت لی اور یہاں حاضر ہو گیا دوسرے روز ثاقب صاحب نے دعوت کی اور مجھے جناب حاجی دلدار خاں صاحب اور جناب مولوی عبدالحلیم صاحب سے معذرت کے ساتھ اجازت حاصل کرنا پڑی۔

کانپور میں زائرین کا ہجوم

غرض اسی روز یعنی ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو جیسے ہی حضرت والا کانپور پہنچے ہیں ایک عام خبر ہو گئی وہ کانپور جہاں حضرت والا کا ابتدائی زمانہ گزرا اور ایک عرصہ دراز تک وہیں قیام فرمایا۔ اس وقت کانپور میں حضور والا کا قیام کیا تھا۔ بادشاہت تھی جسے دیکھیے حلقہ بگوش ہو رہا تھا ایک حقیقت تھی جو عقیدت کی کڑیوں میں جکڑی جا رہی تھی ایسی جگہ ایک مدت مزید کے بعد حضرت والا کا تشریف لانا عقیدت مندوں اور خادموں کے لئے نعمت غیر مترقبہ تھی۔ ظہر کے بعد ہی سے جناب حاجی دلدار خاں صاحب کا مکان ہر طرف سے بھر گیا۔ یہاں تک کہ سڑک تک ہجوم ہی ہجوم نظر آتا تھا۔ ہجوم کرنے والوں سے کہا گیا کہ بعد عصر شاید زیارت ہو ابھی سے آپ لوگ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔ بہت کہنے سننے اور سمجھانے کے بعد مجمع کم ہوا۔ لیکن بعد عصر جب حضرت والا کسی طرح آرام گاہ سے تشریف لا کر باہر رونق افروز ہوئے ہیں اس وقت لوگوں کے شوق اور بیتابی کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی عقیدت و محبت کا اظہار نہیں ہو سکتا ہر شخص چاہتا تھا کہ میں حضرت والا کے قریب پہنچ جاؤں ۔ مصافحہ کروں اور دولت دیدار لوٹوں مگر مجمع کی کثرت سے قریب تک پہنچنا کیا ہر ایک کی نظر بھی چہرہ انور پر نہیں پڑ سکتی تھی ۔ حضرت والا کو انتہائی

مسرت تھی جس کا اظہار کبھی تبسم سے ہوجاتا کبھی نظروں سے کبھی لفظوں کے ذریعے سے۔ اس وقت حضرت والا کو تکان بہت تھا مگر پھر بھی فیض و برکات کا چشمہ ابل رہا تھا یہاں تک کہ مغرب کا وقت آ گیا اور حضرت والا آرام گاہ میں تشریف لے گئے مجمع بادل نخواستہ ہٹا۔

مزاج کی ناسازی

دوسرے روز یعنی ۱۱ ستمبر ۱۹۳۸ء کو حضرت والا کا مزاج کچھ ناساز ہوگیا۔ چند اجابتیں ہو گئیں اور کمزوری بڑھ گئی۔ مجمع کل سے زیادہ تھا۔ اور بہت پہلے سے آ گیا تھا۔ حضرت والا نے دن بھر کوئی غذا استعمال نہیں فرمائی تھی کھچڑی تیاری کے قریب تھی کہ مجمع کی بیتابی کی اطلاع ہوئی۔ حضرت والا اسی حالت میں مجلس میں تشریف لے آئے اور دروازے کے قریب ہی ایک قالین جو سامنے موجود تھا بچھوا کر رونق افروز ہوگئے۔ مجمع کسی طرح نہیں رکتا تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ میں آگے ہو جاؤں خیر کسی نہ کسی طرح زیارت ہوگئی اور حضرت والا تھوڑی دیر بیٹھ کر تشریف لے گئے تیسرے دن بھی یہی کیفیت رہی۔

۱۱ اور ۱۲ ستمبر ۱۹۳۸ء کو دونوں دن لکھنؤ کے معمول کے مطابق صبح کو یہاں بھی موٹر پر تشریف لے جاتے تھے اور کسی پرفضا جگہ پر موٹر رکوا کر چہل قدمی فرماتے تھے۔ پہلے دن جناب حاجی دلدار خاں صاحب کے صاحبزادے موٹر چلاتے تھے۔ مولوی عبدالحلیم صاحب اور مولوی جمیل احمد صاحب ہمراہی میں تھے۔ نیز ایں خادم کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اس روز حضرت والا نے ایک گھنٹہ چہل قدمی کی اور جناب حاجی دلدار خاں صاحب کی نئی ٹینری کا ملاحظہ فرمایا۔ دوسرے دن شوفر چلا رہا تھا۔ مولوی عبدالحلیم صاحب مولوی جمیل احمد صاحب ڈاکٹر عبدالحمید صاحب پروفیسر میڈیکل کالج لکھنؤ کے بھائی شیخ محمد حامد صاحب ایم اے ایل ایل بی وکیل ہمراہی میں تھے نیز یہ خادم بھی تھا۔

تیسرا دن تھا' حضرت والا کی طبیعت پورے طور سے صاف نہیں تھی اور عجیب بات یہ تھی کہ کانپور آ کر مولوی جمیل احمد صاحب حاجی عبدالستار صاحب اور اس خادم کی بھی طبیعت خراب ہوگئی اور برابر خراب رہی۔ حضرت والا باوجود ناسازی مزاج کے جناب حافظ عبدالرحمان خان صاحب مرحوم کے یہاں ان کے صاحبزادے اور اعزہ کی درخواست پر

ٹیکا پور تشریف لے گئے۔ اور تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس تشریف لے آئے اور اس طرح اپنے قدیم عقیدتمندوں کو مشرف بزیارت فرمایا۔ یہاں بہت سے لوگ باہر سے بھی شرف زیارت حاصل کرنے کے لئے حاضر ہو گئے تھے۔ جناب مولوی محمد عیسیٰ صاحب بی اے مجاز طریقت حضرت اقدس مدظلہم العالی مع اپنے صاحبزادے محمد لقمان سلمہ کے بھی آلہ آباد سے حاضر ہو کر فیوض وبرکات سے مستفیض ہوتے رہے۔

مومن کانفرنس

انہیں دنوں میں کانپور میں مومن کانفرنس ہو رہی تھی اور ان حضرات اور دوسرے مسلمانوں میں زیادہ کشیدگی پیدا ہوگئی تھی یہاں تک کہ مومن صاحبان میں سے ایک شخص مار بھی ڈالا گیا تھا۔ اس وقت کانپور کی فضا بالخصوص مسلمانوں کے درمیان بہت مکدر تھی۔ جناب حاجی دلدار خان صاحب کے خویش جناب ڈاکٹر عبدالصمد صاحب نے عرض کیا کہ اگر حضرت والا ایک ایسی تحریر عطا فرمادیں جس سے دونوں فریقوں میں مصالحت ہو جائے تو یہ مناقشہ دور ہو جائے اور دونوں فریق اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں۔ اصل مقصود تو ڈاکٹر صاحب کا بھی تھا لیکن ضمن تقریر سے یہ بھی متشرح ہوتا تھا کہ ان صاحبوں کو یہ بھی شکایت ہے کہ ہم کو بعض لوگ حقیر سمجھتے ہیں۔ حضرت والا نے فرمایا کہ اصل معاملہ کے متعلق تو میں ناواقف ہوں۔ مولوی عبدالحلیم صاحب مضمون لکھ لائیں اگر میں مناسب سمجھوں گا تو دستخط کر دوں گا۔ ہاں تفاضل اقوام کے متعلق علمی تحقیق کے طور پر میں خود ایک مضمون لکھے دیتا ہوں جو مضمون آپ مناسب سمجھیں شائع فرمادیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مولوی عبدالحلیم صاحب کے تحریر کردہ مضمون کو ملاحظہ فرما کر حضرت والا نے دستخط فرمادیئے اور جو خود مضمون تحریر فرمایا وہ جناب ڈاکٹر موصوف کے حوالہ کر دیا گیا اول الذکر مضمون فوراً چھپوا کر شائع کر دیا گیا۔ دوسرا مضمون رسالہ الادب کانپور میں شائع ہو چکا ہے چونکہ یہ مضمون ایک نہایت محققانہ ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ یہاں اس کو درج کر دوں تاکہ اس مضمون کے پڑھنے والے بھی اس سے فائدہ اٹھائیں۔ وہو ہذا۔

الاختلاف[1] للاعتراف[2]

مجھ سے مختلف مسلمان اقوام کے متعلق جن میں بعض قومیں دوسری قوموں کی تنقیص وتحقیر کرتی ہیں اور بعض قومیں اپنے کو بلادلیل دوسری قوموں میں داخل کرتی ہیں پوچھا گیا کہ یہ دونوں فعل شرعی قاعدے سے کیسے ہیں؟

اس کا جواب عرض کرتا ہوں:۔

کہ یہ دونوں فعل شرعاً قبیح ہیں۔ پہلا تفریط ہے اور دوسرا افراط۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نصوص شرعیہ اس باب میں ظاہراً دو قسم کے ہیں۔ ایک مثبت مساواۃ وتماثل' ایک مثبت تفاوت وتفاضل' چنانچہ حدیث جاننے والوں کو معلوم ہے اور ظاہر ہے کہ نصوص میں تعارض نہیں ہوسکتا لہٰذا دونوں کے لئے جداجدا محمل قرار دیا جائے گا۔ پس نصوص مساوات تو احکام متعلقہ آخرت کے باب میں ہیں۔ یعنی آخرت کی نجات کے لئے ایمان واعمال صالحہ کے مدار ہونے میں سب برابر ہیں۔ اسی طرح اسلامی حقوق میں اور دینی کمال حاصل کرنے کے بعد تقدم میں سب برابر ہیں۔ مثلاً سلام وتشمیت عاطس وعیادت وشہود جنازہ میں کہ حقوق اسلامیہ ہیں' یا تحصیل اوصاف استحقاق امامت کے بعد' یا تحصیل علوم دینیہ کے بعد' یا تحصیل کمالات باطنیہ کے بعد امام یا استاد یا شیخ بنانے کے استحقاق میں سب برابر ہیں۔ چنانچہ مدعیان شرافت عرفیہ بھی سب قوموں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ ان سے علوم حاصل کرتے ہیں ان سے بیعت ہوتے ہیں ان کو بطور خلافت طریق' بیعت وتلقین کی اجازت دیتے ہیں۔ چنانچہ خود احقر ایسے حضرات کا شاگرد بھی ہے اور بعضی میری طرف سے مجاز طریقت بھی ہیں۔ پس نصوص مساوات کا تو یہ محل ہے اور نصوص تفاوت احکام راجعہ الی المصالح الدینیہ کے باب میں ہیں۔ جیسے شرف نسب یا نکاح میں کفاءت حتیٰ کہ جو اقوام عرفاً اعلیٰ طبقے کی مشہور ہیں خود ان میں بھی باہم گر اس تفاوت کا شرعاً اعتبار کیا گیا ہے۔ قریش میں بنی ہاشم کا شرف نسبی بقیہ قریش پر نص میں وارد ہے کفائت میں قریش کا شرف غیر قریش پر گو وہ بھی عربی ہوں دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اب نصوص میں کوئی تعارض نہیں پس اس

---

[1] ای فی الانساب ماخوذ من قولہ تعالیٰ جعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ الآیہ ۱۲ [2] بمعنی شناختن کذا فی الصراح ۲

تفاضل کے یہ معنی ہیں کہ کوئی قوم اپنے کو بڑا سمجھ کر دوسرے کو حقیر سمجھے بلکہ صرف بعض احکام میں جن کا بیان اوپر گزر چکا اس تفاضل پر عمل کی اجازت ہے۔ پس جو لوگ اپنے کو بڑا اور دوسروں کو اعتقاداً یا عملاً حقیر سمجھتے ہیں یا بلا دلیل شرعی بڑی قوموں میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں یہ دونوں افراط وتفریط میں مبتلا ہیں۔ پہلی جماعت کا تکبر تو کھلا ہوا ہے کہ دوسروں کو اعلانیہ حقیر سمجھا۔ مگر دوسری جماعت والے بھی عندالتامل تکبر کا ارتکاب کر رہے ہیں کیونکہ جب ایک قوم سے نکل کر بلا دلیل شرعی دوسری قوم میں داخل ہونے کی کوشش کی تو جس قوم سے نکلنا چاہا ہے اس کو حقیر سمجھا ورنہ اس سے نکلنے کی کوشش کیوں کرتے اور علاوہ تکبر کے نسب کے بدلنے کے گناہ کا بھی ارتکاب کرتے ہیں۔ جس پر حدیث میں سخت وعید وارد ہے۔ بہر حال ان احکام کے علم کے بعد دونوں جماعتوں پر واجب ہے کہ افراط وتفریط سے توبہ کر کے اتباع نصوص کے تحت میں حدود شرعیہ کے اندر رہیں اور باہم ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھیں اور کمالات دینیہ حاصل کریں کہ اصلی شرف یہی ہے۔ ورنہ دوسرے اسباب شرف آخرت میں نافع نہ ہوں گے۔ جو کہ مسلمان کا اصل مقصود ہے۔ واللہ الموفق اور یہ سب مضمون مع اجزا اور آیت **یایھاالناس انا خلقنکم من ذکر و انثی الیٰ قولہ تعالیٰ ان اکرمکم عنداللہ اتقکم** میں مذکور ہے۔ احکام آخرت میں مساوات تو صراحتاً فی قولہ تعالیٰ **ان اکرمکم عنداللہ اتقکم** پس تقویٰ کے مدار اکرمیت ہونے میں سب مساوی ہیں اور احکام دنیویہ میں تفاوت قریب بصراحت فی قولہ تعالیٰ **وجعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا** تقریر دلالت یہ ہے کہ اختلاف شعوب وقبائل کی غایت تعارف وتمائز کو فرمایا اور ظاہر ہے کہ تعارف وتمائز احکام دنیویہ میں سے ہے۔ اور خود مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ ادائے حقوق خاصہ کے لئے مقصود ہے اور جو حقوق تعارف وتمائز پر متفرع ہوتے ہیں وہ سب احکام متعلقہ بالمصالح الدنیویہ ہیں۔ پس اس طرح پر دلالت حاصل ہو گئی۔ **وللہ الحمد علی ماعلم و فھم وھدانا الی طریق الاقوم** ۱۶ رجب ۱۳۵۷ھ (کتبہ بقلمہ اشرف علی عفی عنہ فی کانپور یوم الغد من انعقاد مومن کانفرنس ۱۶ رجب ۱۳۵۷ھ) کانپور میں بھی برابر وہی دوائیں جو لکھنؤ میں استعمال ہوتی تھیں استعمال ہوتی

رہیں۔ اس کا اہتمام مولوی جمیل احمد صاحب اور ان کی اہلیہ کے ذمہ تھا۔ یہاں دونوں پیرانی صاحبہ مدظلہما کے تشریف لانے کی وجہ سے مستورات کا اس قدر ہجوم تھا جو بیان سے باہر ہے۔ سڑک تک اکے تانگے کھڑے رہتے تھے۔ مسافروں کو چلنے کی دقت ہوتی تھی ڈولیوں پر ڈولیاں آتی تھیں۔

کانپور سے روانگی

سہ شنبہ ۷ا رجب ۱۳۵۷ھ کو نماز فجر کے بعد ہی واپسی ہوئی ایک چھوٹے موٹر پر مستورات تھیں اور اسی موٹر کے اگلے حصے میں مولوی جمیل احمد صاحب بھی تھے اور بڑے موٹر پر حضرت اقدس مع جناب حاجی دلدار خاں صاحب اور مولوی عبدالحلیم صاحب کے رونق افروز تھے اور اس خادم کو بھی اسی موٹر پر ساتھ چلنے کی اجازت جناب دلدار خان صاحب کی خواہش پر مل گئی تھی۔ جناب پیرانی صاحبہ مدظلہما بغرض علاج کانپور میں رہ گئیں جو حضرت والا کے تھانہ بھون پہنچنے کے بعد واپس تھانہ بھون پہنچی۔

آج پیدل مشی نہیں کی گئی اور نہ کہیں راستے میں ذرا دیر کے لئے موٹر ٹھہرایا گیا۔ براہ راست لکھنؤ روانگی ہوگئی تقریباً پونے آٹھ بجے صبح کے موٹر لکھنؤ پہنچ گئی۔ لکھنؤ پہنچتے ہی حضرت والا کے مزاج اقدس میں جو اضمحلال پیدا ہوگیا تھا وہ بحمداللہ رفع ہوگیا اور دیکھا تو خدا کے فضل سے کانپور روانہ ہونے سے پہلے طبیعت میں جو شگفتگی اور انبساط تھا وہ موجود ہے۔ اسی دن مولوی جمیل احمد صاحب جناب حکیم شفاء الملک سے ان کے دولت کدے پر ملے اور تاریخ روانگی مقرر فرما دینے کی خواہش ظاہر کی جناب حکیم صاحب نے ۲۴ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۸ء مقرر فرمادی۔

اہل لکھنؤ کو علم ہوگیا کہ حضرت والا کا قیام اب ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں رہ سکتا، بہت بے چین ہوگئے۔ وہ اس خیال میں تھے کہ صحت کے بعد حضرت اقدس ابھی تھوڑے دن لکھنؤ میں قیام فرمائیں گے۔ وہ لوگ جو ابھی تک حضرت والا کی زیارت کے لئے باوجود شوق کے اس وجہ سے نہیں آسکتے تھے کہ صحت کے بعد جب اطمینان سے قیام ہوگا اور عام ملاقات کی اجازت ہوگی زیارت کرلیں گے اس خبر کو سن کر بے تاب ہوگئے۔ اور وہ حضرات بھی جن کو

زیارت سے آسودگی نہیں ہوئی تھی یا ان کو حضرت والا کی کوئی تقریر سننے یا قریب حاضر ہونے کا موقع نہیں ملا تھا یہ معلوم کر کے اب حضرت والا کے واپس تشریف لے جانے میں صرف ایک ہفتہ باقی ہے مسجد خواص میں روزانہ حاضر ہوتے اور قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان اصحاب کے ذوق وشوق کا عجیب عالم تھا' اب مسجد خواص میں پہلے سے زیادہ مجلس عام کا منظر قابل دید تھا۔ عصر کے بعد سے مغرب تک تل رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ عصر سے پہلے پہلے لوگ آ جاتے تھے اور حجرے کے قریب جہاں حضرت والا رونق افروز ہوتے جگہ گھیر کر بیٹھ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز میں صفوں کا سیدھا ہونا یا صف میں شامل ہونا مشکل ہو جاتا تھا۔ حضرت والا کے قلب مبارک پر بھی ان کے ذوق وشوق' ان کی محبت وعقیدت اور ان کے جذبات کا پورا اثر تھا۔ اور اب مجلس کا رنگ بھی جدا تھا۔ انوار کا ہجوم تھا۔ فیوض وبرکات کی کثرت تھی۔ حقیقت ومعرفت کا میخانہ کھلا ہوا تھا اور مجمع بقدر ذوق سیراب ہو رہا تھا۔

چند دعوتیں

خدام اور مخلصین کو جب معلوم ہوا کہ حضرت والا لکھنؤ میں زیادہ قیام نہیں فرما سکتے تو انہوں نے حضرت والا سے درخواست کی کہ ایک ایک وقت ما حضر پیش کرنے کی اجازت عطا ہو کانپور جانے سے پہلے جناب حاجی حقداد خانصاحب اور مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار نیز محمد حبیب صاحب الہ آبادی نے منظوری حاصل کرنے کے بعد کھانا پکوا کر قیام گاہ پر بھیج دیا تھا۔ اس سے پہلے ایک مرتبہ جناب حاجی حقداد خان صاحب نے تمام خدام اور مخلصین کی جن کو کچھ بھی حضرت والا سے تعلق تھا دعوت کی تھی اور بہت کچھ برکتیں لوٹی تھیں۔ آخر میں اس خادم نے بھی اس سعادت حاصل کرنے کی درخواست پیش کی اور یہ عرض کیا کہ حضور والا اس کی بھی منظوری عطا فرمائیں کہ گھر میں جو چیزیں پسند اور منتخب فرمائیں اور جو مقدار مقرر کریں اسی کے مطابق کل سامان حاضر کر دیا جائے خود ہی انتظام کریں' خود ہی پکوانے کی تکلیف گوارا فرمائیں اور خود ہی جس طرح چاہیں استعمال میں لائیں۔ حضرت والا کو اس تجویز سے بے حد مسرت ہوئی اور نہایت خوشی سے اس تجویز کو

شرف قبولیت عطا فرمایا۔ غرض اس خادم نے اندر کی منتخب کردہ فہرست کے مطابق کل سامان مہیا کر دیا اور اس طرح یہ حقیر و ناچیز دعوت بھی ہوگئی۔ دوسرے روز حضرت والا نے کمال مسرت و پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اس کمترین خدام کو اپنے لطف و کرم سے نوازا۔ مولوی محمد حسن صاحب کے یہاں تو حضرت کا قیام تھا ہی اس پر بھی ان کی اہلیہ نے کئی بار خصوصیت سے دعوت کی۔ قاضی حکیم بشیر الدین صاحب مرحوم ساکن محلّہ دوگوان لکھنؤ جن کا تھانہ بھون سے خاص تعلق تھا' حضرت والا کے ساتھ خاص عقیدت و محبت رکھتے تھے اور حضرت والا جب لکھنؤ تشریف لاتے تھے اکثر انہیں کے یہاں قیام فرماتے تھے۔ ان کی بیوہ' ان کی لڑکی اور داماد کی درخواست پر صبح کو تفریح سے واپس ہوتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے وہاں تشریف لے گئے ان کو تسکین دی اور دعائے خیر و برکت فرمائی۔ حضرت والا کے ایک عزیز قریب سید احمد عیل صاحب لکھنؤ سیکرٹریٹ میں ملازم ہیں جناب مولوی شبیر علی صاحب نے ان کو تلاش کیا ملاقات کے بعد جب ان کو علم ہوا کہ حضرت والا بھی تشریف لائے ہیں مزاج ناساز ہے اور مولوی گنج میں مقیم ہیں۔ اپنے عدم علم پر بہت افسوس کرنے لگے۔ حضرت والا کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنے یہاں لے جانے اور قیام کرنے کے لئے اصرار کیا۔ حضرت والا نے ان کے مکان پر تھوڑی دیر کے لئے قدم رنجہ فرمایا اور مولوی محمد حسن صاحب کی دل شکنی کی وجہ سے مکان تبدیل فرمانے کے لئے عذر فرمادیا۔

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے یہاں تشریف آوری

لکھنؤ سے روانہ ہونے سے دو دن پہلے یعنی ۱۵ ستمبر ۱۹۳۸ء کو بغیر درخواست کے حضرت والا نے خود اپنی خاص محبت و عنایت سے جناب ڈاکٹر حکیم عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فرمایا کہ میں اپنی خواہش کے مطابق نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد مسجد ہی سے آپ کے مکان پر چند منٹ کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ یہ روح افزا مژدہ سن کر جناب ڈاکٹر صاحب کو بے حد مسرت حاصل ہوئی اور حضرت والا بعد نماز مغرب مسجد سے براہ راست جناب ڈاکٹر صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ساتھ ساتھ ایک ہجوم تھا جو واپسی تک برابر بڑھتا ہی گیا اور جب تک حضور واپس آ کر مکان کے اندر تشریف نہیں لے

گئے ختم نہیں ہوا۔ حضرت والا تھوڑی دیر وہاں قدم رنجہ فرما کر واپس تشریف لائے۔

مولانا عبدالباری ندویؒ کے یہاں تشریف آوری

اسی درمیان میں جناب مولوی عبدالباری صاحب ندویؒ نے غایت شوق سے درخواست کی کہ ایک شب کے لئے حضور والا مع مستورات کے میرے غریب خانہ کو بھی تشریف آوری سے رونق و عزت عطا فرمائیں۔ حضرت والا نے ان کے خلوص کو دیکھ کر منظور فرمالیا۔ چنانچہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء کو نماز عصر سے کچھ دیر پہلے حضرت والا مع سواریوں کے وہاں تشریف لے گئے۔ مولوی جمیل احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ حاجی عبدالستار اور عبدالمجید حضرت کے خدمت کرنے والے بھی حاضر تھے۔ اس خادم نے بھی حاضر ہونے کی اجازت لے لی تھی۔ چنانچہ یہ خادم اور عزیزی مولوی حافظ ابرار الحق سلمہ مغرب سے پہلے وہاں حاضر ہو گئے۔ ناسازی مزاج کے بعد آج یہ دولت نصیب ہوئی کہ فریضہ مغرب حضرت والا کی امامت میں نصیب ہوا۔ میں نے اور مولوی ابرار الحق سلمہ نے واپسی کی اجازت کی درخواست کرنا چاہی مگر مولوی عبدالباری صاحب نے غایت محبت سے روک لیا اور حضرت والا نے بھی اس کو پسند فرمایا کہ ہم دونوں خادم بھی یہیں رات بسر کریں۔ نماز عشاء بھی حضرت والا نے پڑھائی اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد سب اپنی اپنی جگہ پر گئے تاکہ سو رہیں۔

اسی زمانے میں جناب مولوی افضل علی صاحب متوطن جھلوارہ ضلع بارہ بنکی جو حضرت والا کے مجاز طریقت بھی ہیں مع اہل و عیال کے مولوی عبدالباری صاحب کے یہاں مقیم تھے۔ ان کو دو تین روز سے کچھ دماغی شکایت پیدا ہو گئی تھی جو اس سے پہلے اور بھی کئی بار ہو چکی تھی۔ لیکن آج اس دورے میں زیادتی تھی۔ اس رات کو جناب مولوی عبدالباری صاحب کی کوٹھی پر مولوی افضل علی صاحب کے دورے کی وجہ سے کوئی اطمینان سے سو نہ سکا۔ مستورات پر اس کا بہت اثر تھا۔ اور ان کی وجہ سے حضرت والا بھی بہت متاثر تھے۔ غرض وہ رات عجیب بے چینی اور اضطرار میں بسر ہوئی۔ نماز فجر میں مولوی افضل علی صاحب شریک جماعت تھے اس وقت بھی حضرت والا ہی نے نماز پڑھائی۔ بعد فراغت نماز حضرت والا نے مولوی افضل علی صاحب سے فرمایا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ روز کے لئے مکان چلے جائیں۔ لکھنؤ

کی آب دہوا آپ کے موافق نہیں ہے۔ انہوں نے اسی حالت میں اس کو منظور کر لیا۔ چنانچہ حضرت والا نے خود ان کی قیام گاہ پر تشریف لے جا کر اس موٹر پر جس پر حضرت والا تفریح کے لئے جایا کرتے تھے اور اس وقت حضور ہی کے لئے وہ موٹر یہاں آیا تھا۔ مولوی افضل علی صاحب ان کی اہلیہ اور ان کے خویش کو اسٹیشن بھیج دیا۔ وہ دن تانگے اور راکوں کی ہڑتال کا تھا۔ کوئی سواری نہیں ملتی تھی اور یہاں دیر ہو گئی تھی۔ حضرت والا نے فرمایا کہ میں ٹہلتا اور تفریح کرتا ہوا چلا جاؤں گا۔ آج مشی نہیں کی ہے۔ مشی بھی ہو جائے گی۔ موٹر جس وقت آئے پہلے مستورات کو بھیج دیا جائے اور اس کے بعد اگر وقت ہو تو راستے میں مجھے موٹر مل جائے۔ اس طرح حضرت والا پیدل وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت والا کے ہمراہ یہ خادم اور مولوی ابرار الحق تھے۔ مولوی عبدالباری صاحب کی کوٹھی ڈالی گنج میں بالکل شیعہ کالج سے ملی ہوئی واقع ہے۔ ایک تانگہ والے کو دیکھا کہ کسی کو شیعہ کالج پہنچا کر واپس آ رہا ہے وہ بے چارا حضرت والا کو پیدل چلتا ہوا دیکھ کر خود ہی رکا کہ شاید تانگہ کی ضرورت ہو۔ میں نے اس سے ضرورت کا اظہار کیا اور وہ باوجود ہڑتال کے پیر جلیلوں کے محلّہ کے قریب تک پہنچانے کے لئے تیار ہو گیا۔ خداوند کریم نے غیب سے حضرت والا کے لئے راحت کا سامان فرمایا اور حضرت والا نہایت آرام سے محلّہ مذکور تک پہنچ گئے۔ وہاں سے مولوی گنج زیادہ دور نہیں تھا تھوڑی ہی دور پیدل چلے ہوں گے کہ چودھری خلیق الزمان صاحب کا موٹر جو مولوی افضل علی صاحب کو پہنچانے گیا تھا اور مستورات کو بھی پہنچا کر واپس آ گیا تھا ڈھونڈھتا ہوا یہاں پہنچ گیا اور حضرت والا اطمینان و آرام سے قیام گاہ پر پہنچ گئے۔

جناب وصل بلگرامی صاحب کے قیام گاہ پر رونق افروزی اور عطاء و اعزاز

اسی روز اس خادم نے بھی درخواست کی کہ تفریح کے بعد کل تھوڑی دیر کے لئے حضور والا اس خادم کے قیام گاہ پر تشریف فرما ہو کر اس جگہ کو اپنے اقدام میمنت التیام سے منور و مشرف فرمائیں اور اگر نامناسب نہ ہو تو چائے بھی نوش فرما لیں۔ نیز دیگر احباب بھی شریک کرنے کی اجازت بھی عطا فرما دیں۔ حضرت والا نے اپنی خاص نوازش و عنایت کرم

سے یہ ارشاد فرماتے ہوئے کہ گو میں چائے نہیں پیتا مگر میں وہاں پی لوں گا۔ ذرا سی چاء کیا نقصان کرے گی منظوری درخواست عطا فرما دی۔ ان الفاظ کا اثر جو مجھ پر ہوا وہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ غرض ۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء کی صبح ہوئی اور میرے کمرے میں برکتوں اور رحمتوں کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ جناب سید اعزاز رسول صاحب ام ال اے تعلقدار سندیلہ ضلع ہردوئی (جنکی عمارت نمبر ۹ واقع قیصر باغ لکھنؤ میں میرا قیام ہے) جناب حکیم ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ندوی۔ جناب شیخ ہاشم علی صاحب رئیس جگوڑ جناب مولوی عبدالحمید صاحب پنشنر تحصیلدار جناب حکم کرم حسین صاحب سیتا پوری جناب مولوی عبدالغنی صاحب پھولپوری جناب حاجی حقدادخان صاحب جناب محمد حبیب صاحب الٰہ آباد اور کئی حضرات تشریف لے آئے۔ کافی مجمع ہو گیا تھا دو کمرے بھرے ہوئے تھے۔

حضرت اقدس تفریح سے واپسی پر جس طرح رونق افروز ہوئے ہیں اس کی کیفیت میرے دل سے پوچھئے معلوم ہوتا تھا کہ آج تمام انوار و برکات و فیوض اور کل رحمتیں یہاں جمع ہو گئی ہیں۔

برزمینے کہ نشان کف پائے تو بود سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

حضرت والا کے ہمراہ مولوی جمیل احمد صاحب حکیم سمیع اللہ خان صاحب مولوی محمد حسن صاحب (مولوی جمیل احمد صاحب کی دونوں بچیاں مولوی محمد حسن صاحب کی بچی) یہ سب تھے۔ اس وقت اور حضرات تو آ چکے تھے۔ صرف حکیم صاحبان جھوائی ٹولہ کا انتظار تھا۔ ٹیلی فون سے معلوم ہوا کہ جناب شفاء الملک صاحب کا موٹر بگڑ گیا ہے اب دوسرے موٹر پر تشریف لا رہے ہیں اس انتظار میں حضرت والا کو زیادہ قیام فرمانا پڑا۔ خدا خدا کر کے جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب' جناب حکیم عبدالمجید صاحب اور جناب حکیم عبدالمعید صاحب تشریف لے آئے۔ اور ناشتہ و چائے میں شرکت فرما کر احقر کو ممنون کرم بنایا۔ حضرت والا نے یہ بھی گوارا نہیں فرمایا کہ موٹر مقررہ وقت سے زیادہ روکا جائے۔ چنانچہ وہ موٹر حکیم صاحب کے تشریف لانے سے پہلے واپس کر دیا گیا۔ اور حضرت والا وہاں سے ناشتے وغیرہ سے فراغت کے بعد سید اعزاز رسول کے موٹر پر مولوی گنج تشریف لے گئے۔

اس طرح حضور والا کافی دیر تک رونق افروز رہے اور اس خادم کو ہر طرح سے شرف اعزاز عطا فرمایا۔ یہ لمحات برکات آیات' میرے لئے سرمایہ حیات اور باعث حصول حسنات تھے۔ اس پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے' یہاں بھی ملفوظات کا چشمہ جاری تھا' مختلف انداز سے بارش نوازش ہو رہی تھی۔ ساقی تھا اور دور بادۂ عرفان' رند تھے اور گردش میں ساغر پر ساغر' اور تمام بزم محو و بیخود تھی۔ ہر شخص پر وہ کیف طاری تھا جو کبھی نہ دیکھنے نہ سننے میں آیا۔ یہ مبارک ساعتیں یہ بابرکت لمحے یہ پرکیف گھڑیاں پھر کہاں مل سکتی ہیں۔

جناب شفاء الملک صاحب کی دعوت

اس کے دوسرے دن یعنی ۲۰ ستمبر ۱۹۳۸ء کو لکھنؤ سے روانگی کا دن تھا اور آج یعنی ۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء کو جناب شفاء الملک حکیم عبدالحمید صاحب نے بعد مغرب حضرت والا کو اپنے یہاں مدعو کیا تھا اور اس خادم کے لئے بھی رقعہ بھیج کر حضرت اقدس سے اجازت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ مسجد خواص میں نماز مغرب سے فارغ ہونے کے بعد حضرت والا قیام گاہ پر تشریف لے گئے تاکہ تیار ہو کر جلد جھوائی ٹولہ روانہ ہوں۔ جناب شفاء الملک صاحب نے عنایت محبت سے دو موٹر بھی بھیج دیئے تھے تاکہ سب لوگ بآرام پہنچ جائیں۔ حضرت والا کو کسی خاص وجہ سے اندر آنے میں دیر ہو گئی اور جب حضرت والا باہر تشریف لائے ہیں تو جناب مولوی عنایت اللہ صاحب اور جناب مولوی عبدالقادر صاحب فرنگی محلی کو موٹر کے قریب موجود پایا۔

حضرت والا کو ان حضرات کے خلاف اوقات تشریف لانے سے بے حد استعجاب ہوا۔ اور فرمایا کہ آپ حضرات نے کیسے تکلیف فرمائی۔ میں یونہی آپ حضرات کی محبت اور عنایت کا ممنون ہوں۔ آپ حضرات بار بار مجھ پر عنایت کر کے محجوب فرماتے ہیں۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو ابھی معلوم ہوا کہ کل صبح جناب واپس تشریف لے جائیں گے ہم لوگوں کا ارادہ تھا کئی بار حاضر ہو کر کچھ استفادہ حاصل کریں۔ صرف جناب کی ناسازی مزاج اور تکلیف کے خیال سے نہ آ سکے' لیکن یہ علم نہیں تھا کہ اتنی جلد جناب تشریف لے جائیں گے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ مجھے بھی آپ حضرات سے بہت انس ہو گیا ہے۔ میرا خود قصد تھا کہ فرنگی محل آ کر آپ حضرات سے ملوں' مگر طبیعت کے اضمحلال نے آنے نہ دیا۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔

غرض جناب مولوی عنایت اللہ صاحب اور جناب مولوی عبدالقادر صاحب بہت متاثر ہوکر حضرت والا سے رخصت ہوئے اور حضرت والا موٹر پر سوار ہوکر جھوائی ٹولہ روانہ ہو گئے۔ حضرت والا کے موٹر پر جناب حاجی حقداد خاں صاحب اور مولوی جمیل احمد صاحب تھے اور دوسرے موٹر پر حکیم مسیح اللہ خاں صاحب مولوی محمد حسن صاحب اور یہ خادم تھا۔

جناب حکیم شفاء الملک صاحب ہمہ تن چشم انتظار بنے ہوئے تھے۔ دیر ہو جانے کی وجہ سے خیال کر رہے تھے کہ کہیں موٹر تو نہیں خراب ہو گیا ہے لیکن جب حضرت والا تشریف لے آئے اور حضرات فرنگی محل کا تشریف لانا اور تاخیر کا باعث معلوم ہوا تو اطمینان ہو گیا۔

جناب شفاء الملک صاحب نے دریافت کیا کہ پہلے نماز پڑھ لی جائے یا کھانا منگایا جائے۔ حضرت والا نے فرمایا مناسب ہے کہ پہلے نماز عشاء سے فراغت حاصل کر لی جائے تاکہ اشتہا بھی کافی ہو جائے اور اطمینان سے کھانا بھی کھایا جائے۔ چنانچہ حضرت والا نے امامت فرمائی اور وہیں جناب شفاء الملک صاحب کے مکان پر نماز عشاء ادا کی گئی۔ اس کے بعد کھانا منگایا گیا جناب حکیم صاحب نے فرمایا کہ میں نے کوئی تکلف نہیں کیا ہے۔ بہت سادہ کھانا ہے لیکن جس وقت کھانا آیا اور دسترخوان پر چنا گیا تو معلوم ہوا کہ سادہ اور بے تکلف کا ایسا کھانا ہوتا ہے اور اگر تکلف یا انتظام کیا جاتا اور سادگی نہ ہوتی تو شاید دسترخوان پر کھانا رکھنے کی جگہ ہی نہ ملتی۔ خیر وہ کھانے بے تکلفی اور سادگی کے ہوں یا نہ ہوں مگر محبت' خلوص اور لطف کے ضرور تھے اور متعدد تھے' کئی قسم کا گوشت' کئی قسم کے کباب' کوفتے' مچھلی' مرغ مسلم' مرغ پلاؤ' باقر خانی' فیرنی' شاہی ٹکڑے اور کیا عرض کروں کتنی نعمتیں دسترخوان پر موجود تھیں۔ دو ایک چیزوں کی نسبت جناب حکیم صاحب نے فرمایا کہ یہ خاص میرے یہاں کی ایجاد ہیں۔ ہر کھانا لذیذ اور خوش ذائقہ تھا جیسا قدیم رؤسا اور شرفاء کے گھروں میں پکایا جاتا ہے۔ جناب حکیم صاحب بڑی محبت سے اصرار پر اصرار کر کے حضرت والا کو کچھ کھلاتے جاتے تھے۔ حضرت والا فرما رہے تھے کہ آپ ہی نے پرہیز بتایا تھا اور اچھا ہوا آپ ہی پرہیز تڑوا رہے ہیں۔ ان شاء اللہ کوئی نقصان نہ ہوگا' حکیم کے یہاں کا کھانا ہے حکیم صاحب بے حد

مسرور تھے۔ اوران کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی شرکاء میں صرف حکیم عبدالمعید صاحب اور حکیم حافظ عبدالمجید صاحب اور حضرت والا کے ہمراہیوں کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ غرض یہ دعوت بڑے لطف وکیف کے ساتھ ختم ہوئی اوردس بجے شب کے قریب واپسی ہوئی۔

لکھنؤ سے روانگی

صبح کو ۲۰ ستمبر تھی۔ منگل کا دن اور چوبیسویں رجب۔ ایک دن پہلے ہی سے روانگی کے سب انتظامات کر لئے گئے تھے۔ اسباب باندھ کر ایک جگہ رکھ لیا گیا تھا۔ اور جب صبح ہوئی اور بعد نماز فجر خادم حاضر ہوا تو دیکھا سب سامان تیار ہے اور دروازے پر مشتاقین کا ایک بہت بڑا مجمع موجود ہے۔

میں نے قبل سے ایک شکرم اسباب لے جانے کے لئے کرایہ پر کر لی تھی' جو وقت پر آ گئی اور کل اسباب اس پر رکھا گیا اور حاجی عبدالستار صاحب مع عبدالمجید اس پر سوار ہو کر اسٹیشن روانہ ہو گئے اسباب کے تلوانے محصول ادا کرنے اور پلیٹ فارم پر اس کو لے جانے کے لئے ایک مخلص خاص کو شکرم کے ساتھ روانہ کر دیا تھا جنہوں نے اسٹیشن پہنچ کر اسباب تلوایا۔ خدا کے فضل سے اسباب اس سے زیادہ نہیں نکلا جس قدر ٹکٹوں کے حساب سے ہونا چاہیے تھا۔

میں نے ہمراہی میں تھانہ بھون چلنے کے لئے ایک روز قبل سے اجازت حاصل کر لی تھی۔

اور کل ٹکٹ بھی ایک روز پہلے سے امین الدولہ پارک لکھنؤ کے ٹکٹ گھر سے لے لئے تھے۔

ناشتے کے لئے دو درخواستیں تھیں ایک مولوی محمد حسن صاحب کی اور ایک اس خادم کی۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا ایک وقت کے لئے مولوی محمد حسن صاحب ساتھ کر دیں اور ایک وقت کے لئے مجھے اجازت عطا ہوئی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

زیارت وملاقات کے لئے مجمع کثیر

گاڑی چھٹنے سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل جناب سید اعزاز رسول صاحب ام ال اے تعلقدار سندیلہ کا موٹر لے کر یہ خادم حاضر ہو گیا تھا پہلے کل مستورات اور مولوی جمیل احمد صاحب اسٹیشن روانہ ہو گئے اس وقت حضرت والا سے عرض کیا گیا کہ ایک مجمع کا مجمع دروازے پر

مشتاق زیارت ہے ایسا نہ ہو کہ جب حضور باہر تشریف لائیں تو مجمع کو دیکھ کر طبیعت عالی پر کچھ گرانی ہو۔ حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ نہیں بلکہ سب کو اندر بلا لیا جائے مکان خالی ہے۔ جس کو جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ غرض اس وقت کا عالم اور زائرین کی مسرت دیکھنے کے قابل تھی۔ جس ذوق و شوق میں بے تاب ہو کر زائرین مکان میں پہنچے ہیں وہ کیفیت تحریر میں نہیں آسکتی۔ اس وقت عام اجازت تھی۔ ہر شخص حاضر ہو سکتا تھا۔ اسی حالت میں اس مکان کا مالک جس میں حضرت والا کا قیام تھا حاضر ہوا اور حضرت والا نے مسرت کا اظہار فرمایا۔ اتنے میں مستورات کو پہنچا کر موٹر واپس آ گیا۔ اور حضرت والا موٹر پر سوار ہو گئے موٹر میں حضرت والا کے ہمراہ جناب مولوی عبدالباری صاحب ندوی تھے اور یہ خادم

میں نہیں عرض کر سکتا کہ جس وقت حضرت والا قیام گاہ سے روانہ ہوئے ہیں تو وہاں جہاں اتنے انوار و برکات کا ہر طرف ہجوم تھا کس قدر حسرت برس رہی تھی اور جس وقت مولوی گنج امین الدولہ پارک اور امین آباد ہوتے ہوئے حضرت والا اسٹیشن روانہ ہوئے ہیں لکھنؤ کس حسرت و یاس سے دیکھ دیکھ کر نہ معلوم زبان حال سے کیا کچھ کہہ رہا تھا۔

اسٹیشن پر پہنچنے کے بعد معلوم ہوا کہ ابھی گاڑی آنے کے وقت میں دیر ہے اور کافی لیٹ بھی ہے۔ چنانچہ وہیں پلیٹ فارم پر فرش بچھا دیا گیا اور حضرت والا وہیں رونق افروز ہوئے۔ وہاں بھی ایک اچھا خاصہ مجمع ہو گیا تھا۔ جناب حکیم شفاء الملک صاحب بھی پہنچ گئے تھے۔ اور حضرت والا کے خدام اور متوسلین کے علاوہ دیگر حضرات بھی شرف دست بوسی حاصل کرنے کے لئے حاضر تھے۔ اس وقت حضرت والا پر ایک خاص کیفیت کا اثر تھا جذبات موجزن تھے۔ اور اس وقت کی تقریر' ملفوظات' بیانات ایسے تھے جن کا کیف آج بھی صاحبان عقیدت و حال کے دلوں پر باقی ہے۔ اتنے میں ریل سامنے سے نظر آئی ایک ٹکٹ چیکر صاحب نے دوڑ کر گارڈ کے قریب والے ڈبے میں جو براہ راست سہارنپور جانا تھا حضرت والا کے لئے کافی جگہ کرالی اور حضرت والا نہایت آسائش و آرام سے بیٹھ گئے۔ اسباب بھی باقاعدہ رکھ دیا گیا اور ہر طرح کا اطمینان ہو گیا۔ لیکن زنانے درجے میں اس قدر ہجوم تھا کہ بیٹھنا دشوار تھا۔ سہارنپور تک اس درجے کی یہی حالت رہی اور کسی طرح

مستورات کو آرام نہ مل سکا۔ قریب دس بجے دن کے گاڑی لکھنؤ اسٹیشن سے روانہ ہوئی اور اصحاب لکھنؤ اس شعر کو بزبان حال کہتے ہوئے واپس ہوئے ؎

ہر کہ در محفل تو آمدہ خنداں آمد ہر کہ از بزم تو برخاستہ گریاں برخواست

ہمراہیوں میں عزیزی مولوی ابرار الحق سلمہ کے علاوہ حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر بلیا اور مولوی علی نظر بیگ صاحب مرادآبادی کا اور اضافہ ہوا۔ حضرت والا لکھنؤ سے انس اور اہل لکھنؤ کی محبت دخلوص کا تذکرہ فرماتے جارہے تھے کہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ہردوئی اسٹیشن آیا۔ حضرت والا کے مجاز صحبت اور مخلص خادم مولوی محمود الحق صاحب حقی ایڈوکیٹ ہردوئی کو پہلے سے اطلاع تھی کہ حضرت اقدس گاڑی میں تشریف لا رہے ہیں چنانچہ وہ اسٹیشن پر موجود تھے اور ان کے ساتھ مسلمانان اور عمائدین ہردوئی کا ایک خاص مجمع تھا جس میں وکلاء بھی تھے افسران بھی تھے۔ تاجر بھی تھے اور رؤسا بھی سب نے درجے میں آکر شرف دست بوسی حاصل کیا اور حضرت والا مصافحے کے ساتھ ساتھ ہر ایک کا مزاج پوچھتے رہے۔ مولوی حکیم بہاؤ الدین صاحب اور دوسرے اصحاب سے تعارف بھی کرایا گیا۔ جناب مولانا حافظ انوار احمد صاحب انبیٹھوی بھی باوجود پیرانہ سالی کے تشریف لائے تھے ان کو جو خادمانہ تعلق حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ اور جو عقیدت مندانہ محبت حضرت اقدس سے ہے وہ ان کو اسٹیشن پر لے آئی اور یہی محبت لکھنؤ بھی لے گئی تھی۔ یہاں کئی منٹ گاڑی ٹھہری۔ جناب مولوی محمود الحق صاحب نے ناشتہ پیش کیا اور گاڑی روانہ ہوگئی۔

ہردوئی سے گاڑی روانہ ہونے کے بعد حضرت والا نے کھانا تناول فرمایا مگر اس طرح کچھ مولوی محمد حسن صاحب کے ناشتے میں سے کچھ مولوی محمود الحق صاحب کے ناشتے میں سے اور کچھ اس خادم کے ناشتے میں سے مستورات کے لئے پیشتر ہی سے کچھ کھانا بھیج دیا گیا تھا۔

حضرت والا نے اس کی احتیاط کر دی تھی کہ کسی کو آج کی روانگی کی اطلاع نہ ہو ورنہ اسٹیشنوں پر مجمع ہو جائے گا اور بڑی زحمت اٹھانا پڑے گی۔ مگر نہ معلوم کس نے خبر کر دی اور اتنی جلد کیونکر خبر پہنچ گئی شاہجہانپور اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو کچھ لوگ حضرت والا کا ڈبا ڈھونڈھتے ہوئے پہنچے اور مصافحہ کر کے ریل کے چھوٹنے تک حاضر رہے۔ اب تھوڑی دیر کے لئے حضرت والا نے استراحت فرمائی تھی کہ بریلی کا اسٹیشن آ گیا وہاں بھی دیکھا کہ بہت سے

لوگ زیارت کے لئے حاضر ہیں یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا آخر حضرت والا نے مصافحہ سے ان مشتاقین کو مشرف فرمایا۔ اس کے بعد وضو کیا گیا اور بحمد اللہ نماز باجماعت ادا ہوئی۔ امامت حضرت والا نے فرمائی گرمی کی شدت تھی نیند بھی نہیں آئی تھی کہ رامپور کا اسٹیشن آ گیا۔ دو چار خادم یہاں بھی حاضر ہوئے اور مرادآباد تک جانے کے لئے درجے میں بیٹھ گئے۔

مرادآباد اسٹیشن پر زائرین کا ہجوم

جس وقت مرادآباد کا اسٹیشن آیا اور پلیٹ فارم کے قریب گاڑی پہنچی تو عجیب حیرت انگیز منظر سامنے آ گیا۔ پورے پلیٹ فارم پر بجز مسلمانوں کے اور کوئی نظر نہ آتا تھا۔ گاڑی کے ٹھہرتے ہی اللہ اکبر کے نعروں سے پلیٹ فارم گونج گیا۔ نعرۂ تکبیر نے چونکا دیا۔ دیکھا تو سب حضرت والا ہی کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ مجمع کا اندازہ اڑھائی تین ہزار کا تھا۔ آخر کھڑکی کھول کر لوگوں نے درجے میں آنا اور مصافحہ کرنا شروع کر دیا۔ ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ کسی طرح مصافحے کی گنجائش نہیں تھی۔ آخر وہیں کے دو چار صاحبوں نے مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ ایک کھڑکی سے آؤ اور دوسری کھڑکی سے ڈبے کے باہر چلے جاؤ ورنہ کوئی بھی مصافحہ نہ کر سکے گا۔ اور سب محروم رہ جائیں گے۔ ان لوگوں سے اور مجمع سے سخت بات چیت بھی ہوگئی مگر ان لوگوں نے ہمت سے کام لے کر مجمع کو تھوڑا بہت قابو میں رکھا۔ لیکن مصافحے کرنے میں پیش قدمی کرنے سے کوئی باز نہ رہا۔ ان کے جذبات' ان کی عقیدت ان کے شوق اور ان کے جوش کا عجیب حال تھا۔ حضرت والا کے ہمراہیوں نے چاہا بھی کہ روکیں۔ مگر حضرت والا نے منع فرما دیا اور ارشاد فرمایا کہ ذرا دیر کا معاملہ ہے ان کے جذبات کو نہ روکنا چاہیے یہ اپنی حسرت پوری کر لیں۔ یہاں تک کہ مصافحہ کرتے کرتے حضرت والا کو بے حد تکان ہو گیا۔ مجبوراً حضرت اقدس نے ہاتھوں کو رانوں پر رکھ لیا۔ اس پر بھی مشتاقین سے نہیں رہا گیا اور باہر کھڑکی سے اپنے ہاتھ کو بڑھا کر حضرت والا کے دست مبارک کو کھینچ لیتے تھے اور ممکن ہوتا تھا تو چوم لیتے تھے۔ یا اپنے ہاتھ کو حضرت کے دست مبارک سے مس کر کے اپنے ہاتھ کو بوسہ دے لیتے تھے۔ ہم خدام حضرت والا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے تھے مگر زائرین تھے کہ کسی طرح نہیں مانتے تھے اور اپنے شوق کے پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور بار بار نعرۂ تکبیر

لگاتے جاتے تھے۔ اسٹیشن پر زائرین کے مجمع کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اسٹیشن کے مسلمان ملازم ٹکٹ بابو وغیرہ گاڑی میں آ آ کر مصافحہ کر رہے تھے۔ یہ پتہ نہیں چلتا تھا کہ اسٹیشن کے کمرے کہاں ہیں اور مسافر اتر کر کہاں گئے۔ یا مسافر کس طرف سے آ کر سوار ہوئے گارڈ نے کئی کئی بار سیٹی دی زائرین نے بڑی مشکل سے گاڑی کو چھوڑا اور اس حالت اس عالم اور اس طوفان میں یہ طوفان میل روانہ ہوا۔ چلتی ہوئی گاڑی سے دیکھا تو پلیٹ فارم پورا ابھرا ہوا تھا بلکہ دور تک یہ سلسلہ چلا گیا تھا جب گاڑی روانہ ہوگئی تو دیکھا کہ حضرت والا پر تکان کے کافی آثار موجود تھے۔ پنکھا جھلا گیا اور چند منٹ کے لئے حضرت والا بنچ پر لیٹ گئے اسی درجے میں چند ہندو صاحبان بھی سوار تھے۔ یہ حالت دیکھ کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قدموں کو چھونا شروع کیا۔ حضرت والا نے منع فرمایا اور بخندہ پیشانی ان کو عرض کرنے کا موقع دیا۔ انہوں نے چاہا کہ کچھ استفسارات کریں مگر حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ابھی بیماری سے نجات پائی ہے بہت کمزور ہوں۔ ڈاکٹروں اور اطباء نے زیادہ گفتگو اور دماغی کاموں سے منع کر دیا ہے اور ابھی اس مجمع کی وجہ سے کافی تکان ہو گیا ہے۔ اس لئے میں معذور ہوں۔ اتنی گفتگو اور شرف قدم بوسی بھی ان صاحبوں کو غنیمت معلوم ہوا۔ اس کے بعد سیوہارہ اسٹیشن آ گیا۔ وہاں بھی دیکھا زائرین کی کافی تعداد موجود تھی مگر نہ اتنی جتنی مرادآباد اسٹیشن پر یہاں بھی وہی مصافحے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ گاڑی روانہ ہوگئی اور عصر کی نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اب لکسر اسٹیشن پر گاڑی پہنچی۔ گاڑی لیٹ تھی، خیال تھا کہ تھانہ بھون والی گاڑی نہیں ملے گی۔ ہم لوگ دعا کر رہے تھے کہ مل جائے یہاں تک کہ رڑکی کا اسٹیشن آیا گاڑی رکی۔ دیکھا تو جناب مولوی محمد طاہر صاحب قاسمی جناب مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی مجاز طریقت حضرت اقدس مولوی ظہور الحسن صاحب اور کئی خدام موجود ہیں۔ ہر ایک نے بیتابانہ دوڑ کر مصافحے کا شرف حاصل کیا اور سب حضرات سہارنپور تک حضرت کی ہمراہی میں روانہ ہو گئے۔ رڑکی تک گاڑی لیٹ تھی اور امید تھی کہ اب تھانہ بھون والی گاڑی نہیں ملے گی۔

سہارنپور میں ورود مسعود

مگر جس وقت سہارنپور اسٹیشن پر گاڑی پہنچی اور گھڑی دیکھی گئی تو مقررہ وقت میں پانچ

منٹ باقی تھے۔ سہارنپور اسٹیشن پر بھی زائرین کا اچھا خاصہ مجمع تھا اور جناب مولوی ظفر احمد صاحب اور جناب مولوی شبیر علی صاحب تھانہ بھون سے آ کر سہارنپور اسٹیشن پر موجود تھے۔ مجمع سے مولوی منفعت علی صاحب ایم ایل اے ایڈوکیٹ سہارنپور نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ لاری اور موٹر کا انتظام مکمل ہے حضور والا باہر تشریف لے چلیں۔ اسباب زیادہ تھا لیکن ہاتھوں ہاتھ اتار کر پلیٹ فارم پر رکھا گیا اور قلیوں نے جلد سے جلد باہر پہنچا کر لاری پر رکھ دیا۔ حضرت والا مع متعلقین کے موٹر پر رونق افروز ہوئے اور باقی لوگ لاری پر سوار ہوئے۔ چونکہ لکھنؤ سے ٹکٹ تھانہ بھون تک کے لئے لئے گئے تھے اس لئے اور بھی آسانی ہوگئی جب چھوٹی لائن کے اسٹیشن پر موٹر اور لاری پہنچ گئی تو گاڑی کے چھوٹنے میں کئی منٹ باقی تھے۔

جناب مولوی شبیر علی صاحب نے مستورات کو زنانے درجے میں بٹھا دیا۔ اور جناب مولوی ظفر احمد صاحب بھی زنانے درجے کے قریب والے درجے میں بیٹھ گئے۔ اسباب سب دیکھ کر رکھ دیا گیا۔ اور حضرت والا آرام سے ایک درجے میں رونق افروز ہوئے۔

اتنے میں جناب مولوی محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اور کئی اصحاب پہنچ گئے اور حضرت والا سے مصافحہ کیا۔ جناب شیخ الحدیث نے جناب مولوی حافظ عبداللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپوری کی طرف سے سلام کے بعد صحت یابی اور خیریت سے واپسی پر پیغام مسرت پہنچایا اور بوجہ علالت ان کی جانب سے عدم حاضری کی معذرت پیش کی۔

تھانہ بھون میں واپسی

غرض حضرت والا بارہ بجے شب کے قریب خدا کے فضل و کرم سے صحت و عافیت کے ساتھ رونق افروز تھانہ بھون ہوئے اور اس طرح یہ سفر خدا کے فضل و کرم سے نہایت خیر وخوبی، خیریت و عافیت، لطف و انبساط اور گوناں گوں فیوض و برکات کے ساتھ ختم ہوا۔

والحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

احقر: وصل بلگرامی غفرلہٗ

پنجشنبہ غرہ شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۹۳۸ء خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔

قطعہ تاریخ صحتیابی

مرشدی ومولائی حضرت حکیم الامت مدظلہم العالی

رسید مژدہ بشہر و دیار و کوہ و دشت | کہ درخری آمد زمان رنج گذشت
بہار عیش بہ نزہتگہ چمن برسید | ہجوم یاس بامیدہا مبدل گشت
بنفشہ کرد بشاخ بنفشہ ہمدوشی | بسان عاشق ومعشوق گشت[1] بہ کشت
ہوائے تازہ بگلزار علم و فضل آمد | نسیم صبح بصد نازمی کند گلگشت
جناب مرشدی اشرف علی مجدد ملت | کہ پایہ ملکوتش ز آسمان بگذشت
رفیع منزلتے کا سماں بیاوردہ | پے نثار گہرہائے انجم اندر طشت
بعر باز خلوص دل و زبان سلیم | ثناء و حمد الٰہی بکعبہ جان تشت[2]
حکیم امت و شیخ زمانہ ہادی دین | فیوض ذات گرامی ہمہ جہان انگشت[3]
بہ ذرہ ذرہ رسید است فیض انعامش | زلال ہرکہ نمی یافت دردوئے مے گشت
زفیض اوشدہ توثیق مذہب اسلام | زقہر او صنم و بتکدہ ہمہ شد تشت[4]
ہرآنکہ گشت مطیعش شدہ جہانش مطیع | وزانکہ گشت نگاہش جہان از و برگشت
محب داد رو غوث یگانہ فخر سلف | کہ گشتہ خاص پے ذات او صفات ہشت[5]
نجات از مرض سخت یافتہ صد شکر | زدرد صعب بفضل الٰہ صحت گشت
دوبارہ داد میخوارگان مے عرفان | دوبارہ میکدہ از فیض سرخوشش آغشت
دوبارہ غنچہ پژمردہ از طرب بشگفت | دوبارہ ہرگل افسردہ شاد و خنداں گشت
سزدکہ دہر ازیں مژدہ نغمہ ریزشود | سزدکہ دور زمانہ کند بہ دشتن[6] وشت
شنوز وصل کہ ہجری و عیسوی تاریخ | زشعر ذیل چوخورشید و مہ درخشاں گشت

زلطف رب حکیم وجلیل یافت شفا ۱۳۵۷ھ

رسیدہ بود بلائے زبون[7] بخیر گذشت ۱۹۳۸ء

از خاکسار وصل بلگرامی

---

[1] گشت بہ کشت: گیا ہیست مانند ریسماں باریک بہم پیچیدہ و برگردیدہ است زیا کہ بیکدگر پیچیداست و اوراق آں مانند و بیالہ عقارب برگردیدہ۔ [2] تشت:۔ ملاحظہ کردہ بسیر وتفریح شدہ ۱۲ [3] انگشت: دانستہ ۱۲ [4] تشت: خراب وست وضائع و زبون ۱۲ [5] ہشت صفات (۱) معرفت اللہ (۲) حلم وشکر در ہمہ حال (۳) رضا بقسمت ازل (۴) صبر بر بلا (۵) قلت رزق (۶) تعظیم لامر اللہ (۷) شفقت علی خلق اللہ (۸) عفت وعصمت ۱۲ [6] دشت:۔ خوب خوش رقص وجست وخیز وشادی و دشتن بمعنی جستن ورقص کردن شاہ قاسم انوار گفتہ ۔ یارم درآ بیا از درو دشتن کنید دشتن ایں خاندہ از دشتن گلشن کنید گلشن [7] کسی مشہور شاعر کا اصل مصرع یہ تھا رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت تاریخ کی وجہ سے اس میں ولے کا لفظ نکال کر زبون کا لفظ شامل کر دیا گیا ۱۲ وصل

سفرنامہ حیدرآباد دکن

رسالہ

ہدیۂ سنّیہ بالدرر البہیہ

از مولانا نور محمد صاحب

مدیر رسالہ "صراط مستقیم" حیدرآباد دکن

یعنی تمہید ست متعلق بہ مواعظ ثلاثہ ملقبہ بہ

افادۃ العباد
فی
مواعظ حیدرآباد

کہ منجملہ افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

وہم لطیف تریں مصادیق شعر حافظ شیرازی است

ساقی حدیث سرو و گل و لالہ میرود
ویں بحث با ثلاثہ غسالہ میرود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

خوش بختی

ناظرین کرام آپ کی بلند اقبالی اور خوش نصیبی ہے کہ بارہ تیرہ اوراق کے بعد آپ کو حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ دام فیضہ کے مواعظ ملیں گے جو محض موجبات ربانی اور مفاد ضات رحمانی کی دستگیری سے اس قسم کے کلام کی توفیق ہو سکتی ہے جس میں شاہراہ شریعت کے ساتھ ساتھ معارف وحقائق کے دریا بہہ رہے ہیں۔ نہیں بلکہ کشتی در دو یا رواں و دریا در کشتی موجزن ہے۔ اس ذات قدسی ملکات کا تھانہ بھون سے حیدرآباد فرخندہ بنیاد خلدہ اللہ میں تشریف فرما ہونا کوئی آسان امر نہیں تھا۔ یہ صرف ہم پیاسوں کی خوش نصیبی اور خوش وقتی تھی کہ خود دریائے فیض وکرم ہم پیاسوں کے پاس آیا اور بہت سے لب تشنگان بادیہ طریقت کو اپنے زلال برکات وخیرات سے سیراب وشاداب فرمایا۔ الاهتک الله سترة ونهک قلبه۔

انسانی فرض

حضور انور کی ہمیشہ سے عادت مبارک ہے کہ حتی الوسع رؤساء وریاستوں کی جانب دعوت پر بھی سفر نہیں فرمایا کرتے جب تک کہ کوئی شرعی قوی داعی نہ ہو۔ چنانچہ دس سال قبل اپنے بھتیجے مولانا شبیر علی صاحب مدیر رسالہ النور تھانہ بھون کی شادی کے واسطے نظام آباد تک سفر فرمایا تھا اور بطور تفریح صرف ایک روز کے لئے حیدرآباد بھی تشریف لائے تھے۔ مگر کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی اور اسی روز واپس تشریف لے گئے۔ چنانچہ بعض امراء کے پاس سے دعوتیں بھی آئیں مگر حضور نے نہایت حسن واخلاق کے ساتھ ٹال دیا۔ حیدرآباد دکن

میں چونکہ جناب صاحب المناقب الکبیرہ حضرت مولانا حکیم عبدالرحمٰن صاحب ابقاہم اللہ فیوضہم خود بزرگ اور بزرگ زادہ (لانہ ابن لمولانا احمد علی المحدث السہارنفوریرحمۃ اللہ علیہ) ہیں اوران کا وجود مسعود بطور یادرفتگان باقی ہے جو مستفضین کے لئے بسا غنیمت ہے اور بمصداق قطب از جانمی جنبد ہمیشہ خانہ دوز وزاویہ نشین ہیں وہ ہیں اوران کا سجادہ زبان ہے کہ مشین کی طرح بے صورت کلام الٰہی کے الفاظ کی تلاوت ہر وقت کررہی ہے اوردل ہے کہ اس محبوب کی یاد میں معلق ہے۔ان اسباب کے علاوہ کبرسنی کی وجہ سے زیادہ دور سفر کے قابل بھی نہیں رہے۔آپ کی بہت عرصہ سے تمنا تھی کہ حضرت مجدد الملۃ ادام اللہ انوارہ سے کبھی ہم کلامی صوری کا شرف حاصل ہواور فرط محبت وعقیدت سے اکثر صادر و وارد سے حضرت کے مزاج اور حالات کا استفسار فرمایا کرتے تھے مگر اتفاقات حسنہ از بسکہ نادرالوجوداور کمیاب ہیں۔ایک مدت سے ایسا موقع ہاتھ نہ آیا۔

اس اثناء میں معارف آگاہ اخوی مولانا عبدالحی صاحب ابقا اللہ استاذ شاہزادگان والا تبار و پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ کی اہلیہ محترمہ جو ایک عرصہ سے علیل اور دائمۃ المرض ہیں۔ ان کی خواہش ہوئی کہ میری زندگی معرض خطر میں ہے۔اگر حضرت مجدد الملۃ سے شرف بیعت نصیب ہوجاوے تو مجھے سعادت دارین حاصل ہوجائے گی۔بناء علیہ صاحبہ موصوفہ کی درخواست جس کے ساتھ حضرت حکیم صاحب دام فیضہ کی ذاتی تمنا بھی شامل تھی۔حضرت کی خدمت اقدس میں پہنچادی گئی۔حضرت نے اپنے اس اصول سے کہ شفقت علی عامۃ الخلق ایک اہم انسانی فریضہ ہے۔بلا کسی عذر کے قبول فرمالیا۔اس کے بعد بعض ضروری شروط کا تصفیہ ہوااور خاص حضرت کی ذات بابرکات کے لئے سیکنڈ کلاس کا کرایہ اور ہمراہی خادم کے لئے تیسرے درجہ کا کرایہ معہ ضروری سفرخرچ بھیج دیا گیا۔ونیز خود حضرت اقدس بھی اس کے متمنی تھے کہ جناب مولانا حکیم صاحب کی زیارت سے محظوظ ہوں۔یہ بھی ایک قوی وجہ تھی انکار نہ کرنے کی اور تاریخ ورود حیدرآباد ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ قرار پائی۔مگر حضور کا ارشاد تھا کہ میرے آنے کی اطلاع اور شہرت عام نہ ہو۔ان غلاموں نے تو پوری تعمیل کی۔ بھلا آفتاب پر کہیں پردہ پڑسکتا ہے۔اس کے دوسرے روز ہی لوگوں کی آمد شروع ہوئی۔ہر

شخص آتا اور پوچھتا کہ حضرت کس تاریخ کو تشریف فرما ہوں گے۔ باوجود اخفا کے لوگ پتہ لگا ہی لیتے۔ دو روز کے اندر تمام شہر میں اس کونہ سے اس کونہ تک ایک ڈھنڈوری پٹ گئی۔ یہ وہ شہرت نہیں تھی کہ پیروں نے بغیر دعوت کے اپنے مریدوں کو اپنی آمد کی خبر دی اور مریدوں نے قبل از ورود اشتہار چھاپ دیا۔ قیام گاہ کا پتہ وقت ملاقات۔ کہاں وعظ ہوگا۔ غرض ہر چیز کو واضح کر کے شائع کر دیا بلکہ یہ وہ شہرت ہے جو اللہ جل جلالہ کی جانب سے متبعان سنت نبوی ﷺ کو ورفعنا لک ذکرک کے خزانہ سے عنایت ہوتی ہے۔ جس میں نہ اشتہار کی ضرورت ہے اور نہ ڈھنڈوری پیٹنے کی حاجت' نہ پتہ اور نشان بتانے کی محتاجی خود بخود شہرت ہوتی ہے۔ خود بخود مشتاق دلوں کا گروہ ڈھونڈھتا پتہ لگاتا ہوا آ کر قدموں پر گرتا ہے۔ یہ سب چیزیں تکملہ نقص ہیں جس کو ظاہر میں علامات کمال سمجھتے ہیں۔

مشک آنست کہ خود بوید نہ کہ عطار بگوید
پیراں نمی پرند مرید میپر انند

روز سعید۔ ۲۳ ذی الحجہ کے انتظار میں بیسیوں بے تاب سینکڑوں روحیں تڑپ کر نکلنے کے لئے ماہی بے آب تھیں۔ ایک ایک گھڑی مہینوں اور برسوں سے زیادہ بوجھل معلوم ہوتی تھی۔ تصور و خیال کے عالم میں دل میں ہزاروں ملاقاتیں ہزاروں مکالمے ہو جاتے تھے۔ اندر ہی اندر دل خیالی منصوبوں میں مزہ پر مزے لیتا تھا لیکن جب چونکا تو اس کی مایوسانہ حالت قابل رحم ہوتی تھی۔ خدا خدا کر کے بارے وہ روز سعید یعنی ۲۳ ذی الحجہ کا دن بھی آ پہنچا۔ لوگوں نے شباشب ریل پر جانے اور سکندر آباد پر استقبال کرنے کی تیاریاں کیں۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے یہ کمترین خدام بھی تھا۔

میں یہ سمجھا تھا کہ سکندر آباد پر جانے میں میں ہی ساتھیوں میں سے ہوں گا۔ لیکن جب گجر دم نام پلی کے اسٹیشن پر پہنچا تو میری ندامت اور حیرت کی حد نہ تھی کیونکہ مجھ سے پہلے بہت سے لوگ وہاں پہنچ چکے تھے اسی طرح سکندر آباد پر اور بھی لوگ پہلے سے موجود تھے۔ دل میں رشک ہوا مگر کیا کرتا ہار چکا تھا۔ السابقون السابقون اولئک المقربون اس وقت اسی کو غنیمت سمجھا کہ ان کے زمرہ میں صورۃً تو شامل ہو گیا ہوں۔ معنے

شامل ہونا خدا تعالیٰ کی قبولیت پر منحصر ہے۔ (والحمدللہ علی ذلک)

غرض سکندر آباد میں دنوں کے انتظار کے بعد اب گھنٹوں اور منٹوں کا انتظار کرنا پڑا۔ کیا کہوں اور جو کہوں گا وہ ہوگا سچ۔ واللہ یقول الحق وہ ایک منٹ کوہ ہمالیہ کی ماؤنٹ ایورسٹ سے بھی زیادہ وزنی معلوم ہوتا تھا۔ ہاں اس وقت طول قیامت کا فلسفہ خوب سمجھ میں آیا۔ آنکھیں تھیں لائن کے آہنی پہیوں کے ساتھ سل گئی تھیں۔ اگر اچیاناً اٹھیں تو سنگل کے تختہ پر جا چپکیں۔ کان ریل کی سیٹی کے انتظار میں اس قدر محو تھے کہ دوسرے کے پکارنے کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔

فرط مسرت

اسی انتظار میں ناگہاں سیٹی سنائی دی اس آواز نے دلوں پر کیا اثر کیا اس کا جواب عارف رومی قدس سرہ دیتے ہیں۔

یا چو بانگ رعد ایام بہار　　میر ساند باغ راچندیں نگار
یاچو بانگ صور اسرافیل شد　　مردہ رازاں زندگی تحویل شد
یاچو بوئے یوسف خوب لطیف　　میزند برجان یعقوب نحیف
یاچو بوئے روضہ دارالسلام　　سوئے عاصی میر سدبے انتقام
یا زلیلے بشنود مجنوں کلام　　یار ساندلیس رامی راپیام

اس آواز دل کش سے رگوں میں خون دوڑنے لگا۔ بیسیوں دل خوشی سے پھول گئے۔ بانسوں اچھلنے لگے۔ جس قدر گاڑی نزدیک ہوتی جارہی تھی۔ بیتابی بڑھتی جارہی تھی۔ فرط خوشی سے پاؤں میں لرزہ آ گیا۔ آنکھوں نے تلاش کیا۔ ہاتھ اٹھے' انگلیوں نے رہنمائی کی۔ وہ' وہ کی آواز سے ایک شور بپا ہو گیا۔ لمبی نظریں کوتاہ ہو گئیں۔ ادب سے جھک گئیں۔ نہیں نہیں وہ بدر روح روح کمال ناگہاں برآمد ہو گیا۔ آنکھیں چندھیا گئیں۔ نظریں خیرہ ہو گئیں۔ یعنی وہ شہباز فضائے شریعت و دین' وہ رہنمائے دنیا و دین وہ شیر بیشۂ معرفت ویقین' وہ پیشوائے اصحاب حق الیقین۔ وہ شہسوار شاہراہ طریقت وہ سابق مضمار حقیقت۔ وہ خضر گم گشتگان باموں ضلالت۔ وہ واقف اسرار لدنی۔ وہ ماہر کلمات خفی وجلی غوث زماں

وقطب دوران حضرت مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ اشرف علی تھانوی حکیم الامۃ ومجدد الملۃ ادام اللہ ذاتہ وبرکاتہ مادامت ارضہ وسمٰواتہ گاڑی سے باہر تشریف لائے۔

یاد ایام

ہائے وہ سماں بھی کیا دل آویز تھا۔ اب تک آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ ایک وہ دن تھا کہ انتظار تھا' انتظار میں ہر گھڑی ہر لحظہ برسوں کے برابر معلوم ہوتا تھا۔ رات ہوتی تھی یا شیطان کی آنت اس وقت اس رات سے زیادہ مبغوض شئے کوئی نہ تھی۔ مگر آج ہم ہیں کہ اس لیل ونہار کو یاد کر کے ترستے ہیں دل بھر آتا ہے۔ اگر ضبط کریں تو چھاتی پر ایک گولہ سا بن کر رہ جاتا ہے۔ وہ گھڑیاں اس وقت کس قدر عزیز معلوم ہوتی ہیں۔ یاد کرتا ہوں اور ترستا ہوں مگر وہ کہاں برق تھیں یا باد اب صرف تصور ہے اور خیالی تصویریں بس میں ہوں اور اس کی یاد۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد　　روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

یاد کرتا ہوں اور کہتا ہوں

چہ شد آں جوشش رنگ شرابم　　چہ شد آں محفل نقل کبابم
چہ شد آں سوزش رنگ شبابم　　چہ شد آں وقفہ اے اضطرابم
چہ شد آں جرعہ بزم نشاطم　　چہ شد آں غنچہ در انبساطم
چہ شد آں یاد لیلٰی یاد محمل　　چہ شد آں دشت آں شور سلاسل
چہ شد آں روزہائے دل گدازم　　چہ شد آں سوزہائے شب درازم
چہ شد جلوہ یک نازنینی　　چہ شد آں دیدہ بس وہ رہنی
بلے سرسبز بود آں کشت آمال　　کہ برما بود فضل رب متعال
ندانم من چہ بودم من چہ ہستم　　نمی دانم چہ باشم باز دستم

میرے دوست جو اس روئے پر جمال کے عشق کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ میرے اس جملہ پر معترض ہوں کہ اپنی خصوصیت کیوں؟ سب کا یہی حال ہے۔ ہاں مجھے انکار نہیں ہوگا اور ضرور ہوگا مگر معذور ہوں اس روئے پر جمال کا سراپا لکھ رہا ہوں۔ دل سوز سے مالا مال ہے۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں مگر ضبط ہاں ضبط سے گھٹ کر رہ گئیں جل کر سیاہ ہو گئیں۔ قلم کے راستہ سے نکل رہی ہیں۔ میں بے خبر ہوں مجھ جیسے بدنصیب اور بھی ہوں گے۔ یا صرف فراق کا مرثیہ سمجھنے والا میں ہی ہوں۔ واقعہ ہے ظن اور تخمین نہیں حسن ظن اصحاب فطنت وارباب خبرت کا

شیوہ ہے مگر میں ہاں مجھے جنوں ہے رقیبوں کی ادعاء کی تصدیق سے دست بردار ہوں۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

راحت سفر

اس کے بعد پھر اس گاڑی میں حضور انور کی معیت میں یہ کمترین غلامان و دیگر خدام کاچی گوڑہ کے سٹیشن آئے۔ جہاں حضور کو اترنا تھا۔ اثناء راہ میں نہایت شفقت اور محبت کا سلسلہ رہا۔ اثناء گفتگو میں کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بھائی کرایہ تو سیکنڈ کلاس کا بھیجا گیا تھا اور میں اس میں سفر کر سکتا تھا مگر ہم لوگوں کو راحت تو تھرڈ کلاس ہی میں ملتی ہے کیونکہ اس میں جو لوگ ہوتے ہیں وہ ہمارا پاس ولحاظ کرتے ہیں اور جو سیکنڈ کلاس میں لوگ ہوتے ہیں وہ ہمارا پاس ولحاظ کرتے ہیں اور جو سیکنڈ کلاس میں لوگ ہوتے ہیں وہ ہم سے ہی اس کے متمنی ہوتے ہیں کہ ہم ان کا پاس ولحاظ کریں اور وہ بھی خوش قسمتی سے اگر مسلمان ہوئے ورنہ بعض اوقات نہایت اجنبی اور غیر جنس سے سابقہ پڑ جاتا ہے اور بڑی تکلیف ہوتی ہے پھر اب کے سفر میں تو نہایت راحت رہی ہمارے اس درجہ میں ابتداء سفر سے کوئی نہیں آیا۔ آرام سے سوتے ہوئے آئے اگر کوئی آیا بھی تو بے چارے نے معلوم نہیں کس خیال سے اندر آنے کا قصد نہیں فرمایا۔ یہ خدا تعالیٰ کی شفقت اور رحمت تھی کہ آرام سے پہنچایا۔

اسلامی ریاست کی برکات

پھر فرمانے لگے کہ اس ریاست کے حدود میں جب داخل ہوا تو اسلامی ریاست ہونے کی وجہ سے دل میں نورانیت پیدا ہوئی اور انبساط پیدا ہو گیا اور دل سے دعا نکلی کہ خدا اس ریاست کو سلامت و برقرار رکھے۔ یہاں کے لوگوں کے نہایت سنجیدہ اخلاق ہیں۔ بہت ہی حلیم اور مہذب ہیں۔ رعایا کی خوبیاں دراصل بادشاہ کے اخلاق سے پیدا ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں تو بڑے ہی مغرور اور متکبر لوگ ہوتے ہیں۔ خصوصاً ریل میں بڑی تکلیف دیتے ہیں۔ برخلاف اس کے ''دکن'' کے لوگ متواضع اور دوسرے کی راحت کو مقدم رکھتے ہیں چنانچہ اس سفر میں مجھے اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ جب کاچی گوڑہ پہنچے تو پلیٹ فارم پر مشتاقان دیدار کا ہجوم تھا اور بہت سے معززین اور امراء پیشوائی کے لئے حاضر تھے۔ آپ گاڑی سے اترے۔ حضرت حکیم صاحب اور حضرت مفتی صاحب (یعنی جناب مولانا

حافظ محمد احمد صاحب مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند و مفتی ریاست حیدر آباد) سے مصافحہ فرمایا اور خصوصیت کے ساتھ باقی سب کے ساتھ یکساں برتاؤ تھا۔ کسی غریب پر کسی امیر کو ترجیح نہ تھی۔ سواری حضرت حکیم صاحب مدظلہ کے دولت خانہ پر پہنچی اور وہیں قیام فرمایا۔

شان فاروقیت

ہر وقت محفل قدسی میں مشتاقوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ہر شخص سے ملاقات نہایت سادہ سنت سنیہ کے مطابق ہوتی تھی۔ نہ قدم بوسی نہ قیاصرہ اور اکاسرہ کی طرح لوگ مؤدب اور دست بستہ رہتے تھے نہ دکانداروں کی طرح دور ہی سے قدم بوسی کے لئے پاؤں بڑھایا جاتا تھا۔ گرمی محفل کے لئے نہ نغمے تھے نہ زمزمے بلکہ ان حرکات سے سخت نفرت تھی کسی کو اظہار جذبہ یا وجد کی اجازت نہ تھی نہ کسی کو یہ یارا تھا کہ رقص کرے اور دھڑام سے پیر صاحب کے قدموں پر گر پڑے بلکہ اگر کسی سے کوئی حرکت خلاف سنت ہوئی تو فوراً روک دیا اور نہایت عمدہ طریقہ سے اولاً اس کی تفہیم کر دی اس کے بعد بھی اصرار ہوا تو سختی سے ڈانٹ دیا۔ کسی چھوٹے بڑے امیر غریب میں امتیاز نہیں تھا۔ شان فاروقیت (اشارۃ الی نسبہ) پورے طور نمایاں تھی۔ (لا یخافون لومۃ لائم) آپ کی محفل میں ہر شخص کو حقوق مساوات حاصل تھے مگر اس قدر امتیاز کے ساتھ جو سنت نبویؐ میں پایا جاتا ہے۔ خدا جانے وہ محفل تھی یا ملاء اعلیٰ کی انجمن تھی۔ سہل اور مختصر الفاظ میں وہ وہ معارف اور نکات بیان ہوتے تھے کہ گلا کاٹ لینے کو جی چاہتا تھا لیکن ہر بات اور ہر حرکت رنگِ شریعت غرا اور اتباع سنت علیا میں ڈوبی ہوئی ہوتی تھی۔ اللہ اکبر کیا طرز تھا۔ انجمن آرائی کا کیا سلیقہ تھا۔ فراست کہوں یا کشف کہوں یا الہام ربانی کہوں۔ ہر شخص آشنا نہ آشنا کے سلیقہ طبیعت اور جادہ فطرت کے لحاظ سے مکالمہ ہوا کرتا تھا۔ ہر شخص کے سوال کا جواب اس طرح ہوتا تھا کہ گویا اس کے منہ کی بات کہہ دی گئی۔ بعض باطن پوش لوگوں کی تو فطرت ہی کھل جاتی تھی۔ عادات و خصائل نمایاں ہو جاتے تھے۔ ہر شخص یہ جان جاتا تھا کہ حضور اس کے دل کی تہہ سے ڈوب کر نکلے ہیں اور اکثر اوقات انسان دل میں بعض باتوں کے دریافت کرنے کا تہیہ کر کے آتا مگر بغیر سوال کے اثناء گفتگو میں اس کے تمام سوالات کے جواب مل جایا کرتے تھے۔

مجلس میں سنت کا رنگ

بعض احباب حسن ظن کی وجہ سے اکثر اوقات اس کمترین خدام کو گفتگو میں واسطہ بنایا

کرتے تھے۔ میں ڈرتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے پھوہڑ پنے سے ضمیر صافی پر گرانی ہو اور میں خائب و خاسر ہو جاؤں (نعوذ باللہ منہ) کیونکہ شیخ کی گرانی سے فیضان بند ہو جاتا ہے۔ مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس دریائے رحم وکرم نے میری لغزشوں پر نظر نہ فرمائی اور دامان مقصود کو مالا مال فرمایا۔ ہر سوال کا شافی جواب ہر بات کی تشفی بخش توجیہ فرمادی۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میرے ایک معزز کرم فرمانے سود کے متعلق حنفی مذہب کا ردیہ دریافت فرمایا اور بیچ میں مجھے واسطے بنایا مجھے تامل ہوا نہیں چاہتا تھا کہ عام مجلس میں اس مسئلہ کو چھیڑا جائے کیونکہ غبی لوگوں اور کوتاہ نظروں کا غلط فہمی میں مبتلا ہو جانا اقرب تھا۔ مگر اصرار ایسا کہ مجھے پوچھتے ہی بن پڑی لیکن توریہ کے ساتھ اور دل میں یہ تمنا تھی کہ خدا کرے حضور مجھے روک دیں وضاحت نہ ہونے پائے۔ حضور اس خطرہ سے شاید آگاہ ہو گئے اور میرے سوال کے جواب میں آپ نے بھی توریہ فرمایا۔ لیکن خود سائل نے صراحت سے سوال کیا جس کے بعد توریہ ناممکن تھا۔ اس پر حضور نے جواب دے کر مجھ سے خطاب فرمایا کہ میں اس کے جواب میں وضاحت کرنا نہیں چاہتا لیکن اصرار کی وجہ سے مجھے جواب دینا پڑا۔ مجھے اس سے بہت ندامت ہوئی مگر خوش بھی ہوا کہ مزید وضاحت نہیں ہونے پائی۔ اور چونکہ آپ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ میں محض واسطہ بالجبر ہوں اس لئے بچ گیا۔

آپ کی مجلس اور مجلس آرائی کا بعینہ وہی طور تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی و عرضی و اھلی و مالی کا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مجامع میں ہوتا تھا۔ یہ نہیں کہ کوئی اکتا جائے جمائیاں لینے لگے مگر شیخ صاحب ہیں کہ اپنی مشیخت کے جمانے میں تصوف ہانک رہے ہیں۔ وحدۃ الوجود کی زٹر لگائے جا رہے ہیں اور لطف یہ کہ خود نہیں سمجھے۔ ٹھنڈی سانسیں ہیں آہوں پر آہیں نکل رہی ہیں کوئی یہ سمجھے کہ حضرت کا سینہ عشق الٰہی سے کباب ہو گیا ہے۔ مگر یہاں تو ضبط کا یہ عالم تھا کہ مجال نہیں کہ زبان سے یا حرکات وسکنات سے شمہ بھر بھی ظاہر ہو جائے۔ ہاں آنکھیں سرخ ڈورے پھولے ہوئے چڑھی ہوئیں۔ ہاں جذب کے دریا موجزن تھے۔ اختیار نہ تھا ورنہ یہ بھی نہ ہوتا۔ ہر مبصر یہ سمجھ سکتا تھا کہ اتباع سنت کا کس قدر آپ کو خیال ہے۔ صحابہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اگر نصیحت اور موعظت بھی فرماتے تو اس کا خیال ضرور ہوتا کہ ملال نہ پیدا ہو۔

یتخولنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالموعظۃ مخافۃ السامہ
مزاح اور خوش طبعی حسنہ سے دل بہلاتے ہمارے ہر رنگ میں (بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہوتا) آپ شریک ہو جاتے اگر ہم دنیاوی معاملات میں گفتگو کرتے تو شریک۔ گذشتہ لوگوں کے قصے اور کہانیاں کہتے تو شریک۔ غرض ہر طرح سے ہماری دل بہلائی اور دلجوئی فرماتے۔ اسی طرح آپ کی مجلس شریف میں بھی ہر طرح کے مذاکرے و مکالمے ہوتے تھے۔ سب ہی قسم کی باتیں ہوتی تھیں۔ ہر بات میں شرکت تھی لیکن دائرہ شریعت سے ایک انچ ہٹنا محال تھا۔ اس سفر میں آٹھ بجے صبح اس قسم کی مجلس میں رونق افروزی ہوتی تھی۔ بجز ارشادات و دلپذیر لطائف علمی و دیگر اقسام کی گفتگو کے اور کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد خاصہ تناول فرمایا کرتے تھے۔

خطوط کا جواب

ظہر کی نماز کے بعد پھر مجلس افروزی ہوتی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ڈاک کا جواب بھی لکھا جاتا تھا اور مختلف قسم کے مکالمات بھی ہوا کرتے تھے لیکن نہایت دلچسپ ادھر ڈاک کا جواب بھی مکمل، مطائبات اور حکایات بھی مکمل۔ ہر شخص کے سوال کا جواب بھی مکمل۔ پھر لطف یہ کہ قلم چل رہا ہے۔ تحریر جاری ہے، تقریر جاری ہے۔ تامل اور سوچنے کا موقع نہیں سب چیزیں فی البدیہہ اور بالا رتجال جاری ہیں۔ دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا تھا۔

طالب علمی کے زمانہ میں سنا کرتے تھے کہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی قدس سرہٗ جامع النظرین تھے ایک جانب تدریس جاری رہتی۔ دوسری جانب تالیف۔ مگر یہاں آنکھوں سے مشاہدہ کرلیا۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ خطوط بھی ایک نہیں دو نہیں چار نہیں ایک اچھا خاصا بنڈل۔ پھر مختلف طبائع کے خطوط مختلف سوالات مختلف حالات اس میں درج ہوتے ہیں جو لازماً انہیں خصوصیات کے لحاظ سے قلب پر مختلف اثرات ڈالنے والے۔ کسی سے قبض و انقباض۔ کسی سے بسط و انبساط کسی سے رنج کسی سے فرحت۔ مگر یہاں اتنی گہرائی اور وسعت تھی کہ ان چیزوں کا پتہ بھی نہ لگتا تھا۔ بھلا بحرِ بے پایاں میں برگ و کاہ چہ حقیقت دارد۔ اور ان خطوط میں سب سے اہم وہ خطوط ہوتے تھے اور تعداد بھی انہی کی زیادہ ہوتی تھی جو مریدین سالکین کے لکھے ہوئے ہوتے تھے جس میں ان کے سلوک کے واقعات اور حالات اور جوان پر واردا تیں ہوتی تھیں۔ یا ان کی حالتوں میں جو تغیرات نمودار ہوتے تھے درج ہوتے تھے کیونکہ ان لوگوں کی تربیت بذریعہ خطوط ہوتی ہے۔ ان کی ہر حالت کو سمجھنا ان کے

ہر سوال کا جواب دینا۔ ہر واردات کی صحیح قواعد کے مطابق تعبیر کرنا کوئی معمولی کام نہیں۔ دیکھئے اگر طبیب نے مرض کو نہیں سمجھا اور اگر سمجھا بھی مگر طبیعت کی قوت وضعف کا لحاظ نہیں کیا۔ مکان یا ملک کے خصوصیات آب وہوا کے اثرات کا خیال نہیں کیا اگرچہ نسخہ قواعد کے موافق تجویز کر دیا۔ بتایئے مریض ہلاک ہوگا یا اچھا ہو جائے گا۔ یہی حالت بعینہ سالک اور شیخ کی ہے اول تو شیخ کو ان کے حالات سمجھنا ضرور ہیں اور ان کے مرض کی صحیح تشخیص لازمی۔ پھر ان کے طبائع اور تمام لوازمات کا لحاظ لابدی اس کے بعد مجرب اور قواعد کے موافق علاج و تدبیر اختیار کرتا ہے اور پھر ضروری پرہیز بھی بتلاتا ہے جس سے صحت روحانی حاصل ہوتی ہے ورنہ اس کا نتیجہ یقینی طور پر بربادی اور ہلاکت ہے۔ (اعاذنا الله منه) ایسے خطوط کا جواب بہت ہی تدبیر کا محتاج ہے۔ مگر ذالک فضل الله یؤتیه من یشاء۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہ اس مشغولی میں بھی وہ وہ مجرب علاج تجویز فرماتے ہیں کہ اسی شخص کا دل جانتا ہے جس کو اس قسم کی تربیت سے سابقہ پڑ چکا ہے۔ ایک طرف تو مخلوق کا ہجوم۔ اور ہر شخص کے سوالات اور جوابات کا سننا۔ ادھر تحریر میں مشغول رہنا اور کسی کی بات کو تشنہ نہ چھوڑنا۔ پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو خطوط کا جواب ادا کر دیا۔ باقی کل پر چھوڑ دیئے۔ نہیں ہر خط کا جواب آج ہی مکمل حتیٰ کہ اکثر چالیس پچاس خطوط کا جواب مغرب تک ختم کر دیا جاتا تھا۔ یہ ایک دن کی حالت نہیں روزانہ اسی طرح ہوتا تھا۔ یہ حالت تو سفر کی ہے لیکن حضر میں ایسا نہیں ہوتا تختہ انضباط اوقات دیوار سے لٹک رہا ہے کبھی اس کے خلاف نہیں فرماتے۔ ہر کام اپنے مقررہ وقت پر انجام پاتا ہے **وما هذا الابتوفیق الله۔**

حضرت کے پاس مریدین اور سالکین کی تربیت کا سب سے پہلا اور ضروری جزو یہ ہے کہ دینی اور دنیاوی اخلاق وآداب سیکھیں اور اخلاق رذیلہ سے سبکدوش ہوتے رہیں اور خاص کر ان امور میں جس میں کسی دوسرے انسان کو تکلیف ہو۔ نہایت شدت اور سختی کا استعمال کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے **المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده** اور **الشریعة کلها آداب** اور **بعثت میسر الامعسرا ولا متعنتا۔**

اس بارہ میں اس قدر اہتمام ہوتا ہے۔ بعض موافق سالکین ہر روز یا ہر ہفتہ میں ایک نقشہ کی خانہ پری کر کے بھیجتے ہیں کہ کس قدر اخلاق رذیلہ ترک ہوئے اور اس کی جگہ کس قدر اخلاق کریمہ اختیار کئے گئے۔ چنانچہ مجھے اس قسم کے نقشوں کا علم بھی ہے (زادہم اللہ توفیقاً) کہ بہت سے

رذائل کے خانے معرا تھے اور وہ بھی ایسے جو کثیر الوقوع جس میں نہ کسی تہیہ کی ضرورت نہ سامان اور تیاری کی حاجت کہ بیٹھے بیٹھے بین یدیہ و رجلیہ انسان اس کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ مثلاً غیبت کسی کی یا کسی پر طنز و تعریض وغیرہ۔ (الحمد للہ علی ذالک و وفقنا اللہ لذلک)

تربیت میں سنت کا رنگ

آپ کی تربیت و تعلیم محض سنت کے مطابق ہوتی ہے۔ جس طرح حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صرف صحبت و مکالمات و مفاوضات میں صحابہ کو فیض پہنچایا کرتے تھے۔ بعینہٖ ویسا ہی آپ کے یہاں ہوتا ہے۔ عام مشائخ کی طرح نہ مروجہ طریقہ پر حلقہ ذکر ہے نہ توجہ ہے۔ نہ کوئی ایسی صورت ہے کہ جس سے عام حالات سے کوئی امتیازی ہیئت پیدا ہو۔ بلکہ مجلس صحبت گرم ہوتی ہے اس میں ہر طرح کی باتیں ہوتی رہتی ہیں اسی میں توجہ اسی میں القاء نسبت اسی میں فیض یا ظاہری صورت تو غیر ممتاز۔ مگر قلب خاص امتیاز کے ساتھ جملہ قلوب حاضرہ کا متجسس ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اس کے ظرف کے موافق فیضان ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ جب مجلس سے اٹھتے ہیں تو ہر شخص اپنی بساط کے موافق مالا مال جاتا ہے۔

شہادت تجدید:

میرا یہ مقصود نہیں کہ مروجہ حلقات مشائخ یا ان کے طرقِ تعلیم معاذ اللہ ناجائز ہیں اس لئے ہر شیخ فن سلوک میں مجتہد ہوتا ہے اگر وہ کسی مسئلہ میں خطاب بھی کر جائے تب بھی وہ آئمہ شرائع کی طرح مستحق ایک اجر کا ہے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ حضرت حکیم الامۃ کی یہ امتیازی شان ہے کہ حتی المقدور اتباع سنت کو ہاتھ سے نہیں دیتے اور سنت کی محبت میں اپنے اجتہاد کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتے۔ یہ ایک سنت تھی کہ ایک زمانہ سے مردہ ہو چکی تھی۔ مشائخ قد ما رضوان اللہ علیہ اجمعین نے تو خاص بیماروں کے لئے خاص وقت پر یہ طریقے اختیار کئے تھے مگر اس کے بعد وہ سلاسل کے لئے شعار اور بطور امتیاز کے سمجھے گئے اور بلا امتیاز حالت مریض ہر ایک کو ایک ہی نسخہ استعمال کرایا جانے لگا۔ الا ماشاء اللہ اس مردہ کے زندہ کرنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوا۔ اسی واسطے آپ کے حق میں میری شہادت ہے کہ آپ اس زمانہ کے مجدد برحق ہیں۔

یہاں موقع نہیں ورنہ میں تفصیل سے ان سنن کا ذکر کرتا جو مردہ ہو چکی تھیں بلکہ نسیاً منسیا ہو

گئی تھیں۔ جس کی آپ نے تجدید کی اور زندہ فرمایا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی مجددیت کی گواہی سب سے پہلے حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے دی تھی اور اس کے ساتھ آپ کا ادعاء بھی شامل تھا۔ اور وہ ادعا کے لئے مامور تھے۔ یہاں میں اپنے علم کی حد تک کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی مجددیت کی شہادت سب سے پہلے میں دیتا ہوں یا کم سے کم تحریری شہادت گو بعد میں بلا کسی اعلان واہتمام کے خود بخود صدہا بندگان خدا کے قلم سے یہ لقب لکھا جانے لگا اور ممکن ہے کہ کسی کے قلم سے مجھ سے بھی (کچھ یاد پڑتا ہے کہ مولوی محمد بیگ صاحب دہلوی نے غالباً اس کے قبل لکھا تھا مگر ماتن صاحب نے اپنے علم کے اعتبار سے صحیح فرمایا) پہلے نکلا ہو مگر فرق صرف اس قدر ہے کہ میں بہ نسبت مولانا عبدالحکیم کے ایک ذرہ بے مقدار اور ان کی جوتی کی برابری بھی نہیں کر سکتا۔ وہ شہباز علم وعمل تھے لیکن خدا سے مجھے امید ہے کہ میری یہ شہادت بے وقعت نہ ہوگی وہاں دعویٰ بالماریت تھا۔ یہاں دعویٰ نہیں۔ وہاں خود حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے ان سنن کو گنوایا ہے جن کو آپ نے زندہ فرمایا تھا۔ یہاں سکوت ہے دوسرا گنوا رہا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے مشابہت:

اس کے علاوہ اصحاب بصیرت سے ہرگز مخفی نہیں رہ سکتا کہ حضرت حکیم الامۃ کی تعلیم جناب مجدد صاحب رحمہ اللہ کی تعلیم سے بالکل اشبہ ہے اور دونوں کی رفتار ذہن بھی بالکل یکساں ہے۔ جس شخص کو اعتماد نہ ہو وہ حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات اور حضرت کے مواعظ اور تربیت السالک کے اجزاء مقابلہ میں رکھ کر دیکھے۔ ہاں فرق اس قدر پائے گا کہ وہاں اصطلاحات نقشبندیہ میں مطالب اور مقاصد ادا ہوتے ہیں۔ یہاں اصطلاحات کی پابندی نہیں کی جاتی بلکہ جس طرح کوئی سمجھ سکے سمجھا دیا جاتا ہے۔ یہ بھی ایک مردہ سنت تھی جس کو زندہ کیا گیا ہے و نیز حضرت مجدد صاحب کو اپنی مجددیت کا منجانب اللہ علم کرایا گیا تھا لیکن مجھے معلوم نہیں کہ حضرت پیرومرشد کو بھی اپنی مجددیت کا علم ہے یا نہیں کیونکہ مجددیت کے لئے لازم نہیں کہ صاحب مجددیت کو بھی اس کا علم ہو۔

اہتمام سنت

اور اس تفاوت سے تفاضل یا توازن مقصود نہیں بلکہ واقعات کا اظہار ہے باقی الفضل للمتقدم کا کس کو انکار ہے۔ اسی طرح مجلس کی ہیبت کذائی میں بھی سنت کا لحاظ رہتا ہے جس کے

مردہ ہونے میں کوئی شک نہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکمل صحابہ اور اہل رائے کو اپنے نزدیک یا کسی نو وارد مہمان کو تواضعاً کوئی خاص نشست عطا فرماتے تھے اور مدارج کا لحاظ رہتا تھا۔ اسی طرح حضرت حکیم الامت کی مجلس مقدس میں بھی ہوتا ہے کوئی شخص اس کے خلاف حرکت نہیں کرسکتا ہے۔ دعوتوں کا سلسلہ جب شروع ہوا تو اس میں بھی احیاء سنت تھا۔ صاحب دعوت سے صاف فرمادیتے کہ ایک میں اور میرے ساتھ ایک خادم ہوگا۔ باقی رفقاء میں سے ہر شخص اپنے کھانے کا متکفل ہے میرے ساتھ بلا تمیز مدعو و غیر مدعو کا جھمگھٹا نہیں ہوا کرتا۔ صاحب دعوت کا اختیار ہونا چاہئے۔ دوسرے کسی کو دعوت دے یا نہ دے اور اگر دے تو صرف اپنے تعلقات اور تعارف کی بنا پر دے۔ حضرت کی وجاہت کو اس میں ہرگز دخل نہیں ہوتا بلکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ کھائیں دوسرے اور صاحب دعوت کا احسان مجھ پر کیوں۔ کھانے کے بارہ میں فرمادیتے کہ اگر ایک ہی کھانا ہو تو بہتر ہے۔ الوان نہ ہوں معدہ پر برا اثر پڑتا ہے یہ بھی غالباً محض اتباع سنت کے خیال سے فرماتے تھے جس کی تعبیر اخفاء یہ فرمادیتے تھے۔ اسی طرح حضور اپنے رفقاء سے فرمادیتے ہیں کہ ہر شخص اپنے بل بوتے پر سفر کرے۔ اپنی تمام ضروریات کا انتظام ہر شخص بازار سے کرے۔ الا اس صورت میں کہ کوئی صاحب بہ یقین و تخصیص اسماء اسماء کسی کو دعوت دے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی کو تکلیف ہو۔

یہ بھی اس سنت کا اتباع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طفیلی کو دروازہ صاحب دعوت پر سے واپس فرمادیا تھا۔ حقیقت میں یہ وہ اخلاق ہیں کہ باوجود جدید تہذیبوں اور علمی ترقیوں کے کسی نے اس کے خلاف پر فتویٰ نہیں دیا۔ کس قدر بے غیرتی اور بے حمیتی ہے کہ کھلانے والا تو راضی نہیں دل میں کڑھ رہا ہے مگر پیر صاحب ہیں کہ لشکر لے کر پہنچے ہیں اچھی خاصی چڑھائی ہے۔ بلکہ پورے طور پر ڈکیتی کی تعریف صادق آتی ہے۔ اس ڈکیتی کو حدیث شریف میں یوں بیان فرمایا گیا ہے کہ جو بلا دعوت کسی کے گھر کھانے کے لئے جاتا ہے سارق ہو کر داخل ہوتا ہے اور جب کھا کر نکلتا ہے مغیر یعنی غاصب اور لٹیرا ہو کر نکلتا ہے۔ یہ بھی کوئی مذاق ہے کہ جہاں پیر صاحب دورہ پر نکلے بہت سے طفیلی جو ہمیشہ اسی قسم کے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں بو پر پہنچ جاتے ہیں یہاں سے ایک وہاں سے ایک غرض ایک لشکر جمع ہوگیا۔ پیر صاحب نے یہ سمجھا اونہہ میرا کیا بگڑتا ہے رہنے دو حشمت و شوکت میں اور اضافہ ہوا۔ یہ فوج یاجوج ماجوج کی طرح جس گھر پر پہنچی اسے تباہ کردیا۔ اگر کسی کو علم قبل از قبل ہوگیا

اور صاحب مقدور بھی ہے۔اس نے تو انتظام پہلے ہی سے کرلیا ورنہ بے چارے کی بری گت عین وقت پر بازار سے منگانا پڑتا ہے اگر وہ بھی میسر نہیں تو پھبتیاں فقرے سننے پڑے۔غرض بے چارے کی بری حالت ہوئی دیوالہ نکل گیا دوبارہ توبہ کرلی پیر صاحب کی ناراضی کا خوف ہوا تو کچھ نقد لاکر متھے مارا۔ چلو جان بخشی ہوگئی۔ یہ تو ایک شخص کا مالی نقصان تھا اور پیر صاحب کی گردن پر گناہ رہا مگر ایک دینی نقصان یہ ہے کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ پیر صاحب کو گھر لے جاکر تبرک حاصل کریں اور عورتوں کو بھی کچھ فائدہ پہنچے مگر غریب ہیں وہ اس حالت کو دیکھ کر عبرت لیتے ہیں اور ڈر کے مارے پیر صاحب کی دعوت نہیں کرتے بلاتے نہیں جس کی وجہ سے وہ فیض سے محروم رہتے ہیں۔مگر حضرت مجدد الملۃ دام فیضہ بالکل اس کے خلاف ہیں۔ بغیر تعیین کے قدم نہیں اٹھاتے۔ چنانچہ مولانا عبدالحئی صاحب ابقاء اللہ کو بھی یہی اطلاع دی گئی تھی کہ صرف دو آدمیوں کا کرایہ اور کھانا آپ کے ذمہ ہے یعنی خود سمیت باقی رفقاء اپنے اخراجات کے خود متکفل ہوں گے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف نے حضرت کے واسطے دوسرے درجہ کا کرایہ اور ایک خادم کے لئے تیسرے درجہ کا اور ضروری سفر خرچ بھیج دیا مگر حضور تیسرے درجہ میں تشریف لائے اور بقیہ کرایہ حساب کرکے واپس فرما دیا۔

فراغ قلب

اس خادم نے عرض کیا واپسی کے بعد ایک ہی مرتبہ حساب کرکے واپس فرما سکتے ہیں۔دو مرتبہ حساب کرنے کی کیا ضرورت ہے فرمایا بھائی میں قلب کو کسی شغل میں الجھا ہوا رکھنا نہیں چاہتا۔ جو کام سامنے آیا کر دیا دل فارغ ہوگیا۔دماغ کو بھی یکسوئی حاصل ہوگئی۔ ورنہ دل ادھر ہی معلق رہتا ہے۔واپسی کا حساب واپسی کے وقت ہو جائے گا۔اب تو فارغ ہو جاؤں چنانچہ واپس ہونے کے بعد حساب کرکے بقیہ فوراً بذریعہ منی آرڈر مولوی صاحب موصوف کے پاس بھیج دیا۔ ہمیشہ آپ کی عادت مبارکہ ہے کہ دل کو کسی چیز سے متعلق نہیں رکھتے۔چنانچہ اگر کسی نے منی آرڈر کیا اور کوئی تفصیل کوپن میں نہیں لکھی تو آپ فوراً واپس کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کسے کیا پڑی کہ خط کا انتظار کرتا رہے اور بلا ضرورت دل میں ایک فکر پیدا کرے۔

قناعت واستغناء

اسی طرح آپ اس شخص سے کوئی ہدیہ یا نذر قبول نہیں فرماتے جس کی نسبت آپ کو علم ہو

جائے کہ اس نے ایک معمول مقرر کرلیا ہے۔ کیونکہ بعض اوقات محض التزام کی بنا پر پیش کرتا ہے۔ اس میں خلوص نہیں ہوتا پھر ہدیہ اور نذر لینے میں بھی خاص ضوابط ہیں مثلاً کوئی معمولی آمدنی والا اگر کچھ نذر کرے تو اس کی ایک دن کی پیداوار سے زائد نہ ہو اور اس شخص سے تعلقات اور ملاقات میں بے تکلفی بھی ہوگئی ہو جس کی نسبت یہ وہم بھی نہ ہو سکے کہ اس کو کوئی گرانی ہوگی وہ بھی ہمیشہ نہیں بلکہ گاہے گاہے۔ چنانچہ حیدرآباد میں بعض لوگوں نے نذریں پیش کیں۔ جو ان ضوابط کے دائرہ سے باہر تھیں۔ آپ نے قبول نہیں فرمائیں۔ مزاحاً فرماتے ہیں۔ اس قدر کسی بے تکلف دوست سے قبول فرمالینا جس سے اس کو تکلیف نہ ہو ہمارا حق ہے کیونکہ ہم نے ترددِ معاش کرکے ان کی اصلاح کا کام اپنے ذمہ لیا ہے اس معاملہ میں حضور کی قناعت اور استغناء اتنا بلند ہے کہ اس میں شک نہیں رہتا کہ آپ کی صریح کرامت ہے۔ کئی ایک خدام وعقیدت مند وصاحب ثروت موجود ہیں مگر آپ نے ان سے اس قدر کبھی نہیں لیا کہ کسی نصاب کی حد تک پہنچے الا نادراً

نواب ڈھاکہ نے ایک مرتبہ باصرار حضرت کی دعوت کی اور چونکہ ان کو معلوم تھا اس لئے بلطائف الحیل کچھ سامان اور نقد نذر کرنے کی اجازت چاہی اور یہ کہا کہ ایسے موقع پر نہ لینے میں ہماری سبکی ہے۔ آپ نے جواب دیا بہت اچھا لوگوں کے سامنے تو قبول کرلوں گا مگر خلوت میں واپس کردوں گا کیونکہ بھری مجلس میں نہ دینا آپ کے طرز کے خلاف ہے اور میرا انکار کرنا آپ کی توہین اور قبول کرنا میری توہین ہے۔ میں اس وقت اپنی توہین گوارا کرکے لے لوں گا۔ پھر رکھنا میرے رویہ کے خلاف ہے لہٰذا واپس۔ نواب صاحب کو دم مارنے کی جگہ نہ تھی اور الٹے شرمندہ ہوئے۔ فرمایا آج تک جس قدر مشائخ میرے پاس آئے۔ میری دنیا بھی لے گئے اور دین بھی۔ جناب کے ویسا میں نے کسی کو نہیں پایا۔ اس گفتگو میں حضور میری طرف مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ سفر خرچ اور کرایہ سے جو نواب صاحب نے دیا تھا۔ تقریباً بیس روپیہ بچ گئے تھے۔ میرے قاعدے کی رو سے تو واپس کرنا چاہئے تھا مگر میں نے سمجھا اس حقیر رقم کی واپسی میں نواب صاحب کو رنج ہوگا۔ اس کے علاوہ ان کو اس کی پرواہ ہی کیا۔ محض ان کی توہین کے خیال سے میں نے وہ رقم مسجد کے ایک سائبان میں خرچ کرلی۔ مگر ان کو اطلاع کردی۔ یہ تمام وہ سنن ہیں جو آجکل مردہ ہوچکی تھیں۔ جن کا احیاء آپ نے فرمایا۔

پھر اس قناعت پر بھی یہ حالت ہے کہ خانقاہ سالکین فقراء سے معمور ہے۔ ایک ابتدائی تعلیم کا مدرسہ بھی جاری ہے جب سے ہندوؤں نے شدہی کا فساد ایجاد کیا۔ ایک شعبہ تبلیغ بھی

ہمیشہ کے لئے جاری فرمادیا جس میں بہت ہی متقی صاحب نسبت علماء کام کرتے ہیں اس پر بھی احتیاط کا یہ عالم کہ کانپور میں ایک دولت مند طبیب نے انتقال کے قریب اپنی دو تین ہزار آمدنی کی جائیداد مولانا کے نام ہبہ بالوصیت فرمائی۔ آپ خود کانپور میں تشریف لے گئے اور اس جائیداد کو یتیم خانہ اسلامی پر وقف فرمادیا۔ اور باضابطہ وقف نامہ مکمل کر دیا۔ اس میں کچھ حصہ اپنے لئے نہ اپنے مدرسہ اور خانقاہ کے لئے اور نہ تعلق اپنی ذات سے باقی رکھا۔ اللہ اللہ خیر سلا!

ضوابط بیعت

اسی طرح بیعت کے وقت بھی کسی سے نذر قبول نہیں فرماتے تھے نہ مرمرے نہ بتاشے نہ کسی شیرینی وغیرہ کی تقسیم کی اجازت دیتے ہیں کیونکہ ایک تو یہ طرز سنت نبویؐ کے خلاف۔ دوسرے غرباء اور مفلس بیعت سے محروم رہتے ہیں نہ ان کو نذرانہ کی قدرت نہ تقسیم۔ شیرینی کی وسعت۔ ہاں دوسرے وقت میں اگر کوئی بے تکلف ہو جاوے یا پرانے تعلقات والا ہو قبول ہدیہ میں مضائقہ نہیں فرماتے۔ مگر وہ بھی ایسے طور پر نہیں جس سے لوگ یہ سمجھیں کہ یہ تو بغیر نذر کے توجہ ہی نہیں کرتے۔ پھر اس میں یہ بھی شبہ رہتا ہے کہ حرام یا مشتبہ آمدنی سے نہ ہو مگر اسی حد تک کہ جس کا علم ہو جائے یا وہ شخص مشتبہ یا حرام آمدنی کے پیشہ میں خود مشہور ہوں۔ اس سے زیادہ تجسس نہیں فرماتے کیونکہ شریعت میں وہ بھی ممنوع ہے چنانچہ دو معزز عہدہ داران حیدرآباد نے آپ کی دعوت کی۔ آپ کو یہ علم ہو گیا کہ ان کی تنخواہ کے مدات قواعد شرعیہ پر منطبق نہیں ہیں۔ آپ نے ردِ دعوت تو نہیں فرمایا۔ البتہ ان سے مخلصانہ طور پر کہہ دیا گیا کہ مہربانی کر کے قرض لے کر دعوت کا کھانا پکایئے۔ چنانچہ سنجیدہ اور ذی فہم لوگ تھے۔ نہایت خوشی سے انہوں نے قبول کر لیا۔ بیعت بھی ہر شخص کو نہیں کرتے پہلے اس کو ذکر و شغل میں لگا دیتے ہیں اور وہ اپنے حالات کی اطلاع دیتا رہتا ہے اس کے بعد اگر اس نے درخواست کی اور اس میں رشد کے آثار ملاحظہ فرمائے تو بیعت فرما لیتے ہیں' ورنہ نہیں فرماتے ہیں مجھے اپنے جتھہ کے بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ کام کرنے والے چاہئیں یہ تو حضرت کی حالت ہے سفر میں تو سوائے مستورات اور مریضوں کے کسی کو بیعت نہیں فرماتے۔ اس زمانہ قیام حیدرآباد میں بیسیوں لوگوں نے بیعت کی درخواست کی مگر آپ

نے انکار فرمادیا اور نہایت شفقت سے فرمایا کہ سفر میں بیعت نہیں کرتا۔ کیونکہ سفر میں میں بھی مہذب بنا رہتا ہوں اور جو صاحب میرے پاس تشریف لاتے ہیں وہ بھی مہذب ہو کر ملتے ہیں کسی کی اصلیت کا پتہ نہیں چلتا۔ البتہ آپ آ کر میرے پاس تھانہ بھون میں رہیں۔ میرے اندرونی بیرونی حالات آپ کو پوست کندہ معلوم ہو جائیں۔ میری عام معاشرت کا آپ کو علم ہو جائے اور مجھے بھی آپ کے اخلاق۔ استعداد۔ عادات اور پورے حالات کا علم ہو جائے گا۔ اس حالت میں اگر فریقین کی رضامندی ہوئی تو بیعت بھی ہو جائے گی اور کچھ تصوف اور سلوک کا دارومدار بیعت پر نہیں وہ تو کام کرنے پر اور شیخ کی اطاعت پر ہے جیسا شیخ کہے بلا چون و چرا اس کا حکم تسلیم کرے ہاں اگر صاحب خبرت ہے اور شیخ کا حکم صریح شریعت کے خلاف ہے تو کبھی اطاعت نہ کرے مگر گستاخی نہ کرے ادب سے عذر کر دے وہ بھی جبکہ شیخ صاحب کمال ہو ورنہ ایسے شیخ ہی کو خیر باد کہے۔

ارشاد کی بے وقعتی

عزیزو! واقع میں حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ کا فرمان عین شریعت کے مطابق ہے۔ یہ بھی کوئی دینداری اور دیانت ہے کہ اپنی شوکت اور عظمت بڑھانے کی غرض سے جو آیا اسے پھانس لیا جائے جو عمل کرے پیر صاحب ضامن ہیں۔ فقط بیعت کی اور ایک پرچہ نجات ہاتھ میں پکڑوا دیا جب کبھی پیر صاحب تشریف لائے تو جلو میں مریدوں کا ایک جم غفیر ساتھ ساتھ ہے۔ پیر صاحب ہیں کہ شہر بشہر در بدر مریدوں کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں جو ملا پیر صاحب نے اپنے جال میں پھانس لیا۔

۱۰ ربیع الثانی ۴۲ھ کو میں حیدرآباد سے سکندرآباد آ رہا تھا ایک نوجوان شخص میرے درجہ میں سوار تھا۔ خدا جانے اس کو کیا سوجھی کہ اس نے میرے سامنے اپنی بیوی کی بے اعتنائی اور اپنے سسرال والوں کی روک رکھنے کی شکایت کی اور رونے لگا۔ اس نے اپنی بے تابی اور بیوی کے ساتھ عشق و محبت کے واقعات بھی بیان کئے اور مجھ سے طالب دعا ہوا۔ مجھے بھی اس کے بیان سے بہت ہی دل میں رقت ہوئی میں نے اس کو تسلی دلاسا دیا کہ خدا کی قدرت سے بعید نہیں ہے پھر ملاپ ہو جاوے گا۔ اسی اثناء میں اس نے بیان کیا کہ اسی غرض سے حضرت شاہ صاحب جو

آج کل حیدرآباد میں آئے ہوئے ہیں ان سے بیعت بھی ہوگیا کہ شاید کوئی عمل بتائیں اور میں اس درد جدائی سے نجات پاؤں۔ مجھے یہ واقعہ سن کر سخت تعجب ہوا کہ اللہ اللہ مشائخ کی یہ شان اور یہ ارشاد باقی رہ گیا ہے اور اس نعمت بیعت کو اس قدر بے وقعت کر دیا گیا ہے۔

مقاصد بیعت: پیر صاحب کا کام نہ ضامن ہونے کا ہے نہ جورو ولانے کا ہے اس کا کام صرف صحیح راستہ بتانا اور پر حذر مواقع سے مرید کو متنبہ کرنا ہے عمل کرنا مرید کا کام ہے۔ اور ثمرہ کا ترتب خدا کا کام ہے۔ اگر مرید کی غرض صحیح نہیں اور پیر کو بیعت کر کے دھوکہ دینا چاہتا ہے اور دھوکہ ہو بھی گیا اس میں صرف مرید ہی قابلِ اعتراض نہیں بلکہ پیر بھی قابل مواخذہ ہے کیونکہ حزم واحتیاط پیر کا فرض تھا۔ ہاں حزم واحتیاط کے بعد بھی اس قسم کا دھوکہ ہو جائے تو پیر ہر قسم کی تشنیع اور شماتت سے بری ہے۔ اس لئے کہ وہ غیب دان نہیں اور نہ غیب دانی کا وہ شرعاً مکلّف ہے اور نہ کشف والہام اختیاری ہے۔ یہی سنت ہے انبیاء کی علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والتسلیمات۔ ہر نبی کے ساتھ ہمیشہ ایک گروہ منافقین کا ہوگا اور ہر نبی پر ظاہر کے اعتبارات کا لحاظ فرض تھا۔ استعلام باطن کے وہ مکلف نہ تھے۔ بہت سے منافقین سے ان کو ایک عرصہ تک نہ ہوتا تھا۔ وہ معذور تھے۔ رہی یہ بات کہ یہ عذر ہر شیخ پیش کرسکتا ہے کہ باوجود احتیاط کے بھی مریدوں کے ضمائر ان سے مخفی رہے مگر میں بھی کہتا ہوں کہ یہ جواب صحیح ہے اگر قرائن وآثار اس کی تصدیق (پھر غور سے دیکھا جاوے تو یہ قیاس مع الفارق ہے تعلیم اسلام فرض ہے اس کے لئے کاوش نہ چاہتے بیعت فرض کیا کسی درجہ میں بھی ضروری نہیں۔ اس میں کاوش ضروری ہے ۱۲) کریں یہ نہیں کہ ادھر سے مرید نے شیخ کی صورت دیکھی ادھر شیخ نے مرید کی اور دس منٹ میں بتراضی طرفین عقد مرتب ہوگیا۔

بے نتیجہ بیعت

بعض اوقات تو اس کی بھی نوبت نہیں آتی۔ پیر نے چادر پھینکی اور ایک فوج نے اسے چھو لیا۔ پیر صاحب مرید کی صورت اور نام سے بھی آگاہ نہیں۔ ایسی بیعت سے کوئی نتیجہ نہیں۔ سلسلہ میں شریک ہونے سے برکت بھی اسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ مرید بھی مقتضاء بیعت پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہو اگرچہ قصور وتقصیر واقع ہو جائے۔ نہ یہ کہ بیعت کو ذریعہ نجات سمجھ کر

اعمال عادیہ بھی ترک کرے ایسی بیعت شرعاً بالکل ناجائز اور حرام ہے کیونکہ وہ ارتکال منہی عنہ ہے اس سے اجتناب فرض ہے ورنہ مرید تو ڈوبے ہی تھے پیر صاحب بھی پاتال پہنچ گئے اور مفسدین کی فہرست میں نام لکھا گیا۔ جس کی قرآن شریف میں صاف ممانعت ہے (ولا تعثوفی الارض مفسدین) اور یہ شرعی قاعدہ ہے کہ اگر کوئی امر مطلوب شرعی نہیں اور درجہ استحباب میں ہے اور اس کے استعمال سے مفسدہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا ترک کردینا فرض ہے اور اگر مطلوب شرعی ہے تو مفسدہ کی اصلاح فرض ہے۔ میں خود کچھ عرض کرنا نہیں چاہتا۔ ناظرین کرام خود اس قسم کی بیعت کو اس معیار پر جانچ لیں میرے خیال میں مرید ہونے والوں میں سے جو بلا جانچ پڑتال جھٹ منگنی پٹ نکاح بیعت ہو جاتے ہیں اور پیر بھی جانچ نہیں کرتے۔ فی صدی دس بھی ایسے نہیں نکلیں گے جو بیعت کی غرض و غایت اپنی دینی اصلاح اور تزود آخرت سمجھتے ہوں و نیز اس قسم کی بعیت کرنے والے پیر فیصد ایک بھی اس غرض و غایت کا نہیں ملے گا اس کی تو واحد غرض حب جاہ و مال ہے۔ اسی لئے جو سامنے آیا اسے پھانسا (اعاذنا اللہ منھم) بلکہ اکثر و بیشتر مریدوں کی یہ غرض ہوتی ہے بیعت ہو کر بلا کسی عمل کے بلیات دنیا و عقبیٰ سے نجات پا جائیں جو مفسدہ فی الدین ہے اور سراسر ارتکال ممنوع ہے۔

اصول بیان

اس قیام کے زمانہ میں وعظ کے لئے دعوتوں پر دعوتیں آنے لگیں مگر اکثر جگہ حضرت مجدد الملۃ نے انکار فرما دیا۔ اور جن دعوتوں سے انکار فرمایا اور جن وجوہ سے انکار فرمایا باوجود سابقہ واقفیت کے ہم لوگ بھی بے خبر تھے اور آخر میں داعیین میں وہی وجوہ مانعہ پائے گئے جن کی بنا پر انکار فرمایا گیا تھا۔ یہ آپ کا بین کشف یا دہ فراست کا حصہ تھا جو ایسے بزرگوں کو انبیاء سے ملا ہے۔ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ میں کیا کروں میرا قلب ہی متوجہ نہیں ہوتا۔ حیدرآباد میں صرف تین جگہ وعظ فرمایا اور ہر جگہ ایک ہی آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی مگر ہر جگہ مضامین اور مقاصد اور جہات مختلف تھے۔ ایک وعظ تو مولانا عبدالحیٔ صاحب ابقاہ اللہ کے زمانہ (زیادہ تر مولوی صاحب کی ان ہی اہلیہ صاحبہ کی تحریک پر جنہوں نے اس سفر کی

درخواست کی تھی) میں۔ دوسرا وعظ بتاریخ ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد احمد صاحب مدظلہ مفتی عدالت العالیہ کی استدعا پر مدرسہ نظامیہ میں یہ وعظ رات کے وقت ہوا تھا اور تقریباً پانچ گھنٹوں میں ختم ہوا۔

لوگ ابھی زیادتی کے متمنی تھے۔ اس وعظ میں شریعت کے لباس میں جو معارف اور لطائف بیان ہوئے ان کے لکھنے سے قلم قاصر ہے۔ ناظرین خود تھوڑی دیر میں ملاحظہ فرمالیں گے۔ پھر یہ نہیں عام روبیہ کے تحت سامعین کی تفنن طبع کا لحاظ رکھا جائے بلکہ وہ وعظ فرمایا جاتا ہے جس کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ حیدرآباد میں اسی قسم کے وعظ کی ضرورت تھی۔ حضرت کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ مضامین میں سامعین کے مذاق کے پابند نہیں ہوتے اور نہ فرمائشی مضامین بیان فرماتے ہیں۔ علاوہ اور قبائح اور فتن کے جو اس سے پیدا ہو سکتے ہیں فرماتے ہیں۔ یہ تو مریض کی فرمائش ہوئی کہ طبیب صاحب اس کے واسطے فلاں نسخہ تجویز کریں۔

اسی طرح وقت مقرر کردہ کی پابندی نہیں فرماتے اور جہاں کہیں وقت مقرر کیا جاتا ہے وہاں وعظ ہی نہیں فرماتے۔ کیونکہ طبیب جس قدر وقت مناسب سمجھتا ہے دوائی استعمال کرتا ہے۔ مریض کی فرمائش خود مریض کی ہلاکت کا باعث ہے۔ ہاں یہ طبیب کا فریضہ ہے کہ مریض کو اتنی دیر تک دلبرداشتہ نہ ہونے دیں اور اگر وہ اکتا جاتا ہے تو وہ تدابیر اختیار کرے جس سے وہ نہ اکتائے۔ اسی طرح اور واعظوں کی شرکت میں بھی وعظ نہیں فرماتے ہیں۔ مضامین اکثر مختلف ہو جاتے ہیں۔ واعظین سب ایک عقیدہ کے نہیں ہوتے۔ اکثر ردو تردید کی نوبت پہنچتی ہے جس سے بجائے اصلاح کے لوگوں کے خیالات اور زیادہ خراب ہوتے ہیں اور اہل علم کی بے وقعتی علیحدہ پھر بعض اوقات تو وہیں بڑے بڑے فساد ہو جاتے ہیں پولیس جاوڑی جانے کی نوبت آتی ہے اور اس قسم کے واعظوں میں لوگوں کی دلچسپی صرف اس قدر ہوتی ہے کہ مختلف واعظوں کے نمونے اور بانگیاں دیکھنا چاہتے ہیں اور پھر ہر ایک واعظ کی نقلیں اتارتے ہیں من مانے مقابلے اور فقرے کستے ہیں۔

اختلاف سے احتراز

تیسرا وعظ مدرسہ انوارالاسلام نام پلی میں ۴ محرم الحرام ۴۲ھ کو ہوا تھا اور اس وعظ کو پہلے

ہی بہت دقت سے قبول فرمایا تھا اور وہ بھی چند مخلصین خدام کے اصرار سے۔ مگر اس شام کو جس کی صبح میں وعظ ہونے والا تھا۔ ایک معتبر ذریعہ سے آپ کو علم ہوا کہ جمعہ کے بعد.......... نے آپ کے متعلق کچھ کلمات ناشائستہ بیان کر کے لوگوں کو اشتعال دلا دی اور منع کیا کہ وعظ میں نہ جائیں اور یہ ایک حد تک صحیح تھا کیونکہ خود میں نے ......صاحب کو دیکھا کہ نہایت غیظ وغضب کی نظریں حضرت مجدد الملۃ پر مکہ مسجد میں ڈال رہے ہیں جبکہ حضرت کے مصافحہ کے لئے لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ ان کی نگاہوں سے وہ آگ جو ان کے دل میں رشک اور حسد سے بھڑک رہی تھی ظاہر ہوتی تھی۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر میرا وعظ باعث تفرقہ مسلمین ہو سکتا ہے تو میں ہرگز وعظ نہیں کہوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو۔ ہمارے اسلاف نے ان سے بہت اجتناب فرمایا ہے۔ لہٰذا حذف کچھ وعظ فرض عین نہیں ہے اور نہ میں حیدر آباد میں اس غرض سے آیا ہوں۔

رہا یہ امر کہ منتظمین وعظ پر طعن وتشنیع ہوگی کیونکہ اشتہار تقسیم ہو چکے ہیں۔ لوگ جمع ہوں گے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ایک سمجھدار آدمی وہاں کھڑا ہو کر میری دوسطری عبارت لوگوں کو پڑھ کر سنا دے اور یہ اس کاتب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جس سے غرض یہ تھی کہ میں اس کام کو انجام دوں میں نے امتثال کے لئے رضامندی ظاہر کی۔ فرمایا میں نہیں چاہتا کہ لوگوں کی ناراضی اور ان کے طعن وتشنیع کا بار داعیین کے سر ڈالا جائے میں اپنے سر لے لوں گا۔ اس کے بعد مخلصین نے داعیین اور دوسرے لوگوں کی مایوسی جو دیکھی تو بہت ہی دل میں تکلیف معلوم ہوئی۔ اس کے علاوہ حاضرین کے غیظ وغضب کی انتہاء نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر اس وقت ان کو......صاحب مل جائیں کچا ہی تو کھا جائیں۔ اور یہ بھی اندیشہ تھا اور وہ بھی اندیشہ بجا تھا کہ بعض اشخاص نے قصد کر لیا تھا کہ اس کو اس حرکت کی سزا دیں۔ اس لئے اس واقعہ کی ایک مخلص نے جو......کی گفتگو کے وقت موجود تھے۔ تاویل کر کے ٹالا۔ تب کہیں صبح کو انوار الاسلام میں وعظ ہوا۔ وعظ کے وقت جیسا کہ مدرسہ نظامیہ میں ہزاروں لوگوں کا ہجوم تھا اور جگہ بھی نہ ملتی تھی یہاں بھی وہی حالت تھی باوجودیکہ سایہ کا انتظام

کافی نہ تھا اور شدت کی دھوپ تھی۔ مگر لوگ ہلتے تک نہ تھے۔ عوام کو تو چھوڑ یئے بے چارے
اس قسم کی تکلیفوں کے عادی ہوا کرتے ہیں۔ قابل تعریف تو بڑے بڑے عہدہ دار اور امراء
ہیں جو وعظ میں شریک تھے ساری دھوپ ان کے سر پر گئی مگر آفرین ہے اٹھنے کا نام تک نہیں
لیا۔ برابر پانچ گھنٹے کے قریب جمے رہے۔ چنانچہ بہت سے معتمدین اور نظماء اور
صدر المہامان شریک تھے۔ مگر کیا کرتے وعظ اتنا دلچسپ اور اس قسم کے معارف اور نکات
بیان ہو رہے تھے کہ اٹھنا کسے گوارا تھا۔ اٹھنا تو در کنار کروٹ لینا محال تھا۔

كأن على رؤسهم الطير جزاهم الله خير الجزاء.

کاتب مواعظ

ان تینوں وعظوں کو لکھنے والے مولانا عبدالحلیم صاحب کانپوری تھے۔ آپ بہت ہی تیز نویس ہیں۔ اکثر مواقع پر حضرت حکیم الامت کے وعظوں کو قلمبند کیا ہے۔ آپ ذی استعداد و ذہین ہیں۔ آپ کا کانپور میں چمڑے کا کارخانہ ہے اور چمڑے کے سامان کی تجارت کرتے ہیں۔ آپ کا اکثر حصہ عمر اور بالخصوص زمانہ طفولیت حیدرآباد میں گزرا ہے۔ آپ کے قریبی عزیز و اقارب حیدرآباد میں سرکاری خدمات پر تھے۔ اب آپ کانپور میں تشریف رکھتے ہیں۔ کئی مرتبہ حیدرآباد میں تاجرانہ حیثیت سے تشریف لائے ہیں۔ آپ اپنی عقیدت مندی سے حضرت کے وقت بچپن تقریر قلمبند فرما لیتے ہیں (مگر کوئی وعظ کسی کا ضبط کیا ہوا بدون نظر اصلاحی صاحبِ وعظ کے شائع نہیں ہوتا) اب میں ناظرین سے رخصت ہوتا ہوں اور اس کے بعد وعظ (یہ تین وعظ ہیں۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ ان میں سے مدت ہوئی ایک مستقل چھپ چکا ہے۔ العبادہ۔ اور دو اس وقت آپ کے سامنے ہیں۔ آثار العبادہ اسرار العبادہ خیال یہ تھا کہ تینوں ساتھ شائع ہوں مگر اتفاقات نے مجبور کر دیا۔) دیکھنے کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ دعا ہے کہ اپنے موہبات سے وہ ارحم الراحمین ہم کو اس وعظ سے استمراراً مستفید فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

آمین، وہوالموفق والمستعان، فقط

حررہ احقر نور محمد فاروقی عفا عنہ صدر مدرس مدرسہ دینیات
اصطبل عامرہ سرکار عالی حیدرآباد دکن خلدہ اللہ مسلکہ
بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ، بوقت ساڑھے نو بجے شب

ملفوظات

حسن العزیز کا حصہ

مکتوبات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اول ملاحظہ ہو تمہید حسن العزیز کے
حصہ ملفوظات کی ٦ جمادی الاول ۱۳۳۴ ہجری

(۱) مضمون- سادات غربا' سادات اغنیاء اور احباب اغنیاء اور ان تینوں قسم کے صحاب کے اطفال صغار جو اس ایصال ثواب کا کھانا کھائے اور ان کو بھی بہ نیت حصول ثواب کھانا کھلایا گیا۔ پس شرعاً ان چاروں قسم کے لوگوں کو ایصال ثواب کا کھانا کھلانا اور اس کا ثواب ایصال کرنا جائز ہے کہ نہیں۔

الجواب- فی نفسہ تو جائز تھا مگر ان لوگوں کے کھانے کھلانے سے رسوم جاہلیت کی تقویت ہوتی ہے اور مساکین کے نفع میں کمی ہوتی ہے اس لئے انتظام دین مقتضی اس کو ہے کہ اس کو منع کیا جاوے۔

(مضمون)- مرحومہ کی وفات کے وقت خوشبو عود واگر کی محسوس ہوئی۔ یہ کیا چیز تھی آیا روح تھی۔

(جواب)- یا تو اس مقام پر پہلے عود اور اگر سلگایا ہو گا تو ہوا میں اس کا بقیہ ہو گا ورنہ کئی احتمال ہیں کسی ایک کی تعیین مشکل ہے۔

(مضمون)- مہر مرحومہ کسی صدقہ جاریہ میں صرف کروں تو اس سے مرحومہ کے ذمہ کے حج' زکوٰۃ اور کفارہ وغیرہ ادا ہو جائیں گے۔

(جواب)-نہیں دوسرے ورثہ کا حصہ آپ اپنی رائے سے صرف نہیں کر سکتے۔

(مضمون)- مرحومہ کے والد کا حصہ بھی کسی صدقہ جاریہ میں صرف کرنے کا ارادہ ہے کیونکہ وہ پابند شرع نہیں فضولیات میں صرف کریں گے پھراس سے شاید مجھ کو بھی گناہ ہوا اور مرحومہ کی روح کو بھی صدمہ ہو۔

(جواب)- آپ پر واجب ہے کہ ان کا حصہ ان کو دے دیں وہ اگر خلاف شرع صرف کریں گے خود ان پر وبال ہوگا نہ تو آپ کو گناہ ہوگا اور نہ مرحومہ کی روح کو صدمہ ہوگا کیونکہ وہ شرعاً ان ورثہ کی ملک ہے۔

(۲) ایک خط میں کاتب نے اپنے نام کے آگے الفاظ ''خریدار الامداد'' بھی لکھ دیئے ان الفاظ پر نشان کر کے یہ جواب تحریر فرمایا ''اس پتہ سے کیا فائدہ ہوا کیا اس کے دباؤ میں کام نکالنا چاہتے ہیں کیا اس پرچہ کا مالک یا منتظم مجھ کو سمجھتے ہیں۔ اگر یہ پتہ نہ ہوتا تو اس خط کا جواب دیتا اب جواب دینے سے قاصر رہا۔

(۳) ایک صاحب نے اپنے امراض ریا' حسد' کبر' سستی عمل کی تفصیل لکھ کر اصلاحی چاہی جواب تحریر فرمایا ''میرے مواعظ بالالتزام اور تبلیغ دین بھی اکثر دیکھا کیجئے۔ اس خط کے دوسرے ورق پر ایک فتوے کا استفسار تھا۔ اس کا جواب نہیں دیا بلکہ یہ تحریر فرمایا سلوک وفقہ کے مضامین ایک خط میں جمع نہ ہونا چاہئے'' ضمیمہ اور اکثر معمول ایسے موقع پر یہ ہے کہ مسائل فقہیہ کا جواب دے دیتے ہیں اور دوسرے مضامین کے متعلق لکھ دیتے ہیں کہ ان کے لئے مستقل خط بھیجیں۔

(۴) ایک وکیل صاحب نے قلت آمدنی کی شکایت کر کے کوئی وظیفہ چاہا تحریر فرمایا کہ دعائے خیر کرتا ہوں حزب البحر روزانہ ایک بار بعد نماز فجر یا مغرب معمول رکھا جاوے تو امید فلاح ہے۔

(۵) ایک خط میں نام لڑکی کا پوچھا گیا اور ذہن کے لئے کوئی دعا بھی۔ تحریر فرمایا کہ آمنہ نام اچھا معلوم ہوتا ہے بعد ہر نماز کے یا علیم اکیس بار پڑھ لیا کریں ذہن کے لئے۔

(۶) ایک کارڈ کا جواب۔ جس میں کوئی نسخہ پوچھا گیا تھا اور ۲ اپریل میں قیام وطن کی

تحقیق کی گئی تھی۔ میں طبیب نہیں ہوں اور ۲ اپریل بہت دور ہے اتنے پہلے نہیں کہہ سکتا کہ میں اس تاریخ میں مقیم وطن ہوں گا یا نہیں"

(۷) ایک کارڈ کا جواب۔ مولوی عبدالغنی صاحب سے (یکے از خلفاء) اپنی حالت کہے وہ آپ کی مجموعی حالت دیکھ کر جو مناسب سمجھیں گے۔ مشورہ دیں گے اس پر عمل کیجئے۔

(۸) ایک کارڈ کا جواب۔ بیعت تو وطن سے بھی ممکن ہے جبکہ میں اپنی شرائط کو مجتمع معلوم کرلوں باقی ہفتہ عشرہ میں کیا اصلاح اور کیا تربیت ہوسکتی ہے۔

(۹) ایک کارڈ کا جواب۔ اگر آپ کا خط مع ٹکٹ پہنچا ہوگا تو ضرور جواب گیا ہے باقی یادر ہنا یا پہنچنا میرے اختیار سے خارج ہے۔

(۱۰)۔ ایک خط کا جواب۔ جس کی عادت (داڑھی منڈانے یا کترواتے کی ہو) اس کے پیچھے (نماز) مکروہ تحریمی ہے (اگر پڑھ لی ہو) اعادہ نہیں ہے"

(۱۱)۔ ایک خط کا جواب۔ ایک خط میں ایک سوال سے زائد نہ آنا چاہئے۔ اس لئے بقیہ کا جواب نہیں دیا گیا کیا آپ کو میری کم فرصتی کا حال معلوم نہیں۔ اس خط میں دوسرا خط متعلق سلوک کے رکھا ہوا تھا۔ اس پر لکھ کر واپس کر دیا کہ "مسائل فقہیہ کے ساتھ مضمون متعلق سلوک جمع کرنا میرے معمول کے خلاف ہے اس لئے اس کا یعنی مضمون سلوک کا جواب نہیں لکھا" خط نمبر ۳ میں اس کا عکس ہے یعنی سلوک کے مضمون کا تو جواب دیا اور فقہ کے سوالات واپس۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اولاً لکھ دیئے گئے تھے پھر دوسرے مضمون کا ہونا بھی معلوم ہوا۔

(۱۲) ایک کارڈ کا جواب۔ جب مضامین متعددہ کے متعلق استفسار کرنا ہے تو جواب کے لئے لفافہ بھیجنا چاہئے تھا کارڈ نہیں۔ ۷ جمادی الاول اتوار۔

(۱۳) ایک کارڈ کا جواب۔ حق العباد جب صاحب حق کے ورثہ سے معاف کرا لئے معاف ہو جاوے گا اور اگر بامید کسی چیز کے ملنے کے صاحب حق نے معاف کیا تھا اور یہ امید اس مدیون نے دلائی تھی اور وہ چیز پھر اس کو نہ دے تو معاف نہ ہوگا۔

(۱۴) ایک معلم نے بذریعہ کارڈ اطلاع دی کہ گرمیوں کی وجہ سے رات چھوٹی ہوگئی بارہ تسبیح اور کلام مجید کی ایک منزل پڑھنی پڑتی ہے نیند میں خلل ہونے سے پڑھائی میں

نقصان واقع ہوتا ہے جواب تحریر فرمایا۔ بارہ تسبیح میں کمی کر دی جائے جس قدر آسانی سے ہو سکے اتنا کیا جاوے۔

(۱۵)-ایک کارڈ کا جواب- در کار خود مشغول باشندان شاءاللہ تعالیٰ بہ ہمیں وتیرہ روز سے رخ مقصود بنظر خواہد آمد اطمینان فرمایند بددلی و مایوسی دستی را راہ ندہندندمن بعافیت ہستم والسلام۔

(۱۶) ایک خط کا جواب- جناب من ایں احقر نہ کمال ظاہر دارد نہ جمال باطن ہیچ گونہ گوارا ندارم کہ برائے ایں ہیچ ناکارہ سفر فرمایند نیز از کثرت مشاغل متنوعہ چنداں فرصت ندارم کہ کتب درسیہ را درس گویم۔

(۱۷) ایک صاحب نے یہ لکھا کہ فلاں فلاں چیز جو قصد سبیل میں ہے تجویز فرمادی جاوے جواب تحریر فرمایا طبیب تجویز نسخہ میں مریض کی رائے کا اتباع نہیں کر سکتا۔

(۱۸) ایک خط کا جواب- معمولات کافی ہیں میرے وعظ جتنے مل جاویں سنا کرو اور آنکھوں کو نیچے رکھو اور اس گناہ کے کفارہ کے لئے پچاس نفلیں روزانہ پڑھا کرو اور مجھکو حالات سے اطلاع دیتے رہا کرو۔

(۱۹) ایک خط میں اولاد کے لئے تعویذ طلب کیا گیا تھا۔ جواب دیا عزیز من میں خود بے اولاد ہوں اگر ایسا تعویذ جانتا تو اپنا حق مقدم تھا۔

(۲۰) ایک صاحب نے بلا اطلاع معمولات مجوزہ سابق کچھ اور پڑھنے پڑھانے کے لئے پوچھا تھا تحریر فرمایا کہ مجھ کو پہلے ہی معلوم نہیں۔ بچہ کے لئے بھی حفظ کا تعویذ مانگا تھا تحریر فرمایا کہ معوذتین لکھوا کر گلے میں ڈال دیں ایک مسئلہ بھی پوچھا تھا تحریر فرمایا کہ مسائل کے لئے جو خط بھیجا جاوے اس میں اور مضمون نہ ہو۔

(۲۱) ایک خط میں بیوی کی عدم پابندی نماز کی شکایت درج تھی۔ تحریر فرمایا کہ ہمیشہ نصیحت کرتے رہیں میری کتابیں سنایا کریں ناامید نہ ہوں۔ بلاضرورت سختی نہ کریں۔ دوسری شادی کو بھی پوچھا تھا۔ منجملہ اور مصلحتوں کے موجودہ بیوی کے دیندار ہو جانے کی بھی مصلحت درج تھی۔ تحریر فرمایا کہ اپنی گنجائش اور یہ کہ فساد تو نہ بڑھے گا۔ دونوں باتیں دیکھ

(۲۲)-ایف اے کے امتحان کی کامیابی کے لئے کوئی وظیفہ یا تعویذ ایک صاحب نے مانگا تھا۔تحریر فرمایا کہ"روزانہ یاعلیم (۱۵۰) بار بعد نماز فجر پڑھ کر دعا کیا کریں۔امتحان کے روز اس کی کثرت بلا تعداد رکھیں"

(۲۳)-۸ جمادی الاول ۳۴ھ مقدمہ میں ایک ماخوذ اہلکار پولیس کا جواب۔اگر روزانہ ایک بار حزب البحر پڑھ لیا کیجئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا۔

(۲۴)-ایک خط کا جواب۔آنے کے لئے مجھ سے حکم کیوں لیا جاتا ہے اور آخر خط میں جو بیعت کے لئے آنے کو لکھا ہے اس غرض سے سفر نہ فرمائیں۔

(۲۵)ایک کارڈ اپنے برادرزادہ صاحب کے نام متعلق ایک معاملہ کے"برخوردار زاد عمرہٗ بعد دعا کے واضح ہو تمہارے دو کارڈ ساتھ ہی پہنچے جن میں ایک خواب لکھا تھا۔ماشاء اللہ بہت اچھا خواب ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ مخالفین مغلوب و ذلیل ہوں گے اور تم سب تعلق والے مظفر و منصور ہوں گے۔اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔عزیز محمود علی کو پیار۔یہاں سب خیریت ہے تم دونوں بھائی ہر نماز کے بعد **یا حفیظ یا عزیز** ۲۱ بار اول و آخر درود شریف ایک بار پڑھ لیا کرو۔

(۲۶) ایک صاحب نے لکھا کہ پہلے اچھی اچھی کیفیات طاری ہوتی تھیں۔اب بجائے ان کے دنیوی قصہ وغیرہ کی طرف خیال منتشر رہتا ہے۔

جواب-اس کی طرف اصلا التفات نہ فرمایئے۔ایسے تغیرات ہر شخص کو پیش آتے ہیں کام میں لگے رہنے سے تدریجا سب حالتیں درست ہو جاتی ہیں۔بڑی بات کام پر عداوت کرنا ہے جس طرح ہو دل سے یا بددلی سے۔

(۲۷)۹ جمادی الاول ۳۴ھ (مضمون) میں ہمیشہ دل رنجیدہ رہتا ہوں کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے جس سے خوشی حاصل ہو اور دہشت جاتی رہے۔

جواب-سوتے وقت آیت الکرسی اور **قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس** پڑھ کر سو رہا کریں اور جب کوئی برا خیال آیا کرے میرا خیال کر لیا کریں ضمیمہ۔یہ مخاطب فہیم تھے کہ حقیقت اس تدبیر کی سمجھتے تھے کہ ایک خیال دوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے

اور محبوب کا خیال زیادہ دافع ہوتا ہے وہ اس سے متعارف تصور شیخ نہیں سمجھے۔

(۲۸) ۱۰ جمادی الاول ۳۴ھ ایک طالب علم مدرسہ دیوبند نے اجازت حاضری بغرض اصلاح طلب کی۔ تحریر فرمایا بشرائط ذیل اجازت ہے۔ نمبر ۱ اپنے پاس سے انتظام مصارف کا کرنا ہوگا۔ نمبر ۲۔ کتب درسیہ آپ کی ختم ہو چکی ہوں۔ نمبر ۳ - بیعت کا تقاضا نہ کیجئے۔

(۲۹) بواسیر کی شکایت پر تحریر فرمایا۔ بعد نماز فجر (۴۱ بار) الحمد شریف پانی پر دم کر کے پیا کیجئے۔

(۳۰) ۱۱ جمادی الاول ۳۴ھ ایک صاحب نے محض مسئلہ پوچھنے کی غرض سے خط لکھا اس میں خیریت بھی دریافت کی حالانکہ یہ بھی لکھا تھا کہ خیریت فلاں صاحب کے خط سے معلوم ہوتی رہتی ہے۔ اس کا جواب یہ لکھا خیریت سے ہوں۔ ایک مسئلہ خلوص کا بتلاتا ہوں اس خط میں جب مسئلہ پوچھنا تھا تو خیریت دریافت کرنا نہ چاہئے تھا۔ نہ اس میں خلوص رہا نہ اس میں۔ اس خط میں مسئلہ یہ دریافت کیا گیا تھا کہ محکمہ رجسٹری میں محرر رجسٹری کی جگہ جائز ہے یا نہیں اور اس کو ترک کر دینا چاہئے یا نہیں اس کے جواب میں استفسار فرمایا کہ "اگر ناجائز ہوتی تو ترک کر کے کیا سبیل معاش اختیار کریں گے"

(۳۱) ایک صاحب نے صرف اپنا نام لکھا اور مقام کا نام نہ لکھا۔ ان کو اور سوالات کے جواب لکھنے کے بعد تحریر فرمایا "اور آپ نے پتہ نہیں لکھا مجھ کو کہاں تک یاد رہ سکتا ہے اور نام اکثر مشترک ہوتے ہیں چنانچہ اسی نام کے ایک دوست مئو میں ہیں اول مجھ کو ان کا شبہ ہوا۔

(۳۲) - ایک صاحب کے خط کا جواب جن پر بوقت حاضری کچھ تادیب کی گئی تھی۔ اس تمام شاعرانہ تحریر کا صرف مبنیٰ یہ ہے کہ آپ نے اس روز بھی نہ اپنے فعل کی حقیقت سمجھی نہ میرے قول کی جب زبانی ہی نہ سمجھے تو اب اس کے متعلق میری تحریری فہمائش بیکار ہوگی میرے دل میں کچھ بھی اثر نہیں۔ اسی وقت ختم ہو گیا کیونکہ آپ پر کوئی میرا حق نہ تھا ورنہ ممکن تھا کہ اثر رہتا۔

اسی خط میں آخر میں ان صاحب نے یہ بھی تحریر کیا تھا کہ اگر میری منشاء کے مطابق جواب باصواب موصول ہوا تو آئندہ اپنے سوالات متعلق بہ دین یا مشتمل بر دین پیش کرتا رہوں اس کا جواب تحریر فرمایا کہ میں اسی خدمت کے لئے ہر مسلمان کے واسطے حاضر ہوں

اس میں کسی شرط کی ضرورت نہیں۔

(۴۳) ایک خط میں تین فتوے ایک ہی عبارت میں لفظ یا کے ساتھ دریافت کیئے گئے تھے کہ اگر ایسا ہو یا ایسا ہوتو کیا حکم ہے۔تحریر فرمایا'' یہ تینوں سوال الگ الگ لکھ کر سوال کریں تاکہ جواب میں آسانی ہو''ضمیمہ۔ وجہ یہ کہ کبھی ہر صورت کا حکم الگ ہوتا ہے تو ہر سوال کا اعادہ کرنا پڑتا ہے تو سائل مجیب کے ذمہ بلاضرورت یہ کام کیوں ڈالے خود ہی ہر صورت کا سوال جدا کیوں نہ قائم کرے۔

(۴۴)-۱۵ جمادی الاول ۳۴ھ ایک صاحب نے ایک نازیبا تحریر کی معافی چاہی تحریر فرمایا'' اس مختصر معافی چاہنے سے اصلاح تو نہ ہوئی آپ یہ لکھیئے کہ اپنے جواب کی غلطی بھی سمجھ میں آئی یا نہیں اگر آئی تو اس کی تقریر لکھیئے۔ اس کے بعد جو مناسب ہوگا عرض کروں گا اسی خط میں اخیر میں لکھا تھا کہ اگر کوئی خلاف ادب کلمہ ہوتو معاف فرمایا جاوے کیونکہ علاوہ بزرگوں کے ادب اور طرز کلام سے محض نابلد ہونے کے بیوقوف اور بدتمیز بھی ہوں تحریر فرمایا کہ'' یہ عذر اصلاح کے لئے تو کافی نہیں ہوسکتا خط میں بیعت کی درخواست کے ساتھ معاش کا کوئی سریع الاثر وظیفہ بھی پوچھا تھا۔تحریر فرمایا کہ میں معاش کے وظیفے نہیں جانتا بالخصوص سریع الاثر۔

(۴۵) ایک خط کا جواب۔ جو امور اختیاری ہیں ان میں بجز استعمال اختیار کے اور کیا ہوسکتا ہے اصل چیز تو یہی ہے اور اختیار میں ہے اور دعا اس کی معین ہے نہ کہ صرف دعا پر اکتفا کیا جاوے رہا توجہ باطنی اس کی درخواست نفس کا حیلہ ہے کہ نفس مشقت سے بھاگتا ہے اس لئے اس نے یہ حیلہ نکالا ہے جس میں اس کو کچھ کرنا نہ پڑے اور جو امور غیر اختیاری ہیں وہ مضر نہیں اس کی فکر میں نہ پڑیں اور دعا کے قبول نہ ہونے کی نسبت جو لکھا ہے (کہ معلوم نہیں کیوں نہیں قبول ہوتی) سخت بے ادبی ہے کیا وہ دعائیں تمام شرائط کے جامع ہونے کے سبب مستحق قبول ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک ایسی ہی ہیں تو کھلا دعویٰ ہے اپنے عمل کے کمال کا باوجود قیام معارض کے اور اگر نہیں ہیں پھر قبول کا انتظار اور عدم قبول کا اظہار چہ معنی جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنا تبریہ اور حق تعالیٰ پر الزام۔ الٰہی توبہ۔ الٰہی توبہ۔

(۴۶)-۱۶ جمادی الاول ۳۴ھ یوم سہ شنبہ۔ ایک ضعیف العمر صاحب نے جو مرض

میں مبتلا تھے ایک خط میں شکایت ہجوم وساوس کی تحریر کی تھی جواب تحریر فرمایا کہ آپ کو ایسی جگہ چند روز رہنا ضروری ہے جہاں طبیب ظاہری بھی ہو اور کوئی شیخ کامل بھی ہو جس سے آپ کو اعتقاد ہو۔ بعد کو دوسرا خط آیا کہ حالت یاس کی ہے زندگی کی امید نہیں حاضری سے قاصر ہوں ایسے خیالات فاسد آتے ہیں کہ اس کا ظاہر کرنا شرک کفر ہے۔ اس پر تحریر فرمایا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حق تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرمادے اور مغفرت کرے بالکل اطمینان رکھیں کہ ان وسوسوں سے ذرا بھی گناہ نہیں ہوتا اور نہ ان کے علاج کی ضرورت ہے بلکہ بالعکس ان پر ثواب ملتا ہے اور علامات ایمان کامل سے ہے البتہ رضائے حق وذخیرہ آخرت کے لئے لا الہٰ الا اللہ اور استغفار کی کثرت رکھیں اور وساوس کا ذرا غم نہ کریں آپ دیکھیں گے کہ ان کے عوض آپ کے نامہ اعمال میں حسنات درج ہوں گے۔

(۳۷) ایک مریضہ کے لئے تحریر فرمایا کہ آیات شفا لکھ کر اس کو پلایئے۔

(۳۸) کامیابی امتحان انگریزی کے لئے یہ تعویذ تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن۔ اللھم یسرلنا امورنا مع الراحۃ لقلوبنا و ابداننا والسلامۃ والعافیۃ فی دیننا و دنیانا و کن صاحبنا فی سفرنا وخلیفۃ فی اھلنا" اور تحریر فرمایا کہ پڑھنے کے لئے روزانہ قبل شروع کرنے کام کے (۱۵۰بار) یا علیم پڑھ کر قلب پر دم کر لیا کریں۔

(۳۹) احقر نے ملفوظات ومواعظ قلم بند کرنے کی سہولت کے لئے کوئی وظیفہ طلب کیا تو فرمایا کہ رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی. (۲۱بار) بعد فجر پڑھ لیا کیجئے۔

(۴۰) ۱۸ جمادی الاول ۳۴ھ جواب خطے۔ تقریظ بدوں مطالعہ مفصلہ نامناسب ست ووقت برائے مطالعہ مفصلہ گنجائش ندارد لہٰذا معذورم۔

(۴۱) امتحان کے کمرہ میں داخل ہونے سے قبل کچھ پڑھنے کو پوچھا گیا تحریر فرمایا کہ اس وقت یا علیم کی کثرت رکھنا بہتر ہے۔

(۴۲)- ایک فارغ طالب علم نے دیوبند سے قیام کی اجازت چاہی تحریر فرمایا بہتر ہے کہ ایک بار دو چار روز کے قیام کے لئے یہاں آکر یہاں کے سب قواعد اور طریقے دیکھ

اور سمجھ جایئے پھر بعد مشورہ زیادہ قیام کے لئے آنے کا مضائقہ نہیں۔

(۴۳) محکمہ رجسٹری کی ملازمت کی بابت پیشتر ایک صاحب نے فتوے دریافت کیا تھا اس کی بابت دریافت فرمایا کہ اگر ناجائز ہوئی تو ترک کر کے کیا سبیل معاش اختیار کریں گے اس کے جواب میں ان صاحب نے لکھا کہ کوئی صورت معاش نہیں اس پر تحریر فرمایا کہ پھر مجبوری میں کیا ہو سکتا ہے اور نہ جواز کا فتویٰ دے سکتا ہوں جب تک نہ چھوڑ سکیں حرام سمجھیں اور دعا کرتے رہیں کہ اس سے بوجہ احسن نجات ہو پہلے خط میں جس کا خلاصہ نمبر ۳۰ میں درج ہے محض مسئلہ پوچھنے کی غرض سے جو خط بھیجا جاوے اس میں خیریت بھی دریافت کرنے کو خلاف خلوص تحریر فرمایا تھا۔ دوسرے خط میں انہوں نے خیریت نہیں دریافت کی لیکن حضرت نے ازخود تحریر فرمایا کہ میں خیریت سے ہوں انہیں صاحب نے اب کی مرتبہ مسئلہ کی بابت علیحدہ خط بھیجا اور اس غلطی کی معافی علیحدہ جوابی کارڈ میں مانگی کہ مسئلہ پوچھنے کے خط میں خیریت دریافت کی مجھے سخت غلطی ہوئی۔

(۴۴) ایک صاحب کو تحریر فرمایا ''ایک بے تکلف عرض ہے۔ میرا دل خوش ہوتا اگر خود آپ کا لکھا ہوا خط آتا دوسروں کے ہاتھ کا لکھا ہوا آنا اچھا نہیں معلوم ہوا خصوص ایسے صاحب کے ہاتھ کا جن کے معاملات صاف نہیں۔ ضمیمہ وہ خط دوسرے ایسے شخص سے مرسل خط نے لکھوا کر بھیجا تھا جن کی بد معاملگی سے ایک مسلمان کو رنج اور ضرر پہنچ چکا تھا۔

(۴۵) ایک خط کا جواب ''مشورہ تو وہ شخص دے سکتا ہے جو تمام جزئیات سے آگاہ ہو اس لئے میں اس سے عذر کر دیتا ہوں باقی مسائل کی تحقیق سو اگر سوال جداگانہ فرضی ناموں سے بھیج دیا جاوے اس کا جواب لکھ دوں گا۔ ضمیمہ اس خط میں واقعی نام مع شکایات نام لکھے تھے اس کو پسند نہیں کیا گیا۔

(۴۶) ۱۹ جمادی الاول ۳۴ھ سوال (۱) بعض لوگ اپنا کنگھا کسی دوسرے شخص کو بالوں میں نہیں پھیرنے دیتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے باہم فریقین میں نزاع ہو جاتی ہے اور اپنے دعوے کے ساتھ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ نقل کرتے ہیں اس کے متعلق تحقیق مطلوب ہے۔ (۲) ایک عورت نے تمام عمر رمضان کے روزے نہیں رکھے

اب بڑھاپے میں ہوش ہوا اب رمضان میں تو بمشکل ادا کرتی ہے مگر قضا رکھنے کی ہمت اور طاقت نہیں بتلاتی چاہتی ہے کہ فدیہ سے ادائیگی ہو جاوے کیا کوئی صورت ہو سکتی ہے۔

جواب۔ (۱) اس کی کوئی اصل نہیں اور حضرت شیخؒ کا مقولہ اگر ثابت بھی ہو جاوے تو اس پر محمول ہوگا کہ ان حضرات کو حسن ظن بڑھا ہوا تھا ہر روایت کو جبکہ اس کو کوئی صریح صحیح روایت رد نہ کرے صحیح مان کر عمل اور تعلیم فرمانے لگتے تھے۔ جس کا سبب غایت محبت رسول ہے۔ (۲) ایسی حالت میں فدیہ دیدینا جائز ہے۔

(۴۷) جواب ایک خادمہ کے خط کا۔ ''ہمشیرہ عزیزہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جو تعلقات ضروری ہوں وہ تو باطن کو مضر نہیں ہوتے اگر چہ سر دست ذکر کا اثر محسوس نہ ہو مگر نفع برابر ہوتا ہے اور وقت خاص پر معلوم بھی ہو جاتا ہے اور جو تعلقات فضول ہیں ان کو ترک کر دیا جاوے''

(۴۸) ایک طالب علم صاحب نے اجازت حاضری کی بغرض اصلاح اخلاق ذمیمہ کے مانگی تو تحریر فرمایا ''نمبر ۱۔ کیا آپ کو کوئی کام مثلاً پڑھنا وغیرہ باقی نہیں رہا۔ نمبر ۲ آپ یہاں کتنے روز قیام کر سکتے ہیں۔ نمبر ۳۔ آپ نے اپنے مصارف کا کیا انتظام کیا ہے۔ نمبر ۴۔ محض اخلاق کی اصلاح ہی مقصود ہے۔ بیعت وغیرہ پر تو اصرار نہ ہوگا۔ نمبر ۵۔ مجھ سے کیا مصلحت سمجھ کر اجازت لیتے ہیں ان امور کے جواب کے بعد عرض کروں گا''

(۴۹) ایک صاحب کو جو کسی مقدمہ میں ماخوذ ہیں تحریر فرمایا کہ **یا حفیظ** بکثرت پڑھیں۔

(۵۰) ایک خادمہ مسماۃ نے نہایت اشتیاق و آرزو کے ساتھ حاضری کی اجازت چاہی اور کوئی نیا کام رکھنے کی درخواست کی کیونکہ پہلا نام اور پہلا کام اچھا نہ تھا توبہ کر کے نام بدلنے کی بھی درخواست کی تھی۔ جواب یہ تحریر فرمایا ''اگر کبھی شوہر تمہارے اپنی خوشی سے ہمراہ لے آدیں بشرطیکہ قرض نہ کرنا پڑے اور کوئی حرج بھی کسی قسم کا نہ ہو اور تم ان پر تقاضا کر کے تنگ بھی نہ کرو اور پردہ میں اور نماز میں بھی سفر میں خلل نہ پڑے تو اجازت ہے اور اپنا نام امت اللہ رکھ لو یعنی اللہ کی بندی جیسے عبداللہ (نام شوہر مسماۃ) کے معنی ہیں اللہ کا بندہ''۔

(۵۱) ایک لڑکا جس کی عورت جوان ہے گم ہو گیا ہے کسی نقش کی درخواست پر تحریر فرمایا ''اس تعویذ کو ایک نیلے یا کالے کپڑے میں لپیٹ کر دو پتھروں کے درمیان میں دبا کر

اندھیری کوٹھڑی کے اندر رکھ دیں اور رکھتے وقت یہ کہہ دیں کہ اے اللہ فلاں شخص کو لے آ نقل تعویذ "بسم اللہ الرحمن الرحیم انا رادوہ الیک ینبی انھا ان تک مثقال حبة من خردل فتکن فی صخرة اوفی السموٰت او فی الارض یات بھا اللہ ان اللہ لطیف خبیر او کظلمت فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمت بعضھا فوق بعض اذا خرج یدہ لم یکدیرٰیھا ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور حتیٰ اذا ضاقت علیھم الارض بمارحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لاملجاء من اللہ الاالیہ اللھم اٰت بالمراد بالخیر"۔

(۵۲) ایک صاحب کے سپرد کسی مسجد کی امامت ہے انہوں نے دریافت کیا کہ بعض مرتبہ کوئی شخص جماعت کے واسطے نہیں ہوتا تو اس صورت میں بندہ پر جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں اگر ضروری ہے تو اذان کہہ کر دوسری مسجد میں جماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

جواب۔نہیں بلکہ اسی مسجد میں منفرد پڑھنا افضل ہے۔

کسی نے اختلاج اور تبخیر کے لئے تعویذ مانگا۔تحریر فرمایا کہ "یہ تعویذ گلے میں اس طرح لٹکا دیں کہ قلب پر پڑا رہے"نقل تعویذ "بسم اللہ الرحمن الرحیم. الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب وربطنا علی قلوبھم لولا ان ربطنا علی قلبھا لتکون من المؤمنین ولیربط علی قلوبکم"۔

(۵۴) مضمون۔ درگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا ہوتا ہوں کہ حضور کی محبت میرے قلب میں پیدا ہو جاوے لیکن ذرہ بھر بھی محبت قلب میں نہیں پیدا ہوتی اور اس کی وجہ سے طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔

جواب۔محبت کے الوان مختلف ہیں۔ایک لون یہ بھی ہے جو آپ کو حاصل ہے اس کی ایک صریح علامت یہی ہے کہ اس کی کمی کے احتمال سے آپ کو بے چینی ہوتی ہے۔

مضمون۔اکثر حضور کا تصور کر کے اور حضور کو اپنی طرف متوجہ کر کے یہ شعر

تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من
پیادہ میروم و ہمرہان سوار انند

بڑے ذوق وشوق سے پڑھتا ہوں۔

جواب- اس کی اصلاً ضرورت نہیں۔

مضمون- اور تھوڑی دیر تک تو حضور کا تصور رہتا ہے بعد اس کے حضور کا تصور تو مٹ جاتا ہے اور یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ ایک اونچا تخت جس کے خاص حصہ پر نور جلوہ گر ہوتا ہے میرے سامنے ہوتا ہے اور یہ تخت تختِ خداوندی معلوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نور میں بڑی زبردست کشش ہے جو کہ زبردستی مجھ کو اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے۔ شعر وردِ زبان رہتا ہے اور اس نور کے قریب ہوتا جاتا ہوں۔ جب یہ نور گز سوا گز کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے یکا یک چونک اٹھتا ہوں اور سب کچھ غائب ہو جاتا ہے۔

جواب- سبحان اللہ یہ توجہ الی اللہ تو اصل مقصود ہے اور شیخ کی محبت اسی مقصود کا ذریعہ ہے پس اگر کسی کو خدا تعالیٰ یہ مقصود نصیب کر دے اور شیخ سے ذرا بھی محبت نہ ہو مگر اطاعت و اتباع ہو تو وہ شخص سرتا سر حق پر فائز ہے۔ ۲۱ جمادی الاول ۴۴ھ۔

(۵۵) مضمون- بہت دنوں سے یہ سنتا ہوں کہ یہ پڑھے تو اتنا روز ملے اور یہ عمل کرے اتنی اشرفی پاوے اگر حضور کو معلوم ہوں اطلاع فرمائیے۔

جواب- مجھ کو نہیں معلوم۔

(۵۶) مضمون- مبلغ پانچ روپیہ جناب کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔

جواب- ابھی نہیں پہنچے اگر کوپن میں بھی یہ مضمون ہوا تو وصول کر لوں گا اور اگر اس میں بھی نہ ہوا اور یاد بھی نہ رہا تو بجبوری منی آرڈر واپس ہوگا۔

(۵۷) جواب ایک خط کا۔ میں جس مسجد میں جمعہ کے روز جماعت نہ ہو وہاں جماعت سے ظہر پڑھنے میں اگر کسی قسم کا فتنہ نہ ہو ظہر جماعت سے پڑھیں ورنہ تنہا تنہا پڑھ لیں۔

(۵۸)- جواب ایک خط کا۔ بیعت کے طریقہ کے متعلق مفصل مضمون خط میں نہیں آ سکتا زبانی سمجھ میں آ سکتا ہے لیکن چونکہ مجھ میں بیعت کی اہلیت نہیں ہے اس لئے اس قصد سے یہاں تکلیف نہ فرماویں البتہ اگر محض ملاقات کے قصد سے آنے کا ارادہ ہو مضائقہ نہیں لیکن آنے سے ایک ہفتہ قبل میرے قیام وطن کی تحقیق فرمالیں۔

(۵۹)- جواب ایک خط کا۔ بیعت میں جلدی مناسب نہیں پہلے کام شروع کر دیا جاوے قصد السبیل سے کام شروع کر دیجئے اور حالات سے اطلاع دیتے رہئے تا کہ سلسلہ تعلیم کا جاری رہے پھر جب باہم مناسبت ہو جاوے گی اس وقت بیعت کی درخواست کا مضائقہ نہیں۔

(۶۰)- جواب ایک خط کا۔ پہلے خطوط کا مضمون یاد نہیں رہا اگر اس خط کے ساتھ وہ خطوط بھی ہوتے تو اس خط کا مطلب سمجھ میں آتا اور سمجھنے ہی کے بعد جواب دینا ممکن ہے۔

مضمون- آنکھ تو رات کو ضرور کھلتی ہے مگر یہ خیال کرتا رہتا ہوں کہ ابھی وقت بہت ہے پڑھ لوں گا اسی خیال میں پھر نیند آ جاتی ہے۔

جواب- ہمت کی ضرورت ہے۔

(۶۱)- جواب ایک خط کا۔ اصل یہ ہے کہ طالب علمی کے ساتھ ذکر و شغل جمع ہونا دشوار ہے ایسی حالت میں جس قدر اور جس طرح ہو سکے غنیمت ہے۔ اس لئے اضافہ مناسب نہیں اور اسباق کا حرج کر کے آنا بھی خلاف مصلحت ہے۔۲۲ جمادی الاول ۳۴ھ۔

(۶۲) جواب ایک خط کا- جواب مسائل کے لئے لفافہ آنا چاہیے۔

(۶۳) مضمون- اس وقت خادم کے دماغ کی یہ حالت ہے کہ جو کچھ حضور کے مواعظ وغیرہ میں پڑھتا ہوں ہر وقت خیال بندھا رہتا ہے یہاں تک کے نماز میں بھی۔

جواب- ان مضامین کا دماغ و خیال میں رہنا مطلوب ہے نماز میں بھی مضر نہیں اطمینان رکھیں۔

(۶۴) مضمون- جاء تعیناتی کوتوالی سے پولیس لین کو جو کہ شہر سے اندازاً ایک میل سے قدرے کم ہے بکار تحریر تبادلہ ہو گیا ہے بوجہ پابندی اوقات جماعت نماز کی بالکل فوت ہوتی ہے مشکل سے کوشش کرنے پر ایک دو وقت کی جماعت مل جاتی ہے ورنہ نہیں اور تلاوت قرآن پاک کرنے کو پریشانی سے وقت ملتا ہے اور نصف پارہ کے بجائے چوتھائی پارہ معہ منزل مناجات مقبول نصیب ہوتا ہے اور نماز تہجد بجائے بارہ رکعت کے کبھی چھ اور کبھی آٹھ رکعت پڑھتا ہوں اور بعد تہجد کے کلمہ لا الـــہ الا اللہ (۶۰۰) مرتبہ پڑھتا تھا وہ بجائے بعد نماز تہجد کے اگلے دن صبح کو یا شام کو پڑھتا ہوں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ

بجائے بعد نماز تہجد کے اگلے دن صبح کو یا شام کو پڑھتا ہوں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جملہ امور مذکور عریضہ ہذا عمل کی اجازت ہے یا کیا حکم ہے۔

جواب۔ جسقدر رہو جاوے غنیمت ہے۔

مضمون۔ عورت پر جن کے اثر کیلئے تعویذ طلب کیا گیا ہے۔

جواب۔ میں عامل نہیں لیکن توکلا علی اللہ کچھ لکھ دیا ہے گلے میں ڈال دیجئے (نقل تعویذ) **بسم الله الرحمن الرحيم. هذا كتاب من محمد رسول الله رب العالمين الى من طرق الدار من العمار والزوار ولاالسائحين الاطارق يطرق بخير يا رحمن اما بعد فان لنا ولكم في الحق سعة فان تك عاشقاً مولعاً او فاجراً مقتحماً او داعياً حقاً مبطلاً هذا كتاب الله ينطق علينا وعليكم بالحق انا كنا نستنسخ ما كنتم تعلمون ورسلنا يكتبون ما تمكرون اتركوا صاحب كتابي هذا وانطلقوا الى عبده الاصنام والاوثان والى من يزعم ان مع الله الهاً اخر لا اله الا هو كل شيء هالك الا وجهه له الحكم واليه ترجعون تقلبون حٰمٓ لاتنصرون حمعسق يفرق اعداء الله وبلغت حجة الله ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم فسيكفيكهم الله وهوالسميع العليم.**

(۶۵) مضمون۔ مختلف خیالات ناامیدی وغیرہ کے اور عدم انضباط معمولات کی شکایت درج تھی منجملہ ان خیالات کے ایک یہ بھی خیال لکھا تھا کہ ابھی تک تھانہ بھون کی جانب سے کچھ نفع نہیں ہوا۔

جواب۔ ان خیالات کی اصلاح خطوط سے نہیں ہوسکتی۔ افسوس ہے جب یہاں آنا ہوتا ہے اس وقت تو مخفی کیا جاتا ہے پھر دور در دور سے اظہار ہوتا ہے۔

(۶۶) ایک صاحب سے ایک سابق خط کے جواب میں متعدد سوالات بطور تنقیح کے کئے گئے تھے ان کے جواب ناکافی آئے ان جوابات کے جواب لکھنے کے بعد درخواست بیعت کی عبارت کے مقابلہ میں جس میں معافی کی بھی درخواست تھی یہ تحریر فرمایا "سب معاف ہے مگر بیعت بدوں مناسبت مفید نہیں اور آپ کی طبیعت کے انداز سے مناسبت کی

(۶۷) مضمون- ۲۳ جمادی الاول ۳۴ھ۔ درخواست اجازت اعمال قرآنی و درخواست درودشریف بغرض حصول زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جواب- دونوں درخواستوں کا جواب زبانی سمجھ میں آسکتا ہے تحریر سے سمجھ میں نہ آویگا مگر اس وقت مجملاً اتنا سمجھ لیں کہ دونوں امر غیر ضروری ہیں۔

(۶۸) مضمون- بروز واپسی جلسہ سہارنپور بغرض بیعت حاضر خدمت بابرکت ہوا تھا لیکن حضور نے حالت طالب علمی میں مناسب نہ سمجھا واللہ مجھے بجائے مایوسی کے فرحت اور خوشی حاصل ہوئی اور عقیدت مندی زیادہ ہوئی اس لئے کہ حکیم کی رائے اور تجویز سے علاج مفید اور مناسب ہوتا ہے چند احباب نے حضور کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرنے کو کہا تھا لیکن بموجب اس تعلیم ضوابط کے کہ آنجناب نے وعظ میں ارشاد فرمائے تھے میں عرض نہ کر سکا۔

جواب- آپ کی خوش فہمی اور سعادت مندی سے بہت دل خوش ہوا۔ تحصیل علم اور اصلاح عمل میں لگے رہئے اور ضروری بات مجھ سے پوچھی جاوے گی ان شاء اللہ تعالیٰ جواب میں دریغ نہ ہوگا۔

(۶۹)- مضمون۔ (مضمون جواب الجواب کا ہے۔۱۲) آپ کے شرائط مرقومہ معلوم ہوئے نمبر ۱ پارسال مدرسہ عبدالرب سے فارغ البالی ہوگئی ہے۔ نمبر ۲ بندہ دو مہینہ خدمت میں قیام کرے گا۔ نمبر ۳ خورد ونوش کا اپنی طرف سے انتظام کرے گا۔ نمبر ۴ میں بیعت کا اصرار نہ کروں گا۔ نمبر ۵ اخلاق کی ہی اصلاح مقصود ہے۔ نمبر ۶ کرنے کے بعد حاضر ہونے کا ارادہ ہے۔

جواب- آپ کی صفائی سے بہت دل خوش ہوا جب چاہیں آجاویں اور آتے ہی یہ کارڈ دکھلادیں اور آپ کے جس کارڈ کا یہ جواب ہے اس کا مضمون بھی زبانی فوراً کہہ دیں۔

(۷۰) ایک صاحب نے بہشتی زیور کے حصے منگوائے تحریر فرمایا کہ میں تجارت کتب نہیں کرتا اس لئے تعمیل حکم سے معذور ہوں۔

(۷۱)- ایک حکیم صاحب کی نسبت جو تھانہ بھون میں مقیم ہیں ایک صاحب نے ان کی طرف بغرض علاج رجوع کرنے کے لئے حضرت سے مشورہ لیا تحریر فرمایا "ان کی نیک

بختی کا تو مجھ کو علم ہے لیکن مہارتِ فن کا مجھ کو علم نہیں کیونکہ میں خود طبیب نہیں''

(۷۲) ایک عزیز اہلکار نے جنہوں نے ایک عالی شان مکان جدید تیار کرایا ہے درخواست کی کہ افتتاح حضرت کے وعظ سے ہو چونکہ تنخواہ ان صاحب کی کم ہے اس لئے مکان مشتبہ ہے حضرت نے ان کی درخواست پر تحریر فرمایا۔

جواب- عزیز از جان سلمہ۔ السلام علیکم۔ یہ تو میرے برتاؤ سے آپ نے بھی اندازہ کرلیا ہوگا کہ مجھ کو آپ سے کتنی محبت ہے لیکن اس کے ساتھ ہی چونکہ مجھ کو ایک مذہبی منصب یعنی خدمت تبلیغ سے تعلق ہے میرے قول وفعل کا اثر متعدی ہوتا ہے اس اشتباہ کی حالت میں عوام مجھ پر معترض ہو سکتے ہیں کہ ناجائز مکان کا افتتاح وعظ سے کیا۔ کیا اس کے اطمینان کی ایسی کوئی صورت ہے کہ عام خیالات کی اس کے متعلق تصحیح ہو جاوے اگر ایسا ہو جاوے تو آپ کا گھر میرا گھر ہے واقعی مجھ کو اپنے عزیزوں سے جتنا تعلق ہے کسی کو کم ہوگا۔ میں بھی اس طریقہ تصحیح کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

(۷۳) ایک صاحب نے ایک عقد کی بابت مشورہ طلب کیا اور اس لڑکے کے ہاتھ کی کچھ تحریریں بھی بغرض اطمینان بھیجیں تحریر فرمایا۔

جواب- چونکہ محض چند پرچوں کے دیکھنے سے تمام ان ضروری امور کا اندازہ نہیں ہوتا جن کا معلوم ہونا مشورہ میں ضروری ہے اس لئے مشورہ سے معافی چاہتا ہوں اور دعائے خیر کرتا ہوں۔

(۷۴) مضمون- دورہ میں اہل مدوہیڈ گھڑے اور لکڑی مفت کی استعمال کرتے ہیں میں احتیاط کرتا ہوں۔ کمہار سے گھڑے قیمتاً خریدتا ہوں اور کوئلہ ساتھ رکھتا ہوں۔ اس پر سالن پک جاتا ہے اور ہر گاؤں میں پہنچ کر کنڈے خرید کر روٹی پکوا لیتا ہوں اس وجہ سے میں اہل مدوہیڈ سے علیحدہ ہو گیا اور اب میرا کھانا بالکل علیحدہ پکتا ہے مگر روا جاً یہ بات کہ تین مسلمان ایک جگہ رہتے ہیں اور میں تنہا بیٹھ کر کھانا کھا لیتا ہوں کچھ برا معلوم ہوتا ہے آیا اس میں کسی اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں۔

جواب- اس میں ایک تو مسئلہ کی تحقیق ہے وہ یہ کہ اگر ان کے طعام کی جنس حلال ہو تو صرف گھڑے یا لکڑی کے غیر حلال ہونے سے طعام حرام نہ ہوگا ان لوگوں کے ساتھ اپنا طعام

شامل کر کے کھا لینے کی اجازت ہے ان کے اس فعل کا کہ گھڑے ولکڑی ناجائز طریق سے حاصل کیا وبال خود ان پر رہے گا اور ایک مشورہ کی تحقیق ہے وہ یہ کہ اگر اس طرح جدا ہو کر کھانے سے کوئی زیادہ تنگی ظاہری یا قلبی نہ ہو تو زیادہ بہتر یہی ہے۔ ممکن ہے کہ ان کو اس کا احساس ہو کر اپنے فعل کے بے جا ہونے پر ان کو متنبہ ہو اور وہ بھی تائب ہو جاویں۔ خصوص جبکہ یہ احتمال ہو کہ اگر ہم ان کے شامل ہو کر کھاوینگے تو ہماری یہ احتیاط بھی بے اثر و بے وقعت ہو جاوے گی تب تو علیحدہ کھانا زیادہ ضروری ہے۔ اور اگر حالت اس کے خلاف ہو یا ساتھ کھانے میں امید ہو کہ تالیف قلب سے متاثر ہو کر ان کو ہدایت ہو جاوے گی تو شامل ہو کر کھالیں۔

(۷۵) مضمون۔ حضور کی تصنیف کی ہوئی کتاب دیکھی۔ حضرت نے حافظ کو جلدی پڑھنے کی سخت ممانعت کی ہے میں آہستہ اور الفاظوں کو ادا کر کے پڑھتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔

جواب۔ مطلب جلدی پڑھنے کی ممانعت کا یہ ہے کہ اس قدر جلدی پڑھے کہ حروف صاف ادا نہ ہوں اور اگر حروف صاف ادا ہوں تو جلدی کا بھی مضائقہ نہیں۔

(۷۶)۔ مضمون۔ یہاں دو شخصوں میں بحث ہے پہلا شخص کہتا ہے کہ انسان خود فاعل مختار ہے اور اللہ پاک نے اس کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے نیکی کرے یا بدی کرے اور اس کا قبول کرنا نہ کرنا اللہ پاک کے اختیار ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ نہیں جو کام کراتا ہے اللہ پاک کراتا ہے انسان کچھ نہیں کرتا فقط بدی کر سکتا ہے نیکی اللہ پاک کراتا ہے۔

جواب۔ ایسی باریک باتوں کی تحقیق میں مت پڑو پھر طرح طرح کے شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ بس مجملا اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ توفیق نیکیوں کی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور جس طرح توفیق دی ہے اسی طرح بندہ کو اختیار بھی دیا ہے اور ایسا ہی اختیار انسان کو بدی کرنے کا بھی ہے پتھر کی طرح وہ مجبور نہیں ہے۔

(۷۷) مضمون۔ اور جمال القرآن ۳ عدد ارسال کریں۔

جواب۔ کیا مجھ کو کبھی بیچتے ہوئے دیکھا ہے یا کوئی اشتہار میری طرف سے شائع ہوا ہے۔

(۷۸)۔ جواب ایک خط کا۔ مجھ کو اتنی فرصت کہاں کہ دونوں خطوں کو دیکھ کر انتخاب کروں آپ صرف اتنا لکھ بھیجئے کہ مجھ کو فلاں فلاں وقت فرصت ہے اور یہ کہ کتنی دیر تک

اوراد پڑھ سکتا ہوں پھر ان شاء اللہ تعالیٰ جواب عرض کروں گا۔ خط میں اس کا ہمیشہ خیال رہے کہ مخاطب کو سہولت ہو۔

(۷۹) ایک طبیب صاحب نے درخواست بیعت کیساتھ ایک عمل کی بھی اجازت چاہی جس سے مریض شفا پا جایا کریں۔ جواب تحریر فرمایا "چونکہ اس کے ساتھ ایک دوسرا مضمون بھی نتھی کر دیا گیا جس سے یہ بھی بے اثر ہو گیا۔ اس لئے اس کا جواب بھی قلم انداز ہوا" اور زبانی فرمایا کہ طبیب ہیں چاہتے ہیں کہ دوا بھی کریں اور جھاڑ پھونک بھی کریں تا کہ مریض صحت یاب ہو کر ان کا مطب خوب چلے اور خوب دنیا کمائیں۔ لوگ بھی غضب کرتے ہیں۔ بیعت کی درخواست بھی اور عمل کی درخواست بھی چاہتے ہیں کہ دنیا بھی ملے اور دین بھی جہاں برہمن وہیں قصائی۔

(۸۰) ایک عزیز کے خط کا جواب۔ برادر بجاں برابر سلمہ۔ السلام علیکم۔ ورحمۃ اللہ بحمد اللہ تعالیٰ خیریت سے ہوں خیریت آں عزیز کی بدل وجان مطلوب والسلام والدعا مشتاق دیدار اشرف علی۔

(۸۱) جواب ایک خط کا۔ عزیزہ سلمہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دینی اعتبار سے تمہاری حالت بفضلہ تعالیٰ بالکل قابل اطمینان ہے۔ ایسے تغیرات وتبدلات جو کہ اکثر ضعف مزاج وغلبہ خلط سودا یا کمی خون کی ہے۔ باطن کو ذرا بھی مضر نہیں جس حالت کو تم محمود سمجھتی تھیں نہ وہ کمال تھا اور نہ یہ نقص ہے۔ دونوں عارضی ہیں۔ وساوس کسی شمار میں نہیں نہ اس سے کفر ہوتا ہے بلکہ الٹا اجر ملتا ہے۔ اصلی حالت عقائد اختیاریہ کی صحت اور اعمال ضروریہ کی پابندی اور معاصی سے اجتناب اور دنیا سے محبت نہ ہونا ہے جس کو یہ میسر ہے اور الحمد للہ تم کو میسر ہے وہ عند اللہ مقبول ہے اور جو پریشانی ہے وہ طبعی ہے روحانی نہیں۔ تم اپنے معمولات کو جس قدر بھی آسانی سے ہو سکے کئے جاؤ اور ایسی پریشانیوں کو باطن کے لئے مضرمت سمجھو۔ گو بیماری کے اثر سے جسم کو ضرر ہوتا ہو جس کی تدبیر طبیب کا کام ہے۔ جب تم یہاں تھیں تم نے یہ حالات بلکہ کوئی حالت بھی مفصل ظاہر نہیں کی یہ غلطی تھی ورنہ مشافہ میں زیادہ سکون ہو سکتا ہے خیر اب میں نے جو دستور العمل تحریر کیا ہے اس کو قطعی سمجھو اور مضبوط پکڑو اور حالات سے ذرا جلدی جلدی اطلاع دیا کرو۔

جن صاحب کے ذریعہ سے ان بی بی صاحبہ نے عریضہ لکھوایا تھا انہوں نے طوالت

عریضہ کی معذرت چاہی تھی جو بضرورت واقع ہوئی تحریر فرمایا ''میں نے مفید دستور العمل لکھ دیا ہے۔ طول ضروری کا کیا مضائقہ اور یہ ضروری تھا بدوں اس کے حال نہ معلوم ہوتا''

(۸۲) مضمون - نماز وظیفہ میں اس قدر فضول خیال آتے ہیں جس سے طبیعت بہت پریشان ہوتی ہے۔

جواب - کچھ حرج نہیں خود تو خیالات جمع کیجئے نہیں اور جو بلا قصد آویں ان کا ذرا بھی غم نہ کیجئے۔ جب ذکر کا غلبہ ہوگا ان شاء اللہ یہ سب مضمحل ومغلوب ہو جائیں گے۔

۲۵ جمادی الاول ۳۴ھ یوم پنجشنبہ

(۸۳) مضمون - پوڑیا کے رنگ کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب - پوڑیہ میں اسپرٹ کا احتمال ہے اور وہ روح ہے بعض شرابوں کی جو قواعد فقہیہ سے مختلف فیہ ہے جو احتیاط کر سکے احتیاط کرے اور جو نہ کر سکے اس کو گنجائش ہے۔

(۸۴) مضمون - ایک فریق نے مولوی صاحب کو شرکت سے خارج کر دیا اور کہا کہ ہم لوگ نہ شریعت کے بموجب چل سکتے نہ تم کو شریک کرتے۔ بلکہ بعض الناس نے یہ بھی کہا کہ ہم شریعت محمدیؐ کی متابعت نہیں کر سکتے پس یہ کہنا بحسب شرع شریف کیسا ہے۔ آیا موجب کفر ہے یا نہیں۔

جواب - نہ ہم لوگ شریعت کے بموجب چل سکتے ہیں'' اس کا کیا مطلب ہے۔ ان لوگوں سے پوچھنا چاہئے ہم شریعت محمدی کی متابعت نہیں کر سکتے'' اس کا بھی مطلب پوچھنا چاہئے پھر زبانی فرمایا کہ بنگال میں کافر بنانے کا بڑا شوق ہے۔ اگر ذرا کوئی بات ہو جاوے تو یہ چاہتے ہیں کہ کافر بنائیں۔

(۸۵) ایک صاحب نے بعض حضرات کی بابت استفسار حالات وخیریت کیا تحریری فرمایا کہ مجھ سے دین کی باتیں پوچھا کیجئے۔ خبریں نہ پوچھا کیجئے۔

(۸۶) ایک خط کا جواب - کسی مسجد کو آباد کرنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

مضمون۔حضرت نے ایک دفعہ فرمایا تھا اظہار حاجت ضروری ایسے پر جو منت نہ ہو اور بار نہ ہو بخوشی انعام دے دے جائز ہے مگر یہ زبانی فرمایا تھا اب بذریعہ تحریر عرض کیا۔

جواب۔اب بھی وہی جواب معروض ہے یہ بھی شرط ہے کہ وہ ذلیل نہ سمجھے۔

مضمون۔معمولات علی التواتر حسب دلخواہ پورے طور پر وقت پر ادا نہیں ہوتے سخت پریشانی اور ندامت ہوتی ہے۔

جواب۔یہ پریشانی اور ندامت بھی نفع میں معمولات سے کم نہیں۔

(۸۷) جواب ایک خط کا۔ بعد نماز فجر ۴۱ بار سورۂ فاتحہ پانی پر دم کر کے مریضہ کو دن بھر پلایا جاوے اور آپ نے پیسہ والا ٹکٹ بھیجا مجھ کو باوجود تلاش کے اس وقت سادہ کارڈ نہ ملا مجبوراً لفافہ پر ٹکٹ لگا کر بھیجتا ہوں اگر آپ کارڈ لے کر موڑ کر رکھ دیتے تو آسانی ہوتی۔ ان باتوں سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔

۲۱ جمادی الاول ۳۴ھ یوم جمعہ

(۸۸) مضمون۔حضور مال (جا جم وغیرہ بغرض فروخت) بہت رکھا ہے روپیہ دینے کا وعدہ بالکل قریب ہے اور مال کے پیچھے حضرت بہت پریشان ہوا ہوں۔کوئی دعا پڑھنے کے واسطے بتلا دیجئے پڑھا کروں۔

جواب۔ یا باسط ہر نماز کے بعد (۷۲) بار پڑھ کر دعا کیا کریں۔

(۸۹) مضمون۔میں نے اب کی دفعہ منت مانی تھی تو اللہ پاک نے پوری کر دی ہے اس کے شکریہ میں مسجد کی جانماز بناؤں گا ناپ بھجوا دیجئے۔

جواب۔بھائی اس کی حفاظت جھگڑا ہے اتنا روپیہ مسکینوں کو دینے سے زیادہ ثواب ہوگا۔

(۹۰) مضمون۔بہ برکت صحبت شریف تھانہ بھون سے واپس ہونے کے بعد پندرہ بیس روز تو ایسی عمدہ حالت رہی کہ ایسی کبھی عمر بھر نصیب نہیں ہوئی ذکر اور دعا میں خوب جی لگتا اور لذت آتی دل میں ہر وقت ایک رقت سی رہتی جس سے ذکر اور دعا میں بہت دفعہ رونا آ جاتا۔ خیالات مال ومتاع زن وفرزند کم آتے۔اکثر نیک اعمال کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کا ڈر دل میں رہتا لیکن جوں جوں دن زیادہ گزرتے گئے یہ باتیں کم ہوئیں اور بطور سابق قساوت قلبی بڑھنی

شروع ہوئی اور خیالات دنیوی اور لمبی آرزوئیں دل میں بھرتی جاتی ہیں کہ ہم یوں کریں گے پھر یہ ہوگا وغیرہ اور ذکر کی وہ لذت حلاوت بھی نہیں رہی۔ پہلے لذت اور دل کی خوشی سے ہوتا تھا اب بسا اوقات جبر سے کیا جاتا ہے مگر بفضل خدا آج تک ذکر کا ناغہ نہیں ہوا۔

جواب- یہی بڑی بات ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسی کی برکت سے پہلے سے زیادہ حالات محمودہ نصیب ہوں گے جو پائیدار ہوں گے اور وہ ناپائیدار تھے۔

مضمون- اس کے لئے کوئی نسخہ مرحمت ہو کہ قلب پر قساوت نہ آنے پائے۔

جواب- یہ قساوت نہیں ہے آپ کی تشخیص کی غلطی ہے۔ قساوت کہتے ہیں گناہ سے نفرت نہ ہونے کو اور طاعت سے رغبت نہ ہونے کو۔

مضمون- اندیشہ ہے کہ کہیں ذکر ترک ہونے تک نوبت نہ پہنچ جائے۔

جواب- قبل از مرگ واویلا اسی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنا چاہئے۔

مضمون- یہاں سے قریب ایک نقشبندی بزرگ متبع شریعت موجود ہیں اجازت ہو تو کبھی کبھی ان کی خدمت شریف میں حاضر ہو جایا کروں۔

جواب- مبتدی کو مضر ہے۔

مضمون- میرے آقا میرا نفس بڑا سرکش ہو گیا ہے اس کی کوئی سخت سزا تجویز فرمائی جاوے۔

جواب- کیا میں آپ سے پوچھ پوچھ کر تعلیم دوں گا۔

(۹۱) مضمون- آج شب کو خواب میں جناب کی زیارت ہوئی اور حضرت پیر مرشد جناب حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم مغفور کی توجہ سے (جو جناب کی صورت میں تھے) قلب پر ایک غلاف تھا وہ پارچہ صندل کی طرح خشک ہو کر علیحدہ ہو گیا۔

جواب- مبارک ہو۔

مضمون- توجہ تو بزرگوں کے بذریعہ خواب کے ظاہر ہوتی ہے لیکن حُب جاہ حُب مال طول امل میں گرفتاری بدستور ہے۔

جواب- سب ان شاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جاوے گا۔

مضمون-ٹہلتا جاؤں اور کوئی سورۃ حفظ پڑھتا جاؤں تو کوئی حرج تو نہیں۔

جواب- کچھ حرج نہیں۔

مضمون- ایک صاحب نے فرمایا کہ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا ٹہلنے کی حالت میں مکروہ ہے۔

جواب-غلط ہے۔

مضمون-میں اس درمیان میں کھانسی وزکام کی وجہ سے ضعیف ہوگیا ہوں بعض لوگوں کی رائے ہے کہ صبح کو ہواخوری کے لئے جنگل کی طرف جانا مفید ہے۔وہیں تاطلوع بیٹھے رہنے کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے سے جو ثواب حج وعمرہ کا وعدہ فرمایا گیا ہے کیا وہ اسی پابندی کے ساتھ مخصوص ہے۔

جواب-جی ہاں مگر حفظ صحت کی مصلحت اس مستحب کی تحصیل سے مقدم ہے۔

(۹۲) مضمون- آواز کی یہ حالت ہورہی ہے کہ قرآن شریف خطبہ وغیرہ کے پڑھنے میں اندر سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ الفاظ ہرگز نکلتے ہی نہیں آواز بالکل بند ہو جاتی ہے حضور سے امیدوار ہوں کہ کوئی دعا اور دوا بھی اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادیں اور پہلے میں بہت اچھی طرح پڑھتا تھا۔حضور سے یہ بات دریافت ہے کہ اچھی آواز کو نظر لگ جاتی ہے مجھ کو یقین نہیں ہے مگر حضور سے پوچھ لینا بہتر ہے دوسری بات یہ دریافت کرنا ضروری ہے کہ لوگ کہتے ہیں سورۂ فاتحہ میں ادھر کا ادھر لفظ ملا دینے سے شیطان کا نام پیدا ہوجاتا ہے ان لفظوں کو احتیاط سے پڑھنا چاہئے وہ لفظ سات جگہ سورۂ فاتحہ میں ہے۔

جواب- آواز کے متعلق طبیب سے رجوع کیجئے اور فاتحہ کے متعلق جو لکھا ہے محض بے اصل ہے۔

(۹۳) ایک صاحب نے ایک واقعہ تو لکھا لیکن اس کے بعد یہ کچھ نہ لکھا کہ کیا چاہتے ہیں۔واقعہ ہی لکھ کر ختم کر دیا۔

جواب- میں تحریر فرمایا ''قصہ تو معلوم ہوگیا پھر کیا کروں''

(۹۴) ایک شخص نے خواب لکھا۔نمبرا۔ایک شخص سفید ریش بزرگ نورانی صورت

سفید لباس فاخرہ زیب تن کئے ہوئے تشریف لائے اور مجھ کو سلام علیک کی۔ میں نے وعلیکم السلام کہا اور اٹھ کر مؤدب بیٹھ گئی اور وہ بزرگ میرے سرہانے بیٹھ گیا اور یہ فرمایا کہ تو محمد یعقوب کے لئے مت رویا کر اور اپنے شوہر کو بھی منع کر کہ وہ بھی نہ رویا کرے۔ ہم تجھ کو اس سے اچھا یعقوب دیں گے میں نے یہ کہا کہ دینے کو تو خدا نے مجھ کو وہ لڑکا یعقوب دیا تھا مگر زندہ نہ رہا تو کیا کروں۔ بزرگ صاحب نے فرمایا کہ نہیں یہ رہے گا پھر میں نے کہا کہ اگر زندہ رہا اور تنگدستی رہی تو یہ بھی رنج ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ گھبرا مت ان شاء اللہ تعالیٰ عمر اور نصیبہ کا اچھا ہوگا۔ میری آنکھ کھل گئی دیکھا تو خواب تھا ایک ماہ سے ایام ماہواری بند ہیں۔ حمل کی صورت معلوم ہوتی ہے۔

خواب نمبر۲- اگلے روز پھر دیکھا کہ وہی بزرگ صاحب تشریف لائے اور ایک بہت بڑا دریا ساتھ لے کر آئے اور فرمایا کہ اس دریا کو پی میں نے کہا اس قدر بڑے دریا کو میں کیسے پی سکتی ہوں فرمایا کہ نہیں پی سکتی ہے لہٰذا ان کے فرمانے کے بموجب میں نے پینا شروع کیا دریا کو منہ لگا کر خوب سیر ہو چکی تو تھوڑا دریا باقی رہ گیا۔ بزرگ صاحب نے فرمایا کہ خیر۔

جواب- نہایت مبارک خواب ہے امید تو یہی ہے کہ دونوں بشارتیں ظہور کریں گی۔

۲- رجب المرجب ۳۴ ہجری

۹۵- خواب مولانا مولوی ظفر احمد صاحب ہمشیر زادۂ حضرت- عرصہ ہوا ایک خواب دیکھا تھا۔ اگرچہ جی یوں چاہتا ہے کہ حضرت سے کوئی بیداری کی بات عرض کروں اور زبانِ قال و حال سے کہوں۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

مگر خواب کی بات اس لئے عرض کرتا ہوں کہ شاید بتوجہ سامی یہ حدیث خواب حدیث یقظہ ہو جائے۔ خواب یہ ہے کہ میں نے ایک میدان بہت بڑا وسیع دیکھا جس میں بہت سے خیمے نصیب ہیں۔ ایک خیمہ میں برادر مرحوم موجود ہیں جو کچھ کتابت کا کام مثل ایام حیات کر رہے ہیں۔ ایک خیمہ میں حضرت والا مقیم ہیں اس کے گرد بہت سے خیمے ذاکرین کے نصب

ہیں۔ میں بھائی صاحب مرحوم کے خیمہ میں موجود ہوں کہ اتنے میں حضرت والا کے خیمے میں سے مثنوی کے اشعار مسموع ہوئے توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت والا ہی اشعار مثنوی اپنی زبان مبارک سے پڑھ رہے ہیں جن میں ایک شعر یاد رہا۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اس شعر پر ذاکرین کو وجد آ گیا اور ایک دوسرے پر گرنے لگے احقر پر گریہ طاری ہو گیا اور سجدہ میں گر پڑا جماعت ذاکرین میں خواجہ عزیز الحسن صاحب کو تو میں نے پہچانا اور کسی کو نہیں پہچانا اس کے بعد حضرت والا خیمہ سے باہر تشریف فرما ہوئے۔ خدام پر حالت بکا طاری تھی تو ان کی تسلی کے لئے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کیوں روتے ہو تم تو مقصود سے دامن بھر رہے ہو اور ان شاء اللہ کامیابی یقینی ہے رونا تو ان کو پڑے گا جو اس وقت کی قدر نہیں کرتے۔ میرے بعد افسوس کریں گے جبکہ نہ ذکر کی آواز کان میں پڑے گی نہ کوئی راستہ بتانے والا ہوگا۔ دوسرے دن خواب دیکھا کہ میں اسی خواب کو حضرت والا سے عرض کر رہا ہوں اور حضرت نے اس بات پر (کہ تم کیوں روتے ہو تم مقصود سے دامن بھر رہے ہو اور ان شاء اللہ کامیابی یقینی ہے) مراقبہ کے طور پر سر جھکا لیا پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ ان شاء اللہ کامیابی یقینی ہے۔ ایک دن خواب دیکھا کہ میں پیران کلیہ حضرت شیخ علاء الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھ رہا ہوں اور مجھ پر حالت بکا طاری ہے اور غایت شوق میں واجداہ واجدہ کہہ رہا ہوں جس کا جواب اچھی طرح یاد نہیں کہ حضرت شیخ کی طرف سے کیا ملا۔ وہم سا ہوتا ہے کہ شاید یہ الفاظ تھے نعم یاولداہ۔

جواب۔ یہی خواب ہیں جن کو قرآن مجید میں حسب تفسیر حدیث بشریٰ فرمایا گیا ہے اور حدیث میں مبشرات یہ خود اپنی تعبیر ہے۔ مبارک ہو۔ حق تعالیٰ ایسا ہی کرے کہ کامیابی یقینی ہو اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہے۔ خیر اگر تم یریٰ کے مصداق ہو تو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اور دوسرے احباب تریٰ لہ ہی کے مصداق ہیں اور رویا ثانیہ میں جد باعتبار سلسلہ بیعت کے کہا گیا ہے مکرر مبارک ہو۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔**

۴ رجب المرجب ۳۴ھ

(۹۶) ایک صاحب جو داخل سلسلہ تھے دنیاوی اغراض کے لئے سفارش بہت کرایا کرتے تھے ایک بار جب وہ یہاں آئے حضرت نے در پردہ ان کو بہت سی ضروری باتیں سنائیں اور کھانا بھی صرف ایک وقت کھلایا اس کم التفاتی سے وہ خفا ہو کر بلا اطلاع چلے گئے اور یہاں کی برائیاں لکھ کر بھیجیں انہوں نے کچھ عرصہ کے بعد پھر معافی کا خط لکھا کہ جب سے میں وہاں سے آیا ہوں میری دینی اور دنیوی حالتیں دونوں خراب ہو رہی ہیں للہ میری حماقتوں کو معاف فرمایئے اور اجازت حاضری کی چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ بے حسد کے ساتھ بغض رکھنا رنگ لاویگا مولانا فرماتے ہیں۔

چوں حسد بردی دلا بر بے حسد
زان حسد دل راسیاہی ہا رسد

طلب اجازت کا حضرت نے یہ جواب دیا کہ "میرے یہاں آنے کی کسی کو ممانعت نہیں لیکن جو شخص نکتہ چینی اور عیب جوئی کی غرض سے آئے گا اس کو نفع نہ ہوگا لیکن میرا اس میں بھی نقصان نہیں" اس خط کے جواب میں ان کا دوسرا خط آیا جس میں حسب ذیل سوالات درج تھے (۱) کمترین کا ارادہ حضور کی قدم بوسی حاصل کرنے کا ہے۔ ۱۲، ۱۳ رجب کو حضور کی قدم بوسی میں رہنا ہے کیا حضور تشریف رکھیں گے۔ (۲) کمترین کا ارادہ حضور کو دنیوی امور میں تکلیف دینے کا نہیں یعنی سرائے میں مقیم رہے گا اور وہاں ہی خورد نوش رکھے گا۔ اس میں حضور کی کیا رائے ہے۔ (۳) کمترین کو کس کس وقت حضور میں برائے قدم بوسی اور زیارت حاضر ہونا چاہئے اور حضور سے کس کس وقت نصائح کا منتظر رہنا چاہئے کیونکہ حضور عدیم الفرصت ہیں۔ (۴) کمترین کو وہاں آ کر کیا کیا کرنا چاہئے اور چونکہ ہر وقت نصائح کا موقع حضور سے نہیں اس لئے باقی اوقات کس طرح اور کہاں بسر کروں کہ جو باعث خوشنودی حضور ہو (۵) برائے مہربانی تمام امور سے آگاہی فرمادیں کہ وقت حاضری کمترین سے بے ادبی نہ ہو شعر۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش بر ہمہ آفاق زد

بلکہ آتش برہمہ آفاق زد

(۶) دعا کا طلب کمترین عاصی طالب حق و بے ادب و ناواقف و گمراہ و عتاب شدہ بندہ۔

(جواب حضرت اقدس مدفیوضہم العالی) السلام علیکم اس خط میں مرے اس خط کا بالکل جواب نہیں بلکہ قانونی سوالات کر کے مجھ کو پابند کرنا چاہا ہے اس خط کا جواب آنا چاہئے اور اس خط کا جواب یہ ہے کہ ان کے تحریری جواب کی ضرورت نہیں جس کو غرض ہے یہاں پہنچ کر بطور خود سب امور کی تحقیق واقفین سے کر لے اور مجھ کو کسی قانون کی پابندی ضروری نہ ہوگی جو بات ناپسند ہوگی اس پر سختی و دارو گیر کر سکوں گا جس کو اس کی برداشت نہ ہو آنے کی تکلیف نہ اٹھاوے اس کے بعد ان صاحب کا اور خط آیا جو معہ جواب ذیل میں درج ہے۔

خط مورخہ ۷ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۹۷) مضمون۔ (ا) عرض ہے کہ حکیم مصطفیٰ صاحب بجنوری نے نماز صلوٰۃ الاوابین کم از کم بیس روز کو بتلائی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ مولانا کی ایک دفعہ کی ناراضگی سے ناامید نہ ہونا چاہئے بلکہ بیس روز نماز پڑھ کر بعد میں لکھو مولانا نرم ہو جاویں گے میں نے ایسا ہی کیا مگر افسوس کہ نتیجہ برابر برعکس ہوتا ہے۔

جواب۔ ان کا قصہ مجھ کو کیوں لکھا دوسرے اس کی بھی کوئی دلیل نہیں کہ نتیجہ برعکس ہوا۔

مضمون۔ (ب) آپ فرماتے ہیں کہ خود تحقیق کر لو آپ کے دل کی کسی کو کیا خبر کہ آپ کس طرح خوش ہوتے ہیں۔ کوئی شخص وہاں نہیں بتلاتا۔

جواب۔ میری اس عبارت کے دو جز تھے ایک یہ کہ خود آ کر تحقیق کر لو۔ دوسرا یہ کہ واقفین سے تحقیق کر لو تو جو جز و اختیار میں تھا یعنی خود آنا وہ اگر کرتے اور کافی نہ ہوتا تو اس وقت کہتے کہ واقفین کا بتلانا کافی نہیں اب تم بتلا دو تو یہ سوال البتہ موقع کا تھا۔

(مضمون)۔ (ج)۔ اور جو بتلاتا ہے آپ اس ترکیب سے ناراض ہوتے ہیں اس لئے آپ سے ہی دریافت کیا تھا کیونکہ آپ خود اپنے خوش کرنے کی ترکیب اچھی بتلا سکتے ہیں۔

جواب۔ تو پھر تم پہلے یہ بتلا دو کہ تم یہاں کیا کیا کرو گے میں ان افعال کی نسبت بتلا دوں گا کہ ان میں کون امر خلاف مرضی ہے اور کون نہیں اور بدون اس کے میں کس کس بات

متناہی ہیں پھر دوسرے کے افعال۔ ہر شخص اپنے افعال کی فہرست محدود کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا اور میرے نزدیک تو سب سے سہل طریقہ ان امور کے معلوم کرنے کا یہ ہے کہ جو بے عنوانیاں تمہاری دیکھتا جاؤں ٹوکتا جاؤں اسی طرح سب خبر ہو جائے گی۔

مضمون (ہ) میں نے کبھی نہ کسی استاد اور نہ حاکم سے کبھی سختی نہیں سہی اس لئے میں عادی نہیں ہوں۔

جواب- میں اس کا خیال نہیں رکھ سکتا اور نہ میرے ذمہ ضرور ہے۔

مضمون- (ہ) اب آخر میں نہایت ادب سے التماس ہے کہ میری اس حالت پر غور فرمادیں کہ میں جاہل آپ عالم (اگر من ناجواں مردم بہ کردار۔ تو برمن چوں جواں مرداں گزر کن) اور میری اصلاح فرمادیں۔

جواب- میں تو ہر تحریر میں اصلاح ہی کرتا ہوں دوسرا عمل نہ کرے تو میں کیا کرلوں۔

(مضمون)- (و)۔ یا مجھے اجازت بخشیں کہ میں کسی دیگر پیر صاحب سے مرید ہو جاؤں لیکن اگر کسی بدعتی پیر سے مرید ہو گیا کہ وہ بااخلاق ہوتے ہیں جو شیوہ محمدی ہے اور قیامت کے دن مجھ سے سوال ہوا تو میں پہلے آپ سے مرید ہونا اور آپ کا توجہ نہ فرمانا ظاہر کردوں گا۔

جواب- بے ہودہ بکواس سے کیا فائدہ تمیز سیکھو۔ دوسرے اگر اللہ میاں اس کے جواب میں یوں فرمادیں کہ توجہ تو کی تھی مگر تو اس کو توجہ نہ سمجھا تو خوشامد کو توجہ سمجھتا تھا پھر توجہ ہی کا دعویٰ غلط ہے تو اس کا کیا جواب دوگے۔ تتمہ۔ اس خط کے متعلق زبانی ارشاد فرمایا کہ یہ تو وہی مثل ہے کانا بھاتا بھی نہیں اور کانے بغیر چین بھی نہیں آتا۔

(۹۸) مضمون- ایک سیدانی بیوہ کی کل پونجی ۲۶ عدد اشرفیاں تھیں جو کسی مخالف شخص نے نکال لیں کوئی ایسا تعویذ مرحمت ہو جائے کہ جس کے حسب ارشاد دبانے یا لٹکانے سے جناب باری عزاسمہ اشرفیاں لے جانے والے کے دل میں رحم پیدا کریں اور وہ خود ہی اشرفیاں ڈال دے یا کسی اور صورت سے اس کی پونجی اس کو مل جاوے۔

جواب- عملیات میں تو مجھ کو مہارت نہیں لیکن ایک طریقہ اکثر لوگوں کو بتلا بتلا دیا ہے اور کہیں کہیں کامیابی بھی ہوئی ہے اگر دل چاہے خواہ وہ سیدانی صاحبہ یا ان کے لئے اور کوئی

صاحب کرلیں۔سورۂ لقمان کے دوسرے رکوع میں یہ آیت **یبنی انھا ان تک مثقال الی قوله تعالیٰ لطیف خبیر** بوقت فرصت اول دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اس کو (۱۱۹) بار مع اول و آخر درود شریف ۱۱ بار بصور وجدان مفقود ایک ہفتہ تک پڑھیں اور دعا کریں۔ تدابیر سے بھی کام لیں میں بھی دعا کرتا ہوں۔

۱۸ رجب المرجب ۳۴ھ

(۹۹) مضمون۔ حال۔ معمول بفضل خدا جاری ہے۔ تین چار روز سے سخت انقباض ہوگیا ہے اور قلب پر ایک بہت وزن آ گیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے اور بے چینی سی معلوم ہوتی ہے اور کسی چیز میں دل نہیں لگتا کبھی کبھی قلب میں عادت سے زیادہ حرکت معلوم ہوتی ہے۔

جواب۔قبض و بسط لوازم سلوک سے ہیں اور ہر ایک میں خاص مصالح ہیں۔ بعض منافع قبض کے منافع بسط سے بھی زیادہ ہیں جو کہ بعد تجربہ کے خود بھی سالک کی سمجھ میں آ جاتے ہیں۔کام کئے جائے ان شاء اللہ تعالیٰ سب احوال دلخواہ ہو جاویں گے۔ضرب و جہر میں اگر زیادتی ہوگئی ہو تو تخفیف فرما دیجئے۔اگر زیادہ کام ہونے سے خستگی ہو کام برائے چندے کم کر دیجئے اگر کھانے اور سونے میں کمی کردی ہو تو اس میں توسع کیجئے کوئی چیز مفرح قلب و مرطب دماغ و مقوی اعضاء رئیسہ استعمال میں رکھیئے۔

۱۹ رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۰۰) ایک خط کا جواب۔ چونکہ خط میں آپ نے کئی باتیں پوچھی ہیں تو بدوں اس کے کہ سب سوالوں کا اعادہ کروں جواب ہو نہیں سکتا اگر ایک ہی سوال ہوتا تو لا یا نعم سے ہو سکتا تھا اور کارڈ میں اتنی گنجائش کہاں کہ سب سوالوں کا اعادہ کر کے جواب لکھوں لہٰذا ایسے جوابوں کے لئے لفافہ آنا چاہئے تھا۔

۲۰ رجب المرجب ۳۴ ہجری

(۱۰۱) خلاصہ خط (حال)۔اگلے عریضہ میں انقباض کا حال لکھا تھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضور کی دعا ہے اب بہت تخفیف معلوم ہوتی ہے اب تک تھوڑا سا انقباض باقی ہے۔

تحقیق - الحمدللہ۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ بھی رفع ہو جاویگا۔ ان امور کی طرف التفات ہی نہ کیجئے یہ ذرا بھی مضر نہیں اور نہ اسکی اضداد کچھ کمالات ہیں اصل مقصود (تعلق مع الحق ہے جس کا طریقہ ذکر و طاعت ہے وبس۔

(۳) اور خواب تو بہت سے ہوتے رہتے ہیں مگر چونکہ برابر سلسلہ وار یاد نہیں اس لئے عرض نہیں کرتا۔

جواب- کچھ حاجت نہیں بیداری کی حالت کا اہتمام کیجئے۔

(۱۰۲) خلاصہ خط۔ حضور والا آپ نے تو بہت ہی مختصر جواب میرے عریضہ کا دیا اب دوبارہ تصدیعہ کی یہ وجہ داعی ہوئی ہے کہ اگر جناب کو کشائش رزق کے لئے سورۂ مزمل پر اعتماد ہو تو مجھ کو اجازت اس کی زکوۃ دینے کی عطا فرمایئے اور ترکیب زکوۃ کا بیان کیجئے ورنہ کوئی اور شغل الخ۔ یہ واضح ہو کہ آپ کتنا ہی روکھا پن تحریر میں برتیں اور اگر کبھی قدمبوسی کا موقع ہوا تو اس وقت کسی قدر بے اعتنائی سے پیش آویں میں جناب کے قدموں کو چھوڑنے والا نہیں ہوں تا کام من برآید۔ اگر جناب والا کی کامیابی اور بامرادی کی مثال پیش نظر نہ ہوتی ہو میں غالباً آپ صاحبوں کو خصوصاً انگریزی تعلیم حاصل کرنے پر تکلیف نہ دیتا اب تو میں آپ کے قدموں میں آپڑا ہوں۔ ؎ میفگن کہ دستم نہ گیرد کسے

جواب- آپ اگر مجھ کو دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ میں ٹالنے والا نہیں۔ معاملہ کا سچا ہوں۔ واقعی میں عامل نہیں اس لئے آپ کے سوالات کے جوابات سے قاصر ہوں۔ باقی خیال بلا دلیل کیا علاج۔

(۱۰۳) خلاصہ خط۔ اور اظہار حال کہاں تک کروں مختصر یہ کہ میرے دل کا محبت ماسوا سے ناس ہو گیا اور نوبت اخیر یہاں تک آگئی کہ ہمہ وقت مجھے اپنی جان اور ایمان کا خوف رہتا ہے عنداللہ میرے واسطے خاص توجہ فرمایئے۔

جواب- نری توجہ سے کیا ہوتا ہے۔ علاج کیجئے۔

مضمون- (۱) مجھے اکثر معلوم ہوا ہے کہ حضور میرے تکلف کے شاکی ہیں لیکن کیا عرض کروں خدا پاک کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ سب ہی کچھ کرنا چاہتا ہوں مگر کچھ بھی نہیں

کر سکتا ارادہ سب کچھ کرتا ہوں مگر قادر نہیں۔

جواب- یہ سب صحیح ہے مگر اس کا طریقہ بھی تو ہے کہ یہاں زیادہ قیام کیا جاوے کہ مناسبت ہو اور تکلف رفع ہو اور قدرت بھی ہو۔

مضمون- (ب) دو شیخ کا ہاتھ پکڑا لیکن دونوں موجود نہیں اب اگر حضور سے عرض نہ کروں تو آخر کس سے کہوں۔

جواب- میں نے خدمت سے کب انکار کیا۔

مضمون- (ج) آخر رجب تک حضور کا کہیں سفر کا تو قصد نہیں۔

جواب- اتنی لمبی پابندی کا مجھ کو علم نہیں ہو سکتا۔ کسی خاص تاریخ کے متعلق پوچھے تو عرض کر سکتا ہوں۔

۲۱ رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۰۴) خلاصہ خط۔ فلاں شخص آپ سے بیعت ہے اس کی ہمشیرہ کی شادی ہے وہ میرا بھی دوست ہے وہ مجھ کو بتلاتا ہے یعنی مہمانوں کی خدمت کے واسطے میں اس کے یہاں حاضر ہوں یا نہیں بلکہ وہ یوں کہتا ہے کہ ہمارے یہاں ناچ نہیں راگ نہیں تو آنے میں کیا ڈر ہے۔ حضور جو میں اس کے یہاں نہیں گیا تو وہ بہت شکایت کرے گا۔

جواب- اگر اس کی شکایت سے ڈرتے ہو تو مجھ سے کیوں پوچھتے ہو اور اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو مجھ کو اس کی شکایت کا مضمون کیوں لکھتے ہو اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ مجھ کو دباتے ہو تا کہ میں اس کی یا تمہاری خاطر سے اجازت دے دوں لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ افسوس کیا اسی کا نام ہے اطاعت اور مرید ہونے سے پہلے سب میرا طریقہ معلوم تھا پھر کیوں جھک مارنے کو مرید ہوئے تھے کیا اب میں تمہارے واسطے اپنا قاعدہ بدل لوں گا خبردار جو ایسا خط پھر میرے پاس بھیجا میرا طریقہ جو تم کو معلوم ہے اگر تم سے اس پر عمل نہیں ہو سکتا تو اور کسی سے مرید ہو جاؤ۔

(۱۰۵)- خلاصہ خط- عالی جاہا حضور کے عتاب آمیز کلمات سے سخت بے چینی پیدا ہو گئی۔ ہمیشہ وقتاً فوقتاً مسائل ضرور یہ دریافت کرتا رہتا ہوں۔ تصنیفات عالیہ پیش نظر رہتی ہیں اس خط میں بھی حفاظت حقوق والدین وغیرہ کا ذکر کیا اب اس وقت یہ خواہش تھی کہ

امور دینیہ کے سوائے امور دنیاوی میں اتباع حضور کروں۔

جواب- تو جس طرح امور دنیویہ کو دل کھول کر شوق سے لکھا جاتا ہے کبھی امور دینیہ کو کیوں نہ لکھا۔

مضمون- (ا) یہ غرض نہیں تھی کہ امور دینیہ سے بالکل روگردانی کر لی مگر شاید میری کم علمی اور نالائقی سے ایسی عبارت تحریر میں آئی جو خلاف مزاج حضور والا ہوئی۔

جواب- مگر اہتمام بھی نہیں دیکھا جاتا۔

مضمون- (ب) اور کمترین کا سلام تک مقبول نہ ہوا۔

جواب- کیا جواب تحریری فرض ہے آپ نے یہ تہمت مجھ پر کس دلیل سے لگائی۔

مضمون- (ج)۔ معاف فرما کر اصلاح کے واسطے صدور حکم مناسب ہو۔

جواب- ایک اصلاح کی تھی تو یہ رنگ کھلا زیادہ اصلاح کروں گا تو کیا ہوگا دوسرے اصلاح اسی امر کی تو ہوسکتی ہے جس کی اطلاع ہو چنانچہ جس امر کی اطلاع ہوئی اصلاح کر دی۔ اور جن حالات کی آپ مجھ کو اطلاع ہی نہ دیں اصلاح کیسے کروں۔

مضمون- (د) اگر اس تابعدار کی طرف سے یوں ہی حضور ناراض رہیں گے تو میرے واسطے خسارہ دنیا و آخرت دونوں کا باعث ہے۔

جواب- اگر ہر اصلاح کو ناراضی سمجھا جاوے گا تو خیریت ہے۔

مضمون- (و)۔ معافی کا طلبگار ہوں اور جس سے کہ حضور کو تکلیف پہنچی ہو مطلع فرمایا جاؤں۔

جواب- کیا اب تک خبر نہیں ہوئی میری اس تصریح کے بعد بھی۔

مضمون- (ا) میری حالت خفیہ طور سے اگر چاہیں تو مولوی صاحب سے دریافت فرما سکتے ہیں۔

جواب- جب آپ خود اطلاع نہیں کرتے مجھ کو کیا غرض پڑی ہے۔

مضمون (ز) اور خود بھی روشن ضمیر ہیں اللہ تعالیٰ بھی آپ پر ظاہر کر سکتا ہے۔

جواب- لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا روشن ضمیری کے یہ معنیٰ ہیں کہ جو چاہے معلوم کر لے دوسرے اگر یہ ہے تو دنیوی مقاصد میں بھی میری روشن ضمیری پر قناعت کی ہوتی خود کیوں لکھا۔

(۱۰۶)- خلاصہ خط۔ زمانہ طویل سے احقر خواہشمند ہے کہ رمضان شریف حضور میں

گزاروں والد صاحب لکھتے ہیں مکان ہو جاؤ دوسرے یہ کہ حضرت کی محبت زیادہ معلوم ہوتی ہے بہ نسبت حضور نبی کریم کے میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں یہ میرے ضعف ایمانی کا باعث نہ ہو۔

جواب- بہتر یہی ہے کہ والد صاحب کے پاس جایئے اور چندے قیام کر کے پھر ان سے اجازت طلب کیجئے اگر وہ بخوشی اجازت دے دیں چندے یہاں قیام کر لیجئے۔ ورنہ قرب روحانی کے ہوتے ہوئے بعد جسمانی مضر نہیں۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ انسان مکلّف ہے۔ محبت عقلیہ کا نہ کہ محبت طبعیہ کا اور محبت عقلیہ سب کو حضور ہی سے صلی اللہ علیہ وسلم بڑھی ہوئی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حب طبعی بھی حضور ہی کے ساتھ زیادہ ہے اس کے دو قرینے صاف ہیں۔ ایک یہ کہ شیخ وغیرہ سے جو محبت ہے اس کی بنا یہی ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اتباع ہے دوسرا قرینہ یہ کہ نعوذ باللہ اگر دوسرا محبوب اس طریق کو چھوڑ دے تو وہ محبت بالکل زائل ہو جاوے۔

(۱۰۷) خلاصہ خط (۱) اکثر میری نگاہ بد حسین عورت پر پڑ جاتی ہے کچھ دیر تک اسی طرف مخاطب رہتا ہوں دعا کیجئے اللہ یہ مرض دور کرے۔

جواب- نری دعا چاہتے ہو ہمت بھی تو کرو۔

(۲) تر دد اکثر لاحق رہتا ہے۔

جواب- پھر کیا کروں۔

(۳)- نماز میں شیطانی وسوسہ ہو جایا کرتا ہے۔

جواب- ارادہ سے یا بے ارادہ سے۔

(۴)- حضرت جس ملازمت کی خبر دے چکا ہوں کہ اپنی مرضی کے موافق ملا ہے اور اپنی عبادت میں بھی کسی طرح کی تکلیف وخلل نہیں ہوتی لہذا اس خداوند نعمت کے لئے دعا کیجئے کہ اللہ برکت دے اور اس میں کسی طرح کا تغیر تبدل وزوال نہ واقع ہو۔

جواب- تو اس کا صلہ یہی تھا کہ عورتوں کو گھورو۔ انا للہ۔

۲۳- رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۰۸)- خلاصہ خط۔ آئندہ شعبان میں آپ کا قیام تھانہ بھون رہے گا یا نہیں۔

جواب- ابھی نہیں کہہ سکتا اور نیز تمام ماہ کے لئے نہیں کہہ سکتا خاص تاریخوں کی نسبت کہہ سکتا ہوں ۔ یا اگر زیادہ قیام کا قصد فرمایا جاوے تو کچھ کہہ سکتا ہوں ۔ خلاصہ یہ کہ اول آپ اپنے پورے ارادہ سے مطلع فرماویں اس پر کچھ کہہ سکتا ہوں ۔

۱۰۹- ایک طویل خط ۷ اصفحہ کا آیا اس میں اوہام اور شبہات متعلق طہارت کے لکھے تھے اس کا حسب ذیل جواب دیا " ایسے وہم اور شبہات تحریر سے زائل نہیں ہوتے کسی محقق سے زبانی پوچھ لیں اور اگر ممکن ہو تو اس محقق کی صحبت میں کم از کم ایک مہینہ قیام کریں ۔

۲۵ رجب المرجب

(۱۱۰) خلاصہ خط ۔ عالی خدمت میں عرض یہ ہے کہ سوال نمبر ا مجدد کے ہونے کے کیا اوصاف ہیں ۔ نمبر ۲- مجدد دعویٰ کرنے سے ہوتا ہے یا بلا دعویٰ بھی ۔ نمبر ۳- چودھویں صدی کے مجدد کون ہیں ۔ مجدد ہر صدی کے اول ہوتا ہے یا درمیان یا آخر یا مختلف زمانہ میں ۔

جواب- ان تحقیقات سے آپ کا کیا مطلب ۔

زبانی فرمایا ضرورت کیا ہے ۔ لغو حرکت ۔ کوئی نبی نہیں جس پر ایمان لانا فرض ہو نبی کے نبی ہونے پر ایمان لانا فرض ہے ۔

(۱۱۱)- ایک صاحب نے کتابوں کے ملنے کا پتہ دریافت کیا اور لکھا کہ آپ کے مدرس لوگ کتاب طلب کرنے سے روانہ نہیں کرتے اس وجہ سے میں وہاں سے طلب نہیں کرتا جواب تحریر فرمایا کہ مجھ سے تجارت کا کوئی تعلق نہیں مجھ کو ان خدمتوں سے معاف رکھئے ۔

(۱۱۲)- ایک صاحب نے بالکل پھیکی سیاہی سے خط لکھا مشکل سے پڑھا جاتا تھا پتہ بھی ایسا ہی لکھا تھا حضرت نے واپس بھیج دیا کہ پڑھا نہیں جاتا پتہ کے حصہ کو خط میں سے پھاڑ کر لفافہ پر چسپاں کر دیا ۔ گو نہایت غور سے اگر پڑھا جاتا تو پڑھا جا سکتا تھا لیکن فرمایا کہ ہم کیوں زحمت برداشت کریں جس کو دوسرے سے کام لینا ہو اس کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے دوسرے کو سہولت دے ۔

۲۶ رجب المرجب

(۱۱۳)- جواب ایک خط کا۔ یہ نہیں لکھا کہ کون سے پنجشنبہ کو دوسرے یہ کہ جمعہ کے روز آپ نے دیکھا ہوگا بجز جانبین کی مرا آۃ کے بات چیت کی یا باطمینان پاس بیٹھنے کی نوبت نہیں آتی ہجوم ناس متفرقین سے اس روز طبیعت یکسو نہیں رہتی اور نہ اوقات منضبط رہتے ہیں۔

(۱۱۴)- جواب ایک خط کا۔ اس قصہ سے رنج ہوا۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھ کو کاموں میں اس قدر فرصت نہیں کہ ایسے معاملات میں کوئی غور یا مشورہ کرسکوں۔ دوسرے آج کل برائی ذمہ آجاتی ہے البتہ دعائے خیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس پریشانی کو رفع فرمادے اور عنین کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کا فتویٰ غلط ہے۔

(۱۱۵)- ایک صاحب نے ایک شاہ صاحب کی صحبت اختیار کی اور وظیفے بھی شروع کردیئے۔ مثلاً سورۂ اخلاص معہ مؤکلات حضرت نے تحریر فرمایا کہ اتنے وظیفے کس نے بتلائے ہیں اور سورۂ اخلاص معہ موکلات کس نے بتلایا ہے ناجائز ہے اور بہت سے فضول حالات لکھے تھے حضرت نے تحریر فرمایا کہ خط پڑھنے سے معلوم ہوا تم بگڑ گئے انا للہ توبہ کرو اصلاح کرو۔ شاہ صاحب کی صحبت چھوڑو دوسرا خط ان کا پھر آیا اس میں توبہ کا مضمون تھا اور لکھا تھا کہ وہ وظیفہ وغیرہ میں نے چھوڑ دیا ہے۔ حضرت نے تحریر فرمایا اور شاہ صاحب کی صحبت+ ان صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ بذریعہ خط ہذا تجدید بیعت کرتا ہوں تحریر فرمایا اتنی جلدی مکرر بیعت نہیں کرتا ابھی میرا اطمینان نہیں ہوا۔

۲۷ رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۱۶) خلاصہ خط- باوجودیکہ میں ہر شخص سے نہایت نرم برتاؤ رکھتا ہوں اس پر بھی تمام لوگ کمترین سے ناخوش ہیں اور ناخوشی بڑھتی جاتی ہے معلوم نہیں میرے کس قصور کا یہ نتیجہ ہے سخت پریشانی ہے دعا فرمایئے بعض وقت دل پریشان ہوتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ ملازمت ترک کردوں مگر ضرورت پر نظر کرنے سے مجبور ہوتا ہوں۔

جواب- طالب حق کو کسی کی ناراضی کی کیا پرواہ اپنی طرف سے کسی کو دشمن نہ بنانا چاہئے۔

اس پر بھی اگر کوئی ناراض ہو ہوا کرے حق تعالیٰ مددگار ہے اس پر نظر رکھنا چاہئے اور اس کو راضی رکھنا چاہئے بلکہ بعض اوقات تو خلق کی ناراضی سبب ہو جاتا ہے بہت آفات سے بچنے کا۔

(۱۱۷) خلاصہ خط۔ کثرت کار کی وجہ سے جناب کی خدمت بابرکت میں ایک عرصہ سے کوئی عریضہ ارسال نہ کر سکا جو باعث شرمندگی و پراگندگی ہے خواستگار معافی ہوں آئندہ ایسی صریح لغزش ان شاء اللہ نہ ہوگی۔

جواب۔ کچھ مضائقہ نہیں اصلی کام میں کوتاہی نہ کرنا ہے۔

(۱۱۸) ایک صاحب نے بغرض ادائے قرض نماز قضائے حاجت کا ایک خاص طریق لکھ کر اس کی بابت دریافت کیا تھا۔ مثلاً اول رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد لا الہ الا انت سبحانک الایہ سو بار پڑھے۔ وھکذا۔

جواب تحریر فرمایا کہ یہ طریقہ جائز تو ہے مگر طریق مسنون کے برابر نہیں۔ وہ طریق مسنون بہشتی زیور میں مذکور ہے اس کے موافق کر لیا کریں۔

(۱۱۹) مضمون۔ اب حضور کے فرمان کے مطابق چہل قدمی اور کثرت اوراد شروع کر دی ہے۔

جواب۔ بہت بہتر ہے اللہ تعالیٰ نافع فرمادے۔

مضمون۔ مگر اس میں بھی یہی دھڑکا ہے کہ کہیں پھر ترک نہ ہو جاوے۔

جواب۔ اس فکر میں نہ پڑیئے۔ راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش + اور اگر پھر بھی ایسا خیال آوے تو دوسرے خیال سے فوراً اس کا علاج کیا جاوے کہ اگر یہ ترک ہو جاویگا تو پھر شروع کر دیں گے اور ایسے تغیرات سے تو اکابر بھی خالی نہیں۔

مضمون۔ اب طبیعت میں ایک بات پیدا ہوگئی ہے اور اس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے کہ شاید کامیابی نصیب ہو وہ یہ کہ جب کبھی طبیعت میں کاہلی اس طرف سے آتی ہے فوراً یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ترک سنت ہے۔ شیطان کا کام ہے۔ دھوکہ دیتا ہے اور پھر ایک قوت آجاتی ہے۔

جواب۔ یہ تفہیم عنایت الٰہیہ ہے۔

مضمون۔ بڑے مضمون کی فکر یعنی خود ملازمت ہے دیکھئے کب رفع ہو۔ میں جیسا کہ

میری رائے ناقص میں آتا ہے کچھ ملازمت کے لئے ناموزوں سا ہوں اور پھر یہ ڈر لگا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور یہ وسوسہ ہے اگر ملازمت نہ کروں تو پھر اور کسی کام کے قابل بھی تو اپنے کو نہیں پاتا۔

جواب۔منتظر لطیفہ غیبی کے رہئے خود کچھ تصرف یا تجویز نہ کیجئے۔

مضمون۔ ایک حالت عجیب ہے اللہ تعالیٰ کچھ ایسا برگزیدہ اور رفیع الشان ہے کہ عاجزی اور انکساری میں تو بہت جی لگتا ہے اور اس کو مالک اور آقا سمجھنے میں بڑا لطف آتا ہے مگر اس کو معشوق سمجھنے میں نہ صرف دقت ہوتی ہے بلکہ کچھ جی کو نہیں لگتی چھوٹا منہ بڑی بات معلوم ہوتی ہے۔

جواب۔تجلیات حسب استعداد مختلف ہیں جو آسانی اور بے تکلفی سے جم جاوے اسی میں مشغول ہونا مناسب ہے۔

مضمون۔حضور سے دل باتیں کیا کرتا ہے اور تحریر خط کے وقت وہی مزا ملتا ہے جو گھر کے لوگوں کو (یعنی بیوی کو) بعض وقت خط کے لکھنے میں آیا گویا اس مزے میں ابھی حصہ بانٹ ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں طبیعت یکسو نہیں ہو جاتی۔ ماشاء اللہ فلاں صاحب کی طبیعت ایسی ہے کہ حضور کی محبت ہر چیز پر غالب ہے۔

جواب۔ یہ بھی وہی اوپر والی بات ہے اختلاف استعداد کی آپ کے لئے یہی نافع ہے فلاں صاحب کے لئے وہی نافع ہے دونوں حالتیں محمود ہیں ایک کو دوسرے کی ہوس اپنے ضرر کی ہوس ہے۔

مضمون۔ ایک بات یہ سمجھ میں نہیں آتی اور سمجھ میں آتی بھی ہے اپنی کمزوری اور ضعف ایمان ہے باوجود اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لینے کے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور اکل حلال کی روزی کمانا روزی کو تنگ نہ کردے گا مگر پھر بھی محبت مال کی آجاتی ہے۔

جواب۔ یہ میلان طبعی ہے جس کے ساتھ مصالح عقلی منضم ہیں۔ یہ بخل نہیں ہے بلکہ اگر یہ نہ ہوتا اور طبیعت فطرۃً زیادہ قوی نہیں تھی تو ضرر ہوتا۔

مضمون۔حضور دعا فرمائیں کہ قناعت نصیب ہو اور مال کی تو جڑ ہی سے محبت جاتی ہے۔

مضمون-حضوردعافرمائیں کہ قناعت نصیب ہواور مال کی تو جڑ ہی سے محبت جاتی ہے۔

جواب-اس کومحبت مذمومہ نہ سمجھنا چاہئے۔

مضمون-زیادہ تر شب وروز میں بس مذہبی خیالات موجزن ہوتے رہتے ہیں آنکھ جب کھلتی ہے دن ہو یا رات اور سونے میں خواب میں بس اللہ تعالیٰ ہی کا دھیان کسی نہ کسی پیرایہ میں رہتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

جواب- پھر بے چارے مال پر محبت کا احسان کیوں رکھا محبت تو یہ ہے۔مبارک باد۔

مضمون- اور جب کبھی نااہلوں کی صحبت کا اتفاق ہوتا ہے تو ایسی تھکن اور اعضا شکنی معلوم ہوتی ہے کہ گویا جان ہی نہ رہی اور ذکر اللہ میں ایسی تقویت معلوم ہوتی ہے کہ جس میں پھرتی اور چالاکی محسوس ہوتی ہے۔

جواب-یہ اسی محبت کے آثار ہیں۔

۲۹ رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۲۰)-مضمون خط۔آج میری اہلیہ کا خط آیا۔اس وقت مناسب یہی سمجھتا ہوں اور دل یہی چاہتا ہے اس لئے نقل نہیں بھیجتا بلکہ اصل خط بھیجتا ہوں حضور سے پردہ ہی کیا ہے۔میں غلام وہ لونڈی اپنے آقا سے کیا حجاب۔

جواب-بیشک واللہ مجھ کو اس کی بے حد قدر ہوئی اور بجز میرے وہ خط کسی نے نہیں دیکھا۔

جواب-بقیہ خط مذکور۔آپ کا خط اور ان کی نظمن پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ حق تعالیٰ نے باہم الفت عطا کی ہے جو کہ عین سنت نبویہ ہے۔اللھم زد فزد انہوں نے نماز کی درستی کا طریق پوچھا ہے تعلیم الدین کے باب پنجم میں بندہ نے لکھا ہے اس کو شروع کر کے مجھ کو اطلاع دیں باقی لذت دوسری چیز ہے۔یہ اختیاری نہیں اس کے درپے نہ ہوں کہ موجب پریشانی ہے۔تہجد کے وقت اگر آنکھ نہ کھلے عشاء کے ساتھ ان کو لکھ دیجئے پڑھ لیا باقی خود آپ کے حالات ماشاءاللہ محمود ورو بہ ترقی ہیں۔یہ احتمالات نہ لائیے کہ شاید کچھ چھوٹ جاوے۔اس کا علاج پہلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

(۱۲۱) خلاصہ مضمون- فلاں صاحب کی پریشانی پر رحم فرما کر دعا فرمائی جاوے اور کوئی تعویذ یا دعا جو مناسب سمجھا جاوے۔ عنایت فرمایا جاوے۔

جواب- وہ خود کیوں نہیں لکھتے جو لکھنا ہو یا اگر لکھنا نہ آوے تو لکھوا دیں مگر اپنے نام سے۔

مضمون- جو کچھ حضور نے فرما دیا ہے اس کو بفضل خدا اور حضور کی دعا سے نبھائے جا رہا ہوں اگرچہ بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر یہ کیا تھوڑا ہے کہ اس سراپا گناہ سے برائے نام ہی اپنا نام لوالیتا ہے۔

جواب- بے شک ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ سمجھ میں برکت فرماوے۔

مضمون-عرصہ سے ارادہ کر رہا ہوں کہ کچھ روز حضور کی خدمت میں رہ کر کفش برداری کروں مگر گھر کے تفکرات پیچھا نہیں چھوڑتے اب پھر ارادہ ہے کہ کم سے کم ماہ رمضان ہی حضور کے آستانہ عالیہ پر گزر جائے مگر یہ بھی جب تک حضور ہی توجہ خاص نہ فرمائیں گے ہونا مشکل نظر آتا ہے اگر حضور بلانا چاہیں گے تو بلالیں گے۔

جواب- میرا چاہنا دوسرے کے افعال کے متعلق کیونکر ہو سکتا ہے۔

(۱۲۲) -مضمون۔ میں نے بذریعہ کانسٹیبل کے دو تربوز خرید کئے تربوز والے نے کچھ دام مانگے وہ نہیں دیئے گئے بلکہ کچھ کم دیئے جس پر وہ راضی ہو گیا چونکہ کانسٹیبل کے ذریعہ سے خریدے گئے تھے جواز میں شبہ ہوا راستہ میں گاڑی پر سے تین روپیہ کی ترکی ٹوپی گر گئی مجھے ٹوپی کے گرنے کا ذرا رنج نہ ہوا مگر تربوز والے کا خیال آیا کہ کہیں اس کی آہ تو اس کی باعث نہیں ہوئی۔ تمام رات نیند نہیں آئی اور صبح تک توبہ کرتا رہا اور دل میں یہ ارادہ کر لیا کہ کسی دن جا کر تربوز والے سے ملوں گا اور اس کے دام جو اس نے منہ سے مانگے تھے دے دوں گا اور یہ دل میں خیال آیا کہ اگر میری توبہ مقبول ہوگئی ہو تو ٹوپی مل جاوے۔ دوسرے دن ایک شخص خود بخود آ کر ٹوپی دے گیا اور مجھے اس واقعہ سے بڑا سبق ہوا ہے ایک محب قلبی نے مجھ سے کہا کہ اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا چاہئے برکت زائل ہو جائے گی میں نے کہا کہ یہ بھی شکر کا طریقہ ہے تاکہ اوروں کو نفع ہو۔

جواب- آپ کی اس خوش فہمی اور خوش عملی سے بہت دل خوش ہوا اور ان صاحب کا یہ

سے نفع لازمی ہوتا تو یہ رائے صحیح ہے اس میں تو دوسروں کو ہدایت ہوتی ہے ضرور ذکر کیجئے اور اس تربوز والے کو بھی تلاش کر کے اس کے کہے کہ ہوئے دام دیجئے۔ والسلام۔

(۱۴۳) مضمون- تین سال ہوئے پولیس میں آئے ہوئے مگر اتنا پریشان ہوں جس کی کوئی انتہا نہیں۔ حضور سے دنیاوی معاملات میں گزارش کرتے ہوئے خوف مانع ہوتا ہے مگر چند در چند پریشانیوں نے سخت مجبور کر کے حضور میں گزارش کرنے کی جرات دلائی ہے۔ ایک جگہ خالی ہے وہ جگہ امن کی ہے میرے خیال میں ساری پریشانیاں دفع ہو کر تنگدستی بھی دور ہو جائے۔ ایک شاہ صاحب یہاں ہیں انہوں نے قبل اس جگہ کے خالی ہونے ہی کے جواب دے دیا تھا۔ کہ تمہاری قسمت میں نہیں ہے اس لئے مجبوری ہے۔ حضور میں بادب دعا کا ملتجی ہوں۔

جواب- دل و جان سے دعا کامیابی کرتا ہوں۔ قسمت کی یقینی خبر بجز نبی کے کسی کو نہیں ہو سکتی اور کشف وغیرہ خود مشکوک ہے اس کی بنا پر کسی مسلمان کو دل شکستہ کرنا دیانت سے بہت بعید ہے۔ آپ کوشش کریں اور حق تعالیٰ پر نظر رکھیں اور بعد عشاء **یالطیف** گیارہ سو بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ بار پڑھ کر دعا کریں جو بہتر ہوگا وہ ہو رہے گا۔

(۱۴۴) مضمون خط یکے از خلفاء۔ ریل کے سفر میں صندوق جس میں قیمتی چیزیں تھیں چوری ہو گیا۔ ایک عورت پر پولیس نے شبہ کیا کچھ خلاف واقع بیان کرانا چاہا گناہ اور ظلم کے خیال سے خلاف واقع بیان کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ پولیس سے فراغت کے بعد کچھ دیر تک میں علیحدہ بیٹھ کر سوچتا رہا کہ کوئی گناہ تو نہیں ہوا۔ بعد غور بسیار یہ محسوس ہو کر کہ کوئی گناہ نہیں ہوا بہت خوش ہوئی اور دو رکعت صلوٰۃ الشکر اور سو بار درود شریف پڑھا اس کی نہایت خوشی ہوئی کہ قلب کو اس سامان کی محبت سے بالکل خالی پایا حالانکہ اس کے جاتے رہنے سے بہت تکلیف ہو گئی۔ نیز یہ بات قابل خوشی تھی کہ اس پر پورا اعتماد تھا کہ جو کچھ ہوا باذن الٰہی ہوا اگر ملنا ہے تو اتنی ہی کوشش سے بلکہ بلا کوشش بھی مل جائے گا اور نہیں ملنا ہے تو کچھ بھی کوشش کی جاوے۔ ملنا ناممکن ہے اس پر ایسا اطمینان تھا کہ اس سے پہلے مجھے کبھی یاد نہیں حتیٰ کہ پولیس سے قریب تین گھنٹہ کے بات چیت رہی۔ کسی موقع پر لہجہ میں بھی فرق نہیں آیا۔ اضطراب اور تشویش تو کیا حضرت والا اس کے خطا و صواب کے متعلق ارشاد فرما دیں تا کہ آئندہ خیال رکھا جاوے۔

جواب۔ السلام علیکم۔ قال اللہ تعالیٰ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض الخ۔
ولا تفرحوا بما اتاکم الخ اس ارشاد پر عمل کا موفق ہونا آپ کو مبارک ہو۔ سراء اور ضراء یہی تو دو وقت ہیں امتحان کے جس میں حق تعالیٰ نے کامیابی عطا فرما دی۔ یہ باطنی خزانہ کا صندوق اس ظاہری خزانہ کے صندوق سے بہتر ہے۔ بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا والآخرۃ خیر وابقیٰ۔ والسلام۔

(۱۲۵) مضمون۔ ایک بات یہ کہ میری ایسی الٹی خاصیت ہے کہ گناہ کبیرہ کر کے توبہ کرنے سے طبیعت رکتی ہے۔ دل پر ایک شرمندگی اور خجالت سی چھا جاتی ہے اور دل میں آتا ہے کہ اب میں اللہ تعالیٰ سے کس منہ سے معافی مانگوں۔ حضور فرماتے ہیں کہ فوراً توبہ کرنا چاہئے۔ توبہ تو کر لیتی ہوں مگر معمولی طور سے جیسی کہ چاہئے عاجزی اور گڑگڑا کے ویسے دل سے نہیں نکلتی جب دو چار روز ہو جاتے ہیں اور دل سے شرمندگی نکل جاتی ہے پھر صاف دل سے توبہ استغفار کرتی ہوں۔ یہ حالت گناہ کبیرہ سے ہوتی ہے اور چھوٹے چھوٹے گناہ کے بعد تو فوراً ہی استغفار کرنے کو جی چاہتا ہے اور گناہ کبیرہ کے بعد دل پر گھبراہٹ ہو جاتا ہے۔ کئی کئی روز تک طبیعت گھبراتی ہے اور جھنجھلاہٹ سا معلوم ہوتا ہے اور خوب گڑگڑا کے استغفار کرنے سے دل پر شرمندگی چھا جاتی ہے۔ اس کے لئے کیا کروں۔

جواب۔ یہ شرمندگی وخوف فی نفسہ بہت اچھی چیز ہے اور یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے مگر کمال توبہ کا یہ ہے کہ زبان سے بھی تضرع کے ساتھ ہو پس اس رکاوٹ کا مقابلہ تکلف و ہمت سے کیا جاوے اور خواہ کتنی ہی تکلیف ہو مگر رکاوٹ پر عمل نہ کیا جاوے۔

۳۰ رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۲۶) مضمون۔ منہ میں چھلکے پڑتے ہیں۔ صدہا علاج کئے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

جواب۔ جو دوا لگائی جاوے اس پر سورۂ فاتحہ ۷ بار پڑھ کر تب لگائی جاوے۔

(۱۲۷) مضمون۔ ایک بات قابل گزارش اور ہے اور وہ یہ ہے کہ راستہ میں اگر کوئی عورت حسین ہو یا بدصورت یا کوئی حسین امرد لڑکا نظر آ جاتا ہے تو بے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے اگر عورت حسین ہوتی ہے تو طبیعت کا بار بار تقاضا اس کے دیکھنے کا ہوتا ہے اور دیکھنے

سے طبیعت کوایک قسم کا حظ معلوم ہوتا ہے مگر خیالات فاسد نہیں پیدا ہوتے۔

جواب- یہ تسویل شیطانی ہے ضرور خیال فاسد ہوتا ہے گو اس وقت اس کا فاسد ہونا معلوم نہ ہو مگر ایک وقت میں یہ فساد ظاہر ہوگا۔

(۱۲۸)- ایک صاحب نے جن کو نشست و برخاست کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر مواخذہ کر کے واپس کر دیا گیا تھا ایک خط لکھا جس میں اپنی نہایت اچھی حالت کا اظہار تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے میری خشونت بیکار نہیں ہوتی ان کو بہت نفع ہوا۔ یہ خشونت علاج ہوتی ہے بہت سے امراض کی۔ کھوٹی چاندی کو جب تک آنچ نہ دی جاوے اس کا میل زائل نہیں ہوتا۔ اگر وہ چاندی کہے کہ ہائے میں جلی ہائے میں پھکی مجھے سرد پانی میں ڈال دو اور وہ پانی میں ڈال بھی دی گئی تو کیا ہوگا وہی ٹھوس کی ٹھوس رہے گی۔ حضرت نے ان صاحب کے خط کا یہ جواب لکھا۔ حالات پڑھ کر مسرت بے اندازہ ہوئی شکر الٰہی بجا لایا اور دعاء ترقی کی مناسب ہے کہ گاہ گاہ خط و کتابت رکھئے اور کچھ نہیں ایک دعا ہی مل جاتی ہے۔

(۱۲۹) ایک خط کا جواب۔ میری کتابیں دیکھو اور عمل شروع کرو اور حالات سے اطلاع دیتے رہو جب کام کرتے ہوئے دیکھوں گا اور اطمینان ہو جائے گا تو درخواست بیعت کا بھی مضائقہ نہیں۔

(۱۳۰) ایک خط کا جواب۔ سب معمولات اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت فرماویں۔ ننگا دیکھنا اشارہ ہے۔ دنیا سے بے تعلق ہونے پر۔ مبارک خواب ہے۔

(۱۳۱) مضمون۔ میری نماز میں خیال ادھر ادھر ہو جاتے تھے۔ لیکن بہشتی زیور میں جو طریقہ ہے اس سے خیال کوئی طرف نہیں جاتا۔ لیکن آنکھ بند کرنے سے خیال نماز میں رہتا اور آنکھ کھلنے سے خیال ادھر ادھر ہو جاتا ہے۔

جواب- اس غرض سے آنکھ بند کر لینے کا مضائقہ نہیں۔

مضمون- شعبان و رمضان میں بعد عشاء بجائے وظیفہ کے دور قرآن شریف کا کر لیا کروں اور وظیفہ بند کر دوں تو کچھ حرج تو نہیں کیونکہ صرف بعد عشاء فرصت ملتی ہے۔

جواب- یہی بہتر ہے اور اس کے بعد پھر مشورہ کر لیں۔

مضمون-سونے چاندی کی گھڑی اورزنجیر جائز ہے یاناجائز۔

جواب-ناجائز۔

مضمون-یہاں کارخانہ میں نماز صاحب لوگوں کی چوری سے ادا کرتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے یانہیں۔

جواب-ہو جاتی ہے۔نماز کا وقت شرعا اجارہ سے مستثنیٰ ہے مگر لمبے چوڑے وظیفے پڑھ کر کام میں حرج نہ کریں اور اگر تم کام ٹھیکہ پر کرتے ہو تو پھر کوئی شبہ ہی نہیں۔

(۱۳۲) مضمون-ایک اہلکار نے دنیاوی ناکامیوں کی طول طویل فہرست لکھ کر درخواست کی کہ کل حال میں نے حضور سے عرض کر دیا اب حضور مرض تشخیص فرما کر علاج تجویز فرمادیں اور دعا کریں کہ اللہ مجھ پر رحم وفضل کرے اور میرے قلب کو تسکین دے۔

جواب-امور اختیاریہ کی تشخیص وعلاج دونوں ہوتے ہیں۔اس خط میں زیادہ حصہ امور غیر اختیاریہ کا ہے جن کا علاج دعا ہے۔سو دعا کرتا ہوں آپ بھی دعا کیجئے۔

(۱۳۳) مضمون-اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض اشخاص بعد نماز جاءنماز پر سربسجود ہوکر سجدہ میں دعا بہبودی دین ودنیا مانگتے ہیں اس میں کوئی حرج ہے یانہیں۔

جواب-اس کی عادت کرنا بدعت ہے لیکن اگر گاہ گاہ ایسا ہو جاوے اور دوسرے دیکھنے والے بھی اس کو مقصود نہ سمجھنے لگیں تو جائز ہے۔

(۱۳۴) جواب خط اول-محض سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے سفر کی حاجت نہیں بلکہ خود داخل سلسلہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔اصل مقصود کام ہے۔اگر کام کا شوق ہو تو ظاہر کیجئے میں تعلیم کروں مگر یہ خط بھی ہمراہ آوے۔

مضمون خط ثانی-انہیں صاحب کا دوسرا خط آیا۔جس میں گھوڑے کے فرار ہوکر بہ برکت پڑھنے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون کے واپس آجانے کا واقعہ درج تھا اور ایک ندی میں معہ گھوڑے کے گر کر نجات ہو جانا مندرج تھا اور اخیر میں یہ تحریر تھا کہ آپ کی دعا وبرکت سے رشوت بھی چھوٹ جاوے گی کیونکہ نفرت بہت آتی ہے جب سے شوق پیدا ہوا ہے خدا کے واسطے کوئی طریقہ بتلادیں اس پر عمل کیا کروں۔

جواب خط ثانی۔ معلوم نہیں ان واقعات سے مجھ کو اطلاع دینے کا کیا فائدہ جب رشوت بالکل چھوٹ جاوے اس وقت طریقہ ذکر و شغل کا پوچھئے اور یہ دونوں خط بھی بھیجئے اور آپ کے خط میں سے ٹکٹ نہیں ملا اگر آپ نے بھیجا تھا اور میری غفلت سے کھلنے میں ضائع ہوا تب تو میرے ذمہ تھا میں نے چسپاں کر دیا اور اگر آپ ہی نے نہیں بھیجا تو اگر اب کی بار کوئی خط آوے تو ٹکٹ بھیج دیجئے مگر خاص ٹکٹ بھیجنے کے لئے خط نہ بھیجئے۔

ضمیمہ۔ ایسے خطوط کے متعلق زبانی ارشاد فرمایا کہ اس احتمال پر کہ شاید ٹکٹ بھیجا ہو میں اپنے پاس سے لگا دیتا ہوں اس واسطے میں خط بھیجنے والوں کے لئے خالی ٹکٹ بھیجنا پسند نہیں کرتا بلکہ یا تو لفافہ بھیجا کریں یا سادہ لفافہ پر ٹکٹ چسپاں کر کے بھیجا کریں اگر خط میں ٹکٹ نہیں ملتا تو مجھے ادھر ادھر ڈھونڈھنے کی پریشانی ہوتی ہے اس خط میں یہ بھی نہیں لکھا کہ بے رنگ جواب دیں۔ اس سے اور بھی شبہ ہوتا ہے کہ شاید ٹکٹ بھیجا ہو۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے اپنا پچھلا خط بھی بھیجا ہے جس کا جواب میں نے دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے مرتبہ انہوں نے ٹکٹ بھیجا تھا ایک اور خط کے متعلق بھی آج یہی واقعہ پیش آیا۔ فرمایا کہ سخت پریشانی ہوتی ہے ٹکٹ بالکل نہ بھیجا کریں ہمیشہ لفافہ بھیجنا چاہیے عرض کیا گیا کہ ہدایت لکھ دی جایا کرے فرمایا مگر لوگ ہدایتوں پر عمل کہاں کرتے ہیں۔ چھپا ہوا پرچہ ہدایات کا بھیجا گیا تب بھی کچھ اثر نہ ہو ہر صفحہ میں کچھ حصہ جواب کے لئے چھوڑنے کی ہدایت بھی اس میں درج تھی لیکن سو میں مشکل سے دو خط ایسے ہوتے ہوں گے جس میں ایسا حاشیہ ہوتا ہو۔

۸ شعبان المعظم ۳۴ ہجری

(۱۳۴) مضمون۔ یہاں جہالت کا بہت زور ہے اور چند واعظ ایسے آئے جس سے لوگ اور بدعت کے اندر مبتلا ہو گئے آپ کو خدا نے اسی واسطے پیدا فرمایا ہے گو فرصت آپ کو نہ ہو گی لیکن ضرور دو ایک یوم کے لئے تشریف لا کر وعظ فرمائیں۔ برائے خدا و رسول ضرور تشریف لائیں۔

جواب۔ کسی کو دیوبند یا سہارنپور سے بلا لیجئے۔ کام ہونا چاہیے کسی کے ہاتھ سے ہو۔

(۱۳۵) مضمون۔ اس حقیر کا ارادہ دو تین برس سے کسی سے بیعت ہونے کا ہو رہا ہے

مگر کسی سے اس درجہ ارادت نہیں ہوتی کہ یہ ارادہ پورا ہو جاوے اگر چہ چند حضرات سے عقیدت ضرور ہے اور بوقت فرصت ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوتا ہے چونکہ بہ نسبت اور حضرات کے آنجناب کو عرصہ ڈیڑھ سال سے غالبًا خواب میں مختلف طور پر زیادہ دیکھتا ہے اس لئے رجحان جناب والا کی طرف زیادہ ہو گیا اور سال بھر ہوا فلاں صاحب کے ہمراہ حاضر خدمت بھی ہوا تھا باوجود ان امور کے بیعت پر طبیعت کا جماؤ نہیں ہوتا چونکہ جناب کی تحریرات میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جناب تعلیم کے بعد بھی مرید کر لیتے ہیں اور علاوہ ازیں حالات دیگر بزرگان دین سے معلوم ہوا ہے کہ افادہ و استفادہ بلا اس بیعت مرجہ کے بھی ہوتا تھا اس واسطے عرض ہے کہ اگر جناب عالی مناسب سمجھیں تو ضروری تعلیم کا وعدہ فرمائیں تاکہ دوسرے عریضہ میں اپنے امراض قلبی کا اظہار کر کے علاج کا خواہاں ہوں۔

جواب- آپ کی خوش فہمی سے دل خوش ہوا مجھ کو تعلیم سے عذر نہیں۔

(۱۳۶) مضمون- ایک مدرس مستعفی ہو گئے ہیں بوجہ نہ ہونے روپیہ کے مدرسہ میں اور نہ ملنے تنخواہ کے دل کو بہت ہراس ہو رہا ہے۔ دعا فرماویں کہ مدرسہ میں لغزش نہ ہو کام میں بفضل خدا کچھ کمی نہیں ہوئی کیونکہ امسال چھ لڑکے حافظ ہوئے ہیں وہ امداد کر رہے ہیں صرف ایک مدرس کی کمی کا ہراس ہو رہا ہے نہیں معلوم خدا کو کیا منظور ہے۔

ضمیمہ- ان کا خط پہلے آ چکا تھا کہ اب ہم نے چندہ مانگنا چھوڑ دیا ہے بس مدرسہ کو توکل پر کر دیا ہے۔

جواب- ہراس ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک آپ کے خیالات صحیح نہیں ہوئے اگر کسی خاص درجہ کے کام کا قصد کر رکھا ہے تب تو اس کی اصلاح کرنا چاہئے اور وہ اصلاح یہ ہے کہ یہ قصد کر لیا جاوے کہ جتنا سامان ہوگا اتنا کام کریں گے جتنا سامان نہ ہوگا نہ کریں گے اور اگر کسی خاص درجہ کے کام کا قصد نہیں ہے تو پھر ہراس کیا۔

(۱۳۷)- مضمون۔ عاجز کی برادری وغیرہ میں رسومات بدعات مرجہ ہیں۔ دہلی بموقعہ جلسہ حضور تشریف لاویں گے اگر فقط ایک رات دن کے لئے غریب خانہ پر یعنی قصبہ ریواڑی تشریف لے چلیں اور وعظ فرمائیں تو کرایہ آمد و رفت عاجز خود اپنی ذات سے اٹھا

دے گا کسی دوسرے کو تصدیعہ نہ دے گا شاید ہے کہ مخلوقات الہٰی رسومات قبیح سے تائب ہوں۔

جواب۔ اولاً تو مجھ کو اتنی فرصت نہیں دوسرے اتوار کو دہلی میں وعظ کہہ کر پیر منگل تک دوسرا وعظ نہیں کہہ سکتا دماغ متحمل نہیں ہوتا اور بدھ جمعرات تک گنجائش نہیں۔ دوسری ایک وعظ سے رسوم قبیحہ دل سے نہیں نکل سکتیں بلکہ میری کتاب اصلاح الرسوم کا مطالعہ یا سنانا زیادہ مفید ہوسکتا ہے۔

۹ شعبان المعظم ۱۳۴۴ء ہجری

(۱۳۸) مضمون۔ باقی حال زبانی بوقت ملاقات (بتقریب تشریف آوری دہلی) عرض کردوں گا۔

جواب۔ دہلی میں زبانی کہنے سننے کا موقع نہ ملے گا۔ اس بھروسہ میں نہ رہیں۔

(۱۳۹) مضمون۔ اس خط میں بغرض وعظ نہایت اصرار کے ساتھ بلوایا گیا تھا۔ پیشتر بھی کئی خط طلبی کے آچکے تھے۔

جواب۔ جب تحریر سے آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے تو تحریری جواب بیکار ہے۔ بس یا تو پہلے جوابوں پر کفایت کریں یا یہاں آکر اپنی آنکھ سے یہاں کے حالات دیکھ جاویں۔

ضمیمہ۔ دوسرے دن پھر خط طلبی کا پہنچا اس پر تحریر فرمایا کہ اگر مجھ کو سچا سمجھتے ہو تو یقین کرلو مجھ کو فرصت نہیں اور کسی عالم کو بلانے سے بھی تو کام ہوسکتا ہے سب کام ایک ہی شخص تو نہیں کرسکتا اور اگر مجھ کو سچا سمجھتے تو جھوٹے آدمی سے ہدایت ہی کیا ہوگی۔ خواہ مخواہ کارڈ خراب کررہے ہو۔

(۱۴۰) مضمون۔ اخیر رمضان میں حاضری کا ارادہ تھا مگر اب یہ خیال آتا ہے کہ شاید امسال رمضان میں حالت مخدوش ہوجاوے اور حاضری سے محروم رہ جاؤں اس لئے قبل از رمضان مدرسہ کی تعطیل میں ہی شرف قدم بوسی حاصل کروں سو آپ احقر کے دینی مفاد پر نظر اندازی فرما کر ایماء فرمائیے کہ یہ ناکارہ اب حاضر ہو یا رمضان میں۔

جواب۔ جب تک پورے حالات کسی کے معلوم نہ ہوں اس کے دینی مفاد پر نظر اندازی کی کیا سبیل ہے اور ظاہر ہے کہ مجھ کو آپ کے پورے حالات معلوم نہیں۔

(۱۴۱) ایک صاحب بہت بہت لمبے خط بھیجا کرتے ہیں۔ دو تین مرتبہ تو جواب دے دیا اخیر

میں ایک ۱۲ صفحہ کا خط بھیجا جس کا حسب ذیل جواب دیا۔ زبانی فرمایا کہ انہوں نے تو عادت ہی کر لی۔

جواب- ڈاک کثرت سے آتی ہے اتنے لمبے خط کے جواب لکھنے میں بقیہ ڈاک کی گنجائش کیسے رہ سکتی ہے۔ یہ ۱۲ صفحے ہیں بارہ خطوں میں تقسیم ہونا چاہئے۔

(۱۴۲) مضمون- حضور کے یہاں سے جو خط کا جواب آیا تو دیکھ کر دل کو از حد صدمہ پہنچا یہ میری خطا اور بے ادبی کا باعث ہوا اب حضور سے معافی کا خواستگار ہوں۔

جواب- مجھ کو یاد بھی نہیں کیا بات تھی۔ وہ خط بھی ہمراہ بھیجنا چاہئے تھا۔

۷ رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۴۳) مضمون۔ ایک صاحب نے اپنا حال نظم میں لکھا جو نظم کہے جانے کے ہرگز قابل نہ تھی اور جس کو پڑھ کر ادنیٰ مناسبت رکھنے والے کو بھی بے اختیار ہنسی آتی تھی۔ حضرت نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

جواب- نظم فضول ہے خاص کر جب اس میں مہارت بھی نہ ہو۔ سیدھی سیدھی عبارت میں اگر خط آوے گا تو جواب دوں گا۔

(۱۴۴) مضمون۔ ایک صاحب نے طالب علمی شروع کی اور یہ دعا چاہی کہ خدا مجھے محقق عالم بنادے اور خلق اللہ کو مجھے نفع پہنچادے اور سب سے بڑا افسوس یہ ہے کہ والد ماجد میرے کامل عالم اور فاضل تھے اور مشائخی میں بھی اچھا دخل رکھتے تھے اور ہر ایک جائے میں خواص وعام کے پاس مقبول تھے اور میرے ہر سہ چچا بھی علم وفنون میں بہتر دخل رکھتے تھے۔

جواب- دعا خیر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ علم مع العمل عطا فرمائے اور منجملہ عمل کے اس نیت کی اصلاح بھی ہے جو آپ کی خط کشیدہ عبارت سے مترشح ہوتی ہے یعنی مرجع الخلق و مقبول عند الناس اور وارث جاہِ اکابر بننا اس نیت کی ضرور اصلاح کرنا چاہئے۔

(۱۴۵) مضمون۔ ایک صاحب نے حضرت سے مشورہ چاہا کہ طبابت کروں یا ملازمت اور یہ تحریر کیا کہ صدور حکم مناسب سے بہرہ مند ہوں کیونکہ میں خود مختار نہیں رہا بلکہ حضور کے تابع ہوں۔

جواب۔ جن امور دینیہ میں اتباع کا التزام کیا تھا ان کا تو کہیں نام بھی نہیں آتا اور جن امور سے نہ میرا تعلق نہ تجربہ جو مشورہ کے لئے کافی ہو اس میں میرا اتباع چاہا جاتا ہے یہ جور عظیم ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ برکت کے لئے اگر پوچھ لیا جاوے تو کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ جناب عوام نے عقیدوں کو بہت خراب کر رکھا ہے وہ برکت کی نیت سے نہیں پوچھتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ انکشاف ہوتا ہے اور جو یہ لکھ دیں گے وہی ضرور بہتر ہوگا غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ تو نبی سے بھی بڑھا دیا۔ صحابہؓ سب سمجھتے تھے کہ نبی سے دنیوی امور میں غلطی ہو سکتی ہے عوام نے بہت غلو کر رکھا ہے۔ عقیدہ میں۔ عوام میں وہ بھی داخل ہیں جو پڑھے لکھے ہیں لیکن انہیں صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

۱۱ رجب المرجب ۴۴ ہجری

(۱۴۶) ایک خط۔ رسالہ الامداد میں جو کہ پہلی جلد ماہ رجب المرجب سال نئے کے صفحہ بعنوان ''مصائب کے علل سمجھنے میں اسباب پرستوں کی کوتاہ نظری'' اگر یہ بات تسلیم کی جاتی ہے کہ ہر مصیبت جو نازل ہوتی ہے اس کا سبب اصلی جرائم اور معاصی ہوتے ہیں تو میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی کہ معصوم بچے بھی سخت سخت تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں۔ انہوں نے کون سے جرم اور گناہ کیے ہیں ہر انسان کے لئے مصیبت اسی کی ذات خاص کے لئے ہے کیونکہ ہر آدمی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے لہٰذا مصیبت جس پر پڑی اسی ہی کی روح و جسم کو تکلیف ہوئی یہاں پر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ معصوم بچے جو طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوں اس سے خدا کو ان کے والدین کو روحی تکلیف دینا مراد ہے۔

جواب۔ السلام علیکم۔ بعض مضامین میرے لمبے مضامین میں سے ملخص کر کے شائع کرائے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ پورے مضمون میں اس کی پوری بحث ہو اور اگر خاص اس مضمون میں نہ ہو تو میری تالیفات کے دوسرے مواقع پر اس کی تصریح موجود ہے۔ اس کا حاصل عرض کرتا ہوں مصائب کا معاصی سے سبب ہونا یہ تمام مصائب کے لئے نہیں بلکہ حقیقی مصائب کے لئے ہے۔ کیونکہ ایک صوری مصیبت ہوتی ہے جیسا کسی معشوق کا کسی عاشق کو زور سے آغوش میں دبا لینا جس سے اس کی ہڈی پسلی بھی ٹوٹنے لگے۔ یہ صورت مصیبت

ہے جس کا اثر محض جسم پر اور روح حیوانی پر ہی ہوتا ہے۔ روح انسانی اس سے محفوظ و لذت گیر ہوتی ہے اور ایک حقیقی مصیبت ہوتی ہے جیسے ایک دشمن سے دوسرے دشمن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے پس مصیبت سے مراد قرآن مجید کی اس آیت۔ **وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم** حقیقی مصیبت ہے۔ پس لامحالہ اس کے مخاطب بھی وہی ہوں گے جو اس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ باقی اہل اللہ مثل انبیاء و اولیاء کاملین اس کے مخاطب نہیں کہ ان کی مصیبت محض صوری ہے۔ حقیقی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دل سے پریشان نہیں ہوتے۔ گو جسم متالم ہو اور ثمرہ اس کا رفع درجات ہوتا ہے یہی حال بچوں کی تکالیف کا سمجھئے۔

(۱۴۷) خلاصہ خط۔ استفسار نمبرا بوقت عشاء بعد فرض وتر چار رکعت نماز نفل ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اول رکعت میں۔ **ھو الغفور الرحیم**۔ دوسری میں **ھو البر الرحیم** تیسری میں سلام قولاً من رب رحیم چوتھی میں **عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم**۔ پڑھتا ہوں پولیس کی ملازمت کی وجہ سے حافظ...... صاحب مرحوم سے عرض کیا تھا کہ ملازمت پولیس میں جو کچھ مجھ سے کام ہو چکا ہو اور غیب سے مدد ہو کہ سب کام سچے انصاف سے نکل آویں۔ تین چار برس سے پڑھتا ہوں اب جو حضور کا حکم ہو۔

جواب- یہ طریقہ طریق مسنون نہیں ہے طریق مسنون میں زیادہ فضیلت ہے یہ آیات جو نوافل میں پڑھتے ہیں نماز سے خارج اسی تعداد میں پڑھ لیا کریں اور نماز بہ طریق مسنون پڑھیں یعنی الحمد کے بعد اس میں صورتیں پڑھیں خواہ چھوٹی خواہ بڑی جیسا وقت اور ہمت ہو۔

استفسار نمبر۲ میں نیاز اللہ تعالیٰ ثواب روح پاک حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ گزارش کیا تھا ارشاد ہوا کہ اس عمل میں کیا نیت ہے۔

جواب- اس عمل کی تفصیل مجھ کو یاد نہیں رہی میرا وہ خط ساتھ بھیجنا چاہئے تھا اب وہ خط اور یہ خط دونوں بھیجنے چاہئے اور یہ بھی لکھنا چاہئے کہ ان کو ثواب بخشنے میں کیا نیت ہے دنیا یا دین اگر دین ہے تو دین کا کون سا جزو۔ اس کو مفصل لکھیں۔

(نمبر۳) ذریعہ عریضہ حضور کا خادم ہو گیا ہو۔ حضور بھی درخواست قبول فرما دیں۔

جواب- کیسی درخواست بات صاف لکھنا چاہئے گول بات سے طبیعت پریشان ہوتی ہے۔

(نمبر۴) فلاں رات خواب دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آرام میں ہیں۔ ایک صاحب اور ہیں جن سے نیاز مند نے بات چیت کی کہ نعت پڑھو۔ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ آپ حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں کہ اتنے عرصہ میں آنکھ کھل گئی۔ طبیعت نہایت خوش تھی آنکھیں ہر چند بند کرتا تھا اور سو گیا لیکن پھر کچھ نہیں دیکھا تعبیر کا خواستگار ہوں۔

جواب۔ مجملاً اتنا ظاہر ہے کہ اچھا خواب ہے۔ باقی تفصیل تعبیر کی حاجت تو جب ہوتی ہے جب کوئی مقصود اس پر موقوف ہوتا خواب کوئی کمال یا مقصود نہیں نہ کوئی مقصود تعبیر پر موصوف ہے۔ خواب کے درپے نہ ہونا چاہئے۔

(۱۴۸) (ایک صاحب کا تحریری عرض حال جو حاضر خدمت ہیں)

(حال) مراقبہ اس امر کا کہ دل اللہ اللہ کر رہا ہے اور میں سن رہا ہوں اکثر ہوتا رہا۔

(تحقیق) مگر ذکر لسانی اس کے ساتھ بھی رکھئے۔

(حال) اور تین ہزار اسم ذات دل میں خیال کے ساتھ ہوتا رہا ویسے بھی اٹھتے بیٹھتے یہی خیال رہا کرتا ہے۔

(تحقیق) نرا خیال بدوں ذکر لسانی جیسا اس عبارت خط کشیدہ میں دو موقع پر لکھا ہے ترک کر دیجئے ذکر لسانی کے ساتھ جس قدر بھی توجہ قلب سے ہو جاوے نافع ہے۔

(حال) شروع ذکر سے اکثر گریہ بے اختیار آ جاتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ خوب زور سے روؤں لیکن ضبط کیا جاتا ہے۔

(تحقیق) ضبط کی ضرورت نہیں۔

(حال) ابیات شوقیہ و فراقیہ سے بھی رونا آ جاتا ہے بلکہ ہائے ہائے تو زور سے نکل ہی جاتا ہے۔ اعضاء رئیسہ سخت کمزور ہیں۔

(تحقیق) معالجہ طبیہ ضروری ہے اور جہر و ضرب ترک کر دینا بھی ضروری ہے۔

(حال) کسی نیک کیفیت اور حالت کے لئے جی چاہتا ہے بلکہ نہایت ہی حسرت ہوتی ہے کہ بہت سے بندگان خدا منزل مقصود کو پہنچ گئے اور جارہے ہیں۔

(تحقیق) وہ مقصود کیا چیز ہے تاکہ اس کی تعیین کے بعد اوروں کا وصول اور آپ کا

حرمان معلوم ہو۔

(حال) غالبًا تین چار بار یہ کیفیت ہوئی کہ جبکہ مراقبہ مذکورہ بالا کرنے بیٹھا تو ایسا معلوم ہوا کہ دل بہت ہی فراخ ہوگیا ہے یعنی زمین سے آسمان تک اس کے کنارے جا لگے ہیں اور تمام بدن پر ایک بوجھ پڑ رہا ہے لیکن اس بوجھ سے کوئی تنگی نہیں بلکہ ایک گونہ فرحت محسوس ہوتی تھی اور اس فراخی دل سے بھی خبر نہیں کہ کیا حالت تھی۔

(تحقیق) انبساط روحانی کی صورت مثالیہ اور حالت محمودہ ہے گو مقصود نہیں۔

(حال) یہاں آکر اسم ذات چھ ہزار کر دیا ہے۔

(تحقیق) اگر تحمل ہو عین مطلوب ہے۔

(حال) زیادہ تر خواہش اس امر کی ہے کہ جس طرح ظاہری علوم میں مبتدی کو مطالعہ کرنے کا ڈھنگ آجاتا ہے اور علم پڑھنا اسے آسان معلوم ہوتا ہے اسی طرح راہ باطنی میں بھی ایسا ڈھنگ آجاوے کہ جس سے یہ راستہ چھوٹ نہ سکے۔ اور استقامت رہے۔

(تحقیق) ڈھنگ بمعنی مناسبت تو پاس رہنے سے اور افادات کے سننے سے حاصل ہو جاتا ہے خصوص کام کرتے رہنے اور اطلاع دیتے رہنے سے۔ باقی اس ڈھنگ میں جو ایک صفت کی قید لگائی ہے وہ ڈھنگ کے علم لوازم سے نہیں وہ ایک عمل ہے جو موقوف ہی عامل کے قصد اور ہمت پر۔

(حال) براہ خدا دستگیری کیجئے۔ نہایت خراب ہوں۔ تشویشات میں مبتلا ہوں۔

(تحقیق) ایک ایک تشویش کو ظاہر کر کے فیصلہ کر لیجئے۔

(حال) تقریبا دو ہفتہ اور رہنے کا خیال ہے۔

(تحقیق) اختیار ہے۔

(حال) کیا قاری جی سے قرآن مجید درست کرتا رہوں۔

(تحقیق) ہاں ہاں۔

(حال) اگر نصیب ہوا تو ان شاء اللہ آج پرچہ بھی پیش کروں گا۔ زبانی عرض سے ہیبت ہوتی ہے۔

(تحقیق) خوامخواہ کی ہیبت کا کیا علاج۔ میں تو خادم الاحباب ہوں لیکن جو بات قابل تنبیہ کے ہوگی اس پر تنبیہ کردوں گا ورنہ پھر ہوں میں کس کام کا۔

(۱۵۱) مضمون۔ ایک جگہ کے مدرسوں میں کشاکشی ہے ان میں سے ایک مدرسہ کے ایک مدرس صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں اپنے حاضر ہونے کی بابت لکھا تھا دراصل غرض تو مدرسہ کے متعلق گفتگو کرنا تھی لیکن تمہید اس طرح لکھی کہ میرا مدت سے حاضری کا شوق لگ رہا ہے اس کے بعد غرض اصلی کا اظہار تھا کہ متولی صاحب و مہتمم صاحب کا ارادہ بھی حاضری کا ہے تاکہ جلسہ کے متعلق مشورہ لیا جاوے یہ بھی لکھا تھا کہ جملہ امور آں حضرت کی رائے پر چھوڑ دیے گئے ہیں۔ ایسے وقت میں حاضر ہو کر حضرت کی زیارت سے شرف حاصل کروں گا حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے کیسی اینچ پینچ کی تمہید لکھی ہے۔ جو اصلی غرض تھی اسی کو لکھتے۔ دوسرے یہ کہ میں ایسے جھگڑوں میں کبھی نہیں پڑتا حضرت نے جو جواب تحریر فرمادیا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(جواب) مولانا آپ سے اور طرح کا تعلق ہے جو محض دینی ہے اور مدرسہ کے متعلق اگر گفتگو ہوئی اس میں چونکہ انتظامی ضوابط کی بھی آمیزش ہوتی ہے اس لئے شاید کوئی باضابطہ جواب عرض کرنا پڑے لہٰذا آپ اگر آویں مدرسہ کے کسی کام کے لئے بالکل گفتگو نہ فرماویں اگر آنا ہو محض دین کے لئے باقی مہتممین اگر فرمائیں گے جیسا مضمون ہوگا ویسا جواب عرض کروں گا لیکن اتنی اطلاع ان کو بھی کردینا مناسب ہے کہ میں حتی الامکان ایسے امور میں مشورہ نہیں دیا کرتا۔ اور دعا سب کے لئے کرتا ہوں اس کے لئے سفر کی ضرورت نہیں۔

(۱۵۲) مضمون۔ ایک شب حسب معمول خادم بوقت تہجد مشغول ذکر تھا۔ آنکھ بند کئے دیکھا کہ سیدھے ہاتھ کی طرف ایک شخص جوان سیاہ لباس سپاہیانہ پہنے ہوئے بیٹھے ہیں اور الٹے ہاتھ کی طرف دیکھا کہ ایک مرغ سرخ قوی الجثہ کھڑا ہے۔

جواب۔ وہ شخص داہنے ہاتھ والا روح کی شکل مثالی ہے۔ یہ ہیئت اس کی اشارہ ہے خاص اوصاف کی طرف یعنی جوانی۔ اشارہ ہے قوت کی طرف۔ سپاہیانہ لباس اشارہ ہے صفت خادمیت وعبدیت کی طرف اور بائیں جو دیکھا یہ شکل مثالی ہے قلب کی چنانچہ اس کا نور

سرخ ہے اور قوت جنہ اشارہ ہے قوت معنویہ کی طرف اور مرغ کی شکل دیکھنا اشارہ ہے اس کی پرواز بجانب ملاء اعلیٰ کی طرف نیز اپنی حقیقت میں یہ متاخر ہے روح سے لہٰذا روح بشکل انسان اور قلب بشکل طائر معلوم ہوا۔ مبارک ہو بشارت سے درستی روح وقلب کی طرف۔

(۱۵۳) (حال) پھر ایک شب بوقت ذکر سامنے سے چشم راست میں ایک روشنی بہت شفاف مثل آفتاب نصف النہار طلوع ہوئی جس کے اثر سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور قلب کو فرحت حاصل ہوئی۔

(تحقیق) یہ نور ذکر ہے یا نور روح کہ زیادہ اسی شکل میں وہ نمودار ہوتا ہے۔

(حال) اور جناب یہاں خادم کا جی نہیں لگتا ہے بعضے وقت بہت دل گھبراتا ہے گو تن یہاں سے دل تھانہ بھون میں ہے۔

(تحقیق) یہ دلیل ہے محبت کی اور محبت ہادی طریق کی مفتاح مقصود ہے۔ مبارک ہو۔

(مضمون) دیگر گذارش یہ ہے کہ عرصہ دراز سے جی چاہ رہا ہے کہ کچھ اپنے گذشتہ واقعات اور جناب والا کے اوصاف وکمالات دیدہ وشنیدہ کتاب کی صورت میں لکھ کر طبع کرادوں۔

(جواب) اگر مبالغہ نہ ہو اور روایت ونقل میں پوری احتیاط کی جاوے اور اس پر کوئی دینی نتیجہ بھی مرتب کر کے دکھلایا جاوے اور بعد لکھنے کے مجھ کو دکھلا بھی لی جاوے تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر خالی مدح ہی مدح ہو فضول بلکہ عجب نہیں کہ مضر ہو۔

(۱۵۴)۔ (ایک ریاست کے ملازم کا خط) مسائل دریافت طلب (۱) یہاں سائر خرچ بعض دفاتر میں تو نقد مل جاتا ہے اہلکار حسب ضرورت اس میں سے سامان خرید کر لیتے ہیں اور اکثر دفاتر میں قلم پنسل کاغذ سیاہی وغیرہ کی تعداد مقررہ ہے خرچ کم ہو یا زیادہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی تو اس میں سے اگر بچ کے کام میں بھی صرف کر لیا جاوے یا اگر بچ جاوے اور کسی اپنے ملنے والے اہل ضرورت کو دے دیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں۔ بعض بعض اہل کار جو سامان بچ جاتا ہے اس کو فروخت کر کے رقم خرچ کر لیتے ہیں۔

(استفسار) اس کی تحقیق کرنا چاہئے کہ اگر بچے ہوئے کے خرچ کر لینے کی اطلاع اہل اختیار کو ہو تو وہ گوارہ رکھیں یا نہیں۔

(جواب استفسار) فقرہ اول کی بابت گزارش ہے کہ جس کو اصلی مالک کہنا چاہئے وہ اس وقت کوئی موجود نہیں باقی یہ عمل درآمد ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب میں مساوی ہے اور اس وقت جو اہل اختیار ہیں ان کی اطلاع میں ہے اور کسی کو ناگوار نہیں گزرتا بلکہ اس سے کم وبیش سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

جواب قطعی۔ میں نے اہلکاران گورنمنٹ سے سنا ہے کہ بچے ہوئے کا اختیار دیا جاتا ہے جیسا کہ کمی کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے اس صورت میں جواب یہ ہے کہ بچے ہوئے کو استعمال میں لانا درست ہے۔

(فقرہ ۲)۔ اگر افسر کو کسی اہلکار یا ماتحت کی نقص کارگزاری کے متعلق اس عدم موجودگی میں ان نقائص کی اطلاع دی جاوے یا شکایت کی جاوے تو یہ غیبت میں داخل ہے یا نہیں۔

(استفسار) کیا یہ شخص اطلاع دینے کے لئے مامور ہے اور وہ نقصان کس قسم اور کس درجہ کا ہے۔

(جواب استفسار) سرشتہ دار کے اپنے اختیارات تو کچھ نہیں ہوتے البتہ وہ اہلکاران دفتر کے کام کا نگراں ہوتا ہے اور یہ بات بھی اس کے فرائض میں سے ہے کہ اگر کسی اہلکار کے کام میں کوئی نقص دیکھے خواہ وہ روپیہ پیسہ یا سامان یا تحریری کارروائی کے متعلق ہو تو افسر کو اس کی اطلاع کردے اس کی کیا صورت ہے۔

(جواب قطعی)۔ آپ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ یہ اطلاع اس کے فرائض میں سے ہے۔ اب جواب یہ ہے کہ اس حالت میں اطلاع ضروری ہے لیکن اگر وہ نقصان قلیل ہو تو اطلاع کے ساتھ سفارش معافی کی بھی لکھ دینا مناسب ہے۔

(۳ نوٹ منجانب حضرت) مسائل کے لئے خاص خط آنا مناسب ہے جس میں ذکر وشغل کے متعلق اطلاع واستفسار نہ ہو طبیعت پر قدرے گرانی ہوتی ہے۔ (معذرت منجانب کاتب) کفایت کے خیال سے ایک ہی لفافہ میں مسائل کا پرچہ بھی رکھ دیا گیا تھا اگر ناگوار ہوا ہو تو معاف فرمادیں۔

(جواب معذرت) خدانخواستہ کوئی ناگواری نہیں لیکن مختلف کاموں کے جمع ہونے

سے ایک ایسے شخص کو جس کو بہت سا کام ہو گرانی اور کلفت ہوتی ہے۔

(۱۵۵) خواب یکے از خلفاء۔ میں نے کل بروز دوشنبہ بتاریخ ۵ رجب ۳۴ھ یہ خواب دیکھا کہ جامع مسجد کانپور میں اتر کی جانب جناب والا تشریف فرما ہیں اور ایک مختصر جماعت مسلمانوں کی ہے اور مقصود یہ ہے کہ حضور والا وعظ فرمادیں گے مجمع چونکہ زیادہ نہیں ہوا تھا تو خیال یہ کیا گیا کہ جب تک کوئی دوسرا بیان کرے جب مجمع پورا ہو جاوے تو حضور والا کا وعظ ہو۔ اسی اثناء میں اپنے ہی میں کے ایک صاحب نے مختصر سا بیان کیا اس کے بعد مجھ کو جناب والا نے حکم دیا کہ تم بیان کرو۔ میں نے حسب الحکم اس آیت **یاایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثیٰ** الآیہ کا وعظ شروع کیا اور نہایت ہی پاکیزہ مضامین قلب پر وارد ہوئے اور زبان سے نکلے اور میں ایک پردہ کی آڑ میں سے بیان کر رہا ہوں جب پردہ اٹھا کر دیکھتا ہوں تو مجمع کثیر ہو گیا ہے پھر اس کے بعد پردہ کے باہر آ گیا ہوں اور بیان کر رہا ہوں۔

پھر اس کے بعد یہ خیال نہیں رہا کہ جناب والا نے بیان فرمایا یا نہیں۔ دوسرا خواب یہ ہے کہ بروز سہ شنبہ بعد نماز تہجد سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد جونپور میں منبر سے اتر کی جانب بیچ کے در میں پچھم جانب رخ اقدس کیے ہوئے جلوس فرما ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ میں سیدنا حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ بیٹھے ہوئے ہیں اور میں منبر مسجد کے دکھن کی طرف ہوں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اٹھے اور کچھ ہی اٹھنے پائے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاحاً تبسم فرماتے ہوئے پیر پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ گر پڑے اور زور سے آواز دی اتنے میں اس مقام خاص پر پہنچ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پکڑے ہوئے ہیں اور میں نے پہنچ کر سر حضرت کرم اللہ وجہہ کا اس خیال سے پکڑ لیا ہے کہ مبادا کہیں پتھر پر سر مبارک نہ آ جائے کہ چوٹ لگ جاوے جب میں نے سر مبارک علی کرم اللہ وجہہ پکڑ لیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پیروں کو پکڑ کر اٹھا لیا اور اتر جانب نہایت زور سے لے چلے اور میں سر مبارک کو اپنی گود میں نہایت ادب سے لئے ہوئے چل رہا ہوں یکا یک ایک دوسرے در کے ایک گوشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

رک گئے تو میں نے اس مہلت کو غنیمت سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خوب خوب بوسہ دیا اور سجدہ کی جگہ کہ جہاں نشان سجدہ کا بن جاتا ہے اور گٹا پڑ جاتا ہے اس کو بھی بوسہ دیا اور دل ہی دل میں کہتا ہوں کہ اپنے احباب سے مل کر کہوں گا کہ میرا منہ چومنے کے قابل ہو گیا ہے پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی مسجد میں اتر جانب لیٹے ہوئے ہیں تو مجھے یہ خیال ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی مجمع مبارک میں استراحت فرما رہے ہوں گے تو میں نے عرض کیا کہ السلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے جواب دیا کہ وعلیکم السلام مگر ان حضرات میں آپ لیٹے ہوئے نہیں ہیں بلکہ مسجد ہی میں سے دکھن کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں اتنے میں میں نے چاہا کہ لپک کر مصافحہ کروں اور کچھ تیز چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مثل انوار کے ٹکڑوں کے ہو کر نظر سے غائب ہو گئے بحمد اللہ تعالیٰ) استقامت نصیب ہوتی چلی جاتی ہے۔

(تعبیر) محبی محبوبی سلمہ اللہ تعالیٰ و کرمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ نہایت مبارک خواب ہیں۔ خواب اول میں بشارت ہے کہ آپ سے اشاعت علوم نبوت کی ہوگی اور خواب ثانی میں اشارہ ہے کہ آپ حافظ و حامل علوم ولایت کے ہوں گے کہ حضرت علیؓ منتہی ہیں اکثر سلاسل کے اور سر میں دماغ ہوتا ہے جو خزانہ ہے علوم کا تو سر کی حفاظت حمل ہے علوم ولایت کا اور پاؤں پکڑ لینا مانعیت ہے رفتار متعارف سے اشارہ اس طرف ہے کہ ان علوم ولایت کی مثل علوم نبوت کے رفتار معتاد نہیں بلکہ وہ رفتار غیر معتاد یعنی مخفی ہے کیونکہ علوم ولایت ناشی ہیں احوال و اذواق خاصہ سے جو نہ مکتسب ہیں اور نہ صالح اظہار عام ہیں پس اس میں اظہار ہے تفاوت بین نوعی العلم کا اور اظہار ہے آپؐ کے تحقق بکلا النوعین کا مجموعی حالت آپ کی نعمت ہے خدا تعالیٰ شکر اور مزید عطا فرماوے (انہیں صاحب کا پھر دوبارہ خط آیا جس کا خلاصہ معہ جواب نقل کیا جاتا ہے)

(مضمون) (دوسرا خط)۔ ایک عریضہ احقر نے ارسال خدمت بابرکت کیا ہے جب عریضہ روانہ کر چکا ہوں تو مجھے سخت اضطراب اس دوسرے خواب کے متعلق پیدا ہوا۔ عجب عجب باتیں دل پر گزریں جب رات ہوئی تو اپنے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ بذریعہ رسول

اللہ علیہ وسلم کے میری تسلی فرما دی جاوے اور اس کی تعبیر سے مشرف فرمایا جاؤں تا کہ اضطراب دفع ہو۔خیر جب سویا تو یہ چار الفاظ دربار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خواب کی تعبیر میں ارشاد ہوئے وہ یہ ہیں۔اضمار۔دراضمار' استتار دراستتار' انتہا درانتہا۔اختتام دراختتام+ پھر مجھے تسلی تام ہوگئی نقل خواب بھی کرتا ہوں۔اب ان چار الفاظ کی شرح حضور والا کے دربار سے مطلوب ہے۔

جواب- السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔میں اس خواب کی تعبیر لکھ چکا ہوں۔الحمد للہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اس کی تائید ہوئی یہ اضمار دراضمار اور استتار دراستتار علوم ولایت کے متعلق ہے جس کے متعلق میں نے لکھا تھا کہ یہ علوم مخفی ہیں اور غایت تاکید کے لئے چار لفظ استعمال فرمائے گئے اور یہ انتہا درانتہا و اختتام دراختتام علوم نبوت کے متعلق ہے۔قرینۂ تقابل سے اس میں اظہار کی قید ملحوظ ہے اور غایت تاکید کے لئے یہاں بھی چار لفظ مستعمل فرمائے گئے یعنی فیض نبوت انتہا درجہ ظاہر ہوگا۔

(۱۵۶) مضمون۔ایک صاحب نے جو اہلکار ہیں خط لکھا کہ بہت سے وظیفے پڑھے لیکن ترقی تنخواہ باوجود اچھے کام ہونے کے نہیں ملتی ہمیشہ محروم رہتا ہوں اگر چہ یہ سب عمل برابر جاری ہیں لیکن میرے قلب کی ان پیہم ناکامیوں سے عجیب حالت ہوگئی کہ محض خداوند عالم کو اصل کارساز سچے طور پر سمجھ کر اس کے حضور میں التجا کی اور اس نے اب تک میری التجا منظور نہ فرمائی اس یاس و اضطراب کے توڑ میں جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آخر میں کیا کروں۔

جواب- جس قدر تدبیر امکان میں ہو تدبیر مع دعا اور جو اختیار میں نہ ہو اس میں صرف دعا اور اس کے بعد بھی ناکامی ہو تو صبر اور یہ سمجھنا کہ اسی میں بہتری ہوگی اس سے زیادہ میں نہیں جانتا انہیں صاحب نے مختلف عملیات کے عجائب بیان کر کے اجازت چاہی کہ اب میں کوئی وظیفہ جلالی پڑھوں یا سورۂ مزمل کی زکوٰۃ دوں۔ترک حیوانات کے ساتھ میں نے فلاں فلاں وظیفے پڑھے وغیرہ غیرہ۔جواب تحریر فرمایا کہ" حضرت میں نے کبھی ان چیزوں کا تجربہ ہی نہیں کیا۔

(۱۵۷) مضمون۔میری دلی تمنا تھی کہ زمانہ تعطیل میں دربار بندگان والا میں حاضر

ہوں اس حاضری سے محض یہ عرض ہے کہ یمن صحبتِ بابرکت سے توفیق الٰہی زیادہ ہو راسخ الاعتقادی اور دل میں خدا کی محبت بڑھے۔

جواب۔ چونکہ یہ امور خود غایات وثمرات ہیں جو نہ میرے اختیار میں ہیں نہ آپ کے اس لئے اس بناء پر تو آنا محتمل ندم ہے۔ البتہ اگر صرف یہ غرض ہو کہ میری باتیں سنئے گا اور جو مجھ سے پوچھا جاوے گا میری معلوم اور رائے کے موافق جواب سنئے گا تو آنے کا مضائقہ نہیں۔ مگر یہ امر اطلاع کے قابل ہے کہ یہ ضرور نہ ہوگا کہ میں ان ایام میں بالالتزام وطن میں مقیم رہوں۔ اتنی مدت تک آزادی کو روکنا دشوار ہے اگر میرا دل کہیں جانے کو چاہے گا تو بلا تکلف چلا جاؤں گا۔ ان سب امور کو دیکھ لیجئے اور مصارف خود برداشت فرماتا ہوں گے۔ اگر آیئے تو یہ خط آتے ہی مجھے دکھلا دیجئے۔

(۱۵۸) مضمون۔ میں مکہ گیا مدینہ گیا اور یہ ایسی نعمت ہے جس کا شکر یہ ہماری قدرت سے بہت زائد ہے مگر اپنی حالت اس مشہور شعر کے بالکل مطابق ہے۔

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود.......... باز آید ہنوز خر باشد۔

جیسا اپنے بزرگوں کا عیسیٰ ہونا قطعی ہے ویسا ہی اس ناکارہ کا بدتر از خر ہونا بھی بدیہی ہے۔ جس مقصد کیلئے بندہ ۱۳۲۰ھ میں رشیدی آستانہ پر حاضر ہوا تھا اور آپ کے وصال کے بعد مختلف حضرات کی خدمت میں پہنچ کر آستانہ اشرفیہ پر ۱۳۲۵ھ کو پہنچا اور جہاں تک ہو سکا ان حضرات کے ارشاد پر عمل بھی کیا ان کی خدمت میں اور صحبت میں بھی کچھ کچھ رہا اور اب تک بھی حسب صحبت ان کے ارشاد پر عمل کرتا ہوں اور جن حضرات کی خدمت میں گیا ان کی شفقت بھی برابر رہی اور اب تک ہے مگر نہ معلوم کیا چیز مانع ہے کہ اب تک حصول مقصود سے بہت دور ہوں حالانکہ برابر سنتا ہوں کہ فلاں شخص فلاں حضرت بزرگ کے ذریعہ سے کامیاب ہو گئے یہ سن کر اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ یا اللہ کیا ساری مخلوقات میں صرف میں ہی ناکامیابی کے لئے منتخب کیا گیا ہوں اور خدا جانتا ہے ہمارا مقصود ان حضرات کی خدمت میں جانے سے کوئی دنیاوی منفعت نہیں رہا اور نہ ہے محض دین اور درجہ احسان کا طلب مگر جس قدر میں نے سعی کی اسی قدر دور ہوتا گیا۔ والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا کا مطلب جو بظاہر

سمجھا جاتا ہے اس کے خلاف میں نے خود تجربہ کر لیا ہے۔ خلاصہ اپنی ساری عمر کے تجربہ کا یہ ہے کہ درجہ احسان کا حصول اگر ممکن ہے تو عنقا صفت ضرور ہے یا تخصصہ ہماری ذات میں اس کی صلاحیت ہی نہیں ہے یا اب تک مجھ کو کسی روحانی حقیقی طبیب کی قدم بوسی حاصل نہیں ہوئی ہے اور ظاہر شق ثانی ہی ہے مگر زیادہ پریشانی اس کی ہے کہ کاش ایسا خیال ہی ہمارے دل سے نکل جاتا تا کہ اطمینان کے ساتھ اور کاموں میں لگ جاتا اس کا دھیان قلب سے جاتا بھی نہیں اس لئے میں خوب جانتا ہوں کہ بہت سا کام نقصان دہ ہوتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بندہ بیکار اور فضول شخص ہے اس کہنے کا صدمہ مجھ کو نہ ہوتا اگر اپنا مقصود حاصل ہوتا یا اس کی کچھ توقع قریب بھی ہوتی۔ بہر کیف جناب والا کی خدمت میں عریضہ ہذا لکھنے کی فقط یہی غرض ہے کہ ہماری حالت سے آپ خوب واقف ہیں۔ صاف صاف بلا تواضع وانکسار و عاجزی و تکلف اولاً تو یہ فرمادیں کہ آیا ہم میں صلاحیت حصول مقصود ہے یا نہیں اور اگر ہے تو قریب یا بعید اور دوم یہ کہ ۴ مئی سے تین ماہ تک مدرسہ عالیہ میں تعطیل ہے اگر آپ کے نزدیک آپ کی خدمت میں جانا ہمارے اپنے مقصود کے لئے نافع ہو تو قدمبوسی کے لئے تیار ہوں تو یہ فرما دیں کہ کب حاضر ہوں اور اگر خدانخواستہ آپ کی خدمت میں کامیابی کی توقع نہ ہو تو آپ لوجہ اللہ اس کی تعیین فرمادیں کہ کس کے پاس جاؤں۔

جواب۔ مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ سفر حرمین مبارک اور مقبول ہو۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** حصول وعدم حصول درجہ احسان کے متعلق جس قدر آپ نے تحریر فرمایا ہے سب کی بنا ایک مقدمہ کا دعویٰ ہے وہ یہ کہ اس میں سے کوئی حصہ آپ کو حاصل نہیں ہوا بس اسی میں کلام ہے کیا قبل طلب و قبل سعی و قبل عمل و قبل حضور خدمات حضرات اہل اللہ کی جو حالت تھی بالکل اب بھی وہی حالت ہے کچھ بھی تفاوت نہیں ہوا یا کچھ تفاوت ہے۔ غالباً اگر آپ تامل و تذکرہ و موازنہ حالتین کے بعد جواب دیں گے تو یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ تفاوت نہیں۔ ضرور تفاوت کے قائل ہوں گے گو اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیں کہ تفاوت تو ہے مگر ایسا ہے کہ اس کو اعتداد و استقرار نہیں کبھی حضور ہے کبھی غیبت کبھی قوت ہے کبھی ضعف کبھی کچھ کیفیت ہوتی ہے کبھی نہیں تو یہ مسلم کیا جاویگا مگر اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کو محرومی

دنا کامی کہا جاوے۔ کیا اگر مریض کا مرض روزانہ شیئاً فشیئاً کم ہوتا جاوے اور صحت شیئاً فشیئاً بڑھتی جاوے تو کیا علاج کو غیر مفید کہیں گے بلکہ قاعدہ تو یہ ہے کہ اگر تفاوت مریض کو بھی محسوس نہ ہو صرف طبیب ہی کو اپنے قواعد طبیہ کی سے معلوم ہوتا ہو اور وہ اس کا حکم کرے تب بھی مریض کو واجب ہوگا کہ تسلیم کرے اور حق تعالیٰ کا اولاً اور اطباء کا ثانیاً شکر گزار ہو ورنہ سخط حق اور کدورت اطباء کا قوی اندیشہ ہے جو احیاناً مفضی ہو جاتا ہے سلب نعمت کی طرف وتحسبونہ هینا وهو عند الله عظیم وہ مریض سخت غلطی کر رہا ہے کہ خود اپنے مرض کے متعلق ممتنع البرء ہونے کی تشخیص کر رہا ہے اور اس سے بڑھ کر اس کی یہ غلطی ہو گی کہ اس کو خدا تعالیٰ نے عزم و سامان معالجہ کا دیا ہوا اور وہ اس کی ناقدری کر کے یہ تمنا کرے کہ کاش عزم ہی دل سے نکل جاتا کہ بے فکری سے دوسرے فضول یا مضر کاموں میں یکسوئی سے مشغولی ہوتی۔ مولانا اگر طلب اور حق تعالیٰ کے ساتھ زیادت تعلق محبوب ہے تو کیا دوسرا کام بھی اس پر ترجیح رکھتا ہے یا لائمین کے کہنے سے صدمہ ہو سکتا ہے اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ حق کی طلب ہی نہیں بلکہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ مطلوب مطلقاً تو مطلوب نہیں اگر وہ وعدہ وصال کرے تو کوشش کریں ورنہ گولی ماریں سبحان اللہ کیسی اچھی طلب ہے۔ مولانا ایک قحبہ عورت بھی اپنے طالب سے اس کو گوارہ نہیں کر سکتی چہ جائے کہ حضرت حق جل شانہ اب اس پر بطور تفریح کے کہتا ہوں کہ اگر بقول آپ کے آپ کی محرومی کو تسلیم کر لیا جاوے تو اس کی وجہ اب سمجھ لیجئے کہ آپ کی طلب کی یہ شان ہے اگر یہ ہے تو اللہ کی امان اصلاح کیجئے اور عنایتیں دیکھئے آخر خط میں جو یہاں تشریف لانے کے متعلق معلق مشورہ دریافت کیا ہے سو حضرت اس کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا۔ آپ خود کر سکتے ہیں کیونکہ شرط نفع مناسبت و کمال حسن ظن بحیث لایشترک فیہ احدا ہے سو اس کا اندازہ ظاہر ہے کہ میں نہیں کر سکتا پھر جوامر اس پر مبنی ہے یعنی تعیین مطلب۔ اس کا فیصلہ میں کیسے کر سکتا ہوں۔

دوسرا خط

مضمون– ہادی زماں مجدد دوراں عمت فیوضکم۔ خدام والا نے نیاز مند کے عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا وہ غالباً قبل رمضان شریف بندہ کو ملا تھا۔ اس کو دیکھ کر بہت

عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا وہ غالباً قبل رمضان شریف بندہ کو ملا تھا۔ اس کو دیکھ کر بہت رنج ہوا اور مختلف خیالات کثیرہ پیدا ہوئے اور کئی دفعہ ارادہ بھی ہوا کہ جناب والا پر اس کو ظاہر کیا جاوے مگر اولاً تو طول دوم حضور کے وقت ضائع ہونے کا اندیشہ تیسرے غیر مفید آج ۲۴ رمضان المبارک ہے اخیر عشرہ ہے ایسے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب باری تعالیٰ کے جود و مغفرت کی شان مخفی نہیں لہٰذا نائب الرسل اور اہل اللہ کی شان بھی علی حسب مراتب امرین مذکورین میں دیگر اوقات کے اعتبار سے بہت ممتاز ہونی چاہئے۔ لہٰذا عرض ہے جناب والا نے جو کچھ ارشاد فرمایا فرمایا ہے اس کا منشاء اگر نفس الامر میں غصہ اور غضب ہے تو نہایت عاجزی و لجاجت سے عرض ہے کہ اللہ ہماری خطاء اور قصور معاف کی جاوے۔

جواب۔ توبہ توبہ

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

میں مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ خود ہزاروں تقصیرات میں ملوث ہوں نہ کہ دوسرا کوئی میرا قصوروار ہو اور میں معاف کروں۔ اگر بفرض محال آپ کے خیال میں کوئی بات ایسی ہے تو میں نے معاف کیا مگر مولانا موقع پر معاملہ کی بات تو کہی ہی جاتی ہے خواہ خوشامد سے یا غصہ سے۔

مضمون۔ جناب والا نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا منشاء اگر نفس الامر میں غصہ اور غضب ہے تو نہایت عاجزی و لجاجت سے عرض ہے کہ للہ ہماری خطا اور قصور معاف کی جاوے اور آئندہ سے ان شاء اللہ ایسی صاف تحریر نہ کروں گا۔ **رضینا باللہ ربا و بالا سلام دینا وبمحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبیا ورسولا وباشرف علی ولیا ومرشدا۔**

اور اگر خدانخواستہ خدام والا پر وہ امر بطور الہام وکشف ظاہر ہوتا ہے اور خدانخواستہ خدام والا اس پر پختہ ہو گئے ہیں تو نہایت صدمہ و افسوس کے ساتھ عرض ہے۔

جواب۔ یہ دو بعید احتمال تو آپ کو ہوئے جو اصل منشاء اس کا ہے جو اس کے خطوط میں موجود ہے اور جس کا حوالہ میں نے اپنے خط میں بھی دیا ہے آپ کو اس کا احتمال نہ ہوا۔ ملاحظہ ہو میرا خط اخیر جس میں میرے اس خطاب کی بناء مصرحاً مذکور ہے اس قول میں چونکہ میرے اس

خط کے بعد بھی رنج ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ میری یہ عرض ہی مبنی ہے اس پر کہ میرے اس خط خاتمہ التبلیغ کو ذہن میں جگہ نہ دیں پس یہ حکم قضیہ شرطیہ ہے جس کا مقدم آپ کا فعل ہے اور تالی میرا فعل پھر آپ مقدم سے قطع نظر کر کے تالی سے متوحش ہوتے ہیں۔ فیا للعجب.

مضمون- میں جو اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو ابتداء حضوری آستانہ اشرفیہ سے آج تک جس کو ۹ یا ۱۰ برس کا زمانہ ہوتا ہے اپنی کسی حالت کو ایسا نہیں پاتا ہوں جس کو میں یہ کہہ سکوں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات آستانہ عالیہ اشرفیہ کے ذریعہ سے اس ناکارہ کو عطا فرمائی سوائے چند سورۂ قرآنیہ کی تھوڑی سی صحت خوانی کی۔ اس عرصہ میں بہت سے حضرات حضور کی برکت اور توجہ سے کس کس مرتبہ عالیہ پر پہنچے ہوں گے مگر ہماری شور بختی کی یہ حالت۔ تہید ستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل الخ۔ مگر الـذیـن لایشقی جلیسھم کی بنیاد پر مجھ کو یقین ہے کہ گو اس عالم میں کوئی اثر مجھ کو محسوس نہیں ہوا مگر ان شاء اللہ اس عالم میں ارحم الراحمین اور ہمارا خالق اور ہمارا رب ہرگز محروم نہ کرے گا۔

جواب- پھر یہ کیا تھوڑی بات ہے بلکہ اصل تو یہی ہے اگر یہاں بھی کچھ ہو جاوے تو اس سے بھی مقصود یہی ہے جب مقصود بالذات کا یقین ہے پھر شکوہ شکایت و مایوسی کیسی۔

مضمون- خدا خوب جانتا ہے کہ اب تک جس بزرگ کی خدمت میں بندہ حاضر ہوا محض ابتغاءً لوجہ اللہ حاضر ہوا یہ تو خداوند تعالیٰ سے مجھ کو امید ہے اور خدام والا سے نہایت الحاح اور زاری کے ساتھ چند امور عرض کرتا ہوں (۱) للہ آپ خادم سے بالکل قطع تعلق نہ فرماویں بلکہ اس عالم میں فقط دعاء خاتمہ بالخیر اور اس عالم میں شفاعت سے امداد فرمادیں۔ کہ مستحق کرامت گناہ گارانند۔

جواب- مولانا میں نے اپنے خط میں اس سے کب انکار کیا ہے وہ ایک خاص خدمت ہے جس سے عذر کیا ہے اور وہ بھی آپ ہی کی خدمت نہ لینے کی بنا پر۔

مضمون- (۲) اگر حضور کے نزدیک کوئی ایسے شخص ہیں جہاں ہم جیسے بیکار اور نکمے کی کامیابی ممکن ہو تو للہ دریغ نہ فرماویں اب تک ہم نے اپنی رائے سے طبیبوں کو منتخب کیا تھا مگر

اب خدام والا جیسے مذاق اور کاملین کی رائے سے منتخب کروں گا ان شاء اللہ برکت عطا ہوگی۔

(جواب) مولانا نفع کے جو معنیٰ آپ سمجھے ہوئے ہیں جو کہ شیخ کے اختیار میں نہیں ہیں اس نفع کا پہنچانے والا آپ کو کہاں سے بتلاؤں جبکہ تمام عالم میں بھی اس کا وجود نہ ہو۔

مضمون (۳) گو اہل فن کے نزدیک وصول نفع کے لئے یہ شرط ہے کہ شیخ سے کل تعلقات سے زیادہ قوی تعلق ہو مگر کیا کروں طالب علمی سے لے کر اب تک زیادہ برابر اپنا مزاج ایسا ہی رہا کہ جس مقصود کو لے کر جس کے پاس گیا اس مقصود میں جہاں تک زیادہ نفع پہنچتا گیا اسی قدر معلم اور مفید سے زیادہ تعلق پیدا ہوتا گیا۔ ابتداءً کبھی کسی کا قوی معتقد میں نہیں ہوں ہاں یہ ضرور ہوتا ہے جب کسی کے پاس کسی چیز کے حاصل کرنے کے لئے گیا تو اولاً قرائن حالیہ مقالیہ سمعیہ وغیرہ سے اتنا معتقد ضرور ہو لیتا ہوں کہ ان شاء اللہ ضرور فلاں شخص سے میرا کام نکلے گا بس اس کے بعد جس قدر زیادہ نفع محسوس ہوتا گیا اسی قدر اس کی وقعت اور اس سے تعلق قوی ہوتا گیا۔ یہ حالت میری فطری ہے جس کے خلاف شاید نہیں ہو سکتا ہے اور اہل فن کا وہ قول ہمارے فہم سے باہر ہے یہ عیب مجھ میں ضرور ہے۔ اہل فن کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصول نفع عن الشیخ موقوف ہے قوی واعلیٰ تعلق بہ شیخ پر یہ امر ہمارے فہم فطرت سے بالکل باہر ہے بلکہ اقویٰ واعلیٰ تعلق بالشیخ کو موقوف ہونا چاہئے حصول مقصود پر ہاں مطلق حسن ظن بالشیخ البتہ موقوف علیہ حصول مقصود کا ضرور ہے ایک عیب تو یہ ہے اور دوسرے یہ کہ میں کسی کی محبت واعتقاد میں ایسا ہرگز مغلوب نہیں ہوتا ہوں کہ حسن وقبح کی بالکل تمیز ہی مرتفع ہو جاوے۔

جواب۔ یہ جو دو عیب لکھے یہ عیب نہیں ہیں اور نہ اکابر اہل فن کے یہ خلاف ہے ان حضرات کا وہ مطلب نہیں جو آپ سمجھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ استفادہ کے وقت اس کو ظناً انفع سمجھے اور اس ظن کا درجہ اتنا ہونا چاہئے کہ دوسری طرف نگرانی سے اس کو مانع ہو۔ پھر جب ایک معتد بہ زمانہ تک نفع نہ ہو اول اسی شیخ سے اس کی وجہ تحقیق کرے اگر تسلی نہ ہو تو پھر دوسرے سے استفادہ کرے اسی ظن مذکور کے ساتھ باقی مغلوب المحبت ہونا ضروری نہیں۔

مضمون۔ بخدا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ بہت مختصر عریضہ لکھوں گا مگر کچھ طول ہو گیا

سبقت رحمتی علیٰ غضبی۔ ۲۳ رمضان المبارک ۳۴ھ۔

جواب۔ نہیں ضروری بات میں اگر طویل بھی ہو مضائقہ نہیں۔ اطمینان فرمادیں۔

مضمون۔ دونوں عریضوں کا جواب ملا مگر اس سے تشفی نہیں ہوئی بلکہ بعض امور کے متعلق صاف صاف کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی مگر جب تک جناب والا اس کے عرض کرنے کی اجازت نہ دیویں گے تو اس کے اظہار کی جرات نہیں ہوتی۔

مرے دل کی حسرتوں کو تمہیں منصفی سے دیکھو

جو تمہارے دل میں ہوتیں تو تمہیں قرار ہوتا

جواب۔ مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ چونکہ میرے اس خط کے بعد بھی جس کو میں خاتمۃ التبلیغ سمجھتا ہوں کچھ فرمانے کی حاجت باقی رہ گئی تو یقیناً میرے پاس اس کا جواب نہیں۔ اس لئے اس کے اظہار کی اجازت دینا کلفت میں پڑنا اور کلفت میں ڈالنا ہے لہٰذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہ فرمادیں بالیقیں مجھ سے آپ کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ اگر طلب ہے تو اور شیوخ موجود ہیں ورنہ خیر۔ دعا خیر البتہ اس حال میں بھی کرتا ہوں۔

(۱۵۹) (مضمون خط بطور خلاصہ) احقر کے قلب میں یہ بات از خود آ رہی تھی کہ یہ ورود کیفیات حضرت والا کی نسبت کا اثر ہے۔ والا نامہ سامی سے اپنے اس خیال کی تائید پا کر حق تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کیا کہ الحمد للہ اس ناچیز کو نسبت سامی سے گونا مناسبت حاصل ہوگئی۔ طالب کے لئے مربی کیساتھ مناسبت کا پیدا ہو جانا بڑی دولت ہے اور واللہ باللہ اس میں اپنے اختیار کا کوئی دخل نہیں پاتا یہ صرف حق تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ لو انفقت مافی الارض الخ۔ اس پر دلیل شاہد ہے فللّٰہ الحمد اولاً و اخراً اس سے پہلے عریضہ میں ایک خواب عرض خدمت کیا تھا اور یہ آرزو ظاہر کی تھی کہ جی یوں چاہتا ہے کہ حدیث خواب کی جگہ کوئی حدیث یقظہ عرض کروں۔ توجہ والا کے قربان جاؤں کہ ایک ہفتہ بھی نہیں گزرنے پایا کہ حدیث یقظہ عرض کرنے کا بھی موقعہ نصیب ہوگیا۔ اب مجھے اپنے مقصود میں کامیابی کی بہت بڑی امید ہے حق تعالیٰ آں ابر رحمت کو بایں توجہات ہمیشہ تشنگان ہدایت کے سروں پر دائم و قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔۔ چند روز سے جی میں شوق پیدا ہوتا

ہے کہ بعد ذکر نفی اثبات کے کسی قدر صرف ذکر اثبات یعنی الا اللہ بھی کر لیا کروں۔ ایک دو روز کیا بھی عجیب کیفیت محسوس ہوتی ہے اگر حضرت اجازت فرمائیں تو ہمیشہ کر لیا کروں۔ بتقدیر اجازت کس قدر کر لیا کروں۔

جواب:- بارہ تسبیح میں تو چار سو ہے۔ کم و بیش اپنی فرصت اور تحمل اور دلچسپی پر دیکھ لو ورنہ اتنا ہی کافی ہے۔

مضمون-اور ذکر الا اللہ میں بھی تصور احاطہ نور بالقلب ہی کیا جائے یا کوئی دیگر تصور ہے۔

جواب- اگر یہ آسانی ہو جاوے تو یہی کریں ورنہ جو سہولت سے ہو سکے اور اگر کسی تصور کے نہ ہونے میں سہولت ہو تو ایسا ہی کریں۔

مضمون- امراض قلبیہ میں سے اپنے اندر بخل کا مادہ بھی پاتا ہوں۔

جواب- جو درجہ طبعی ہوتا ہے اس کے ازالہ کا اہتمام ضرور نہیں۔ سعی سے کامیابی کم ہوتی ہے اور نہ اس پر مواخذہ ہے بلکہ جب وہ مادہ حق تعالیٰ نے رکھا ہے تو اس شخص کی اسی میں مصلحتیں ہیں۔ جب اس کے خلاف میں مصلحت ہو گی خود حق تعالیٰ بلا کسب بدل دیں گے البتہ حقوق واجبہ میں اخلال نہ ہونے پاوے۔ سو الحمدللہ اس سے محفوظ ہو۔

مضمون۔ آدمیوں سے چونکہ الگ رہنے کو جی چاہتا ہے تو بات بات پر غصہ آ جاتا ہے مگر ضبط کر لیتا ہوں یہ کبر کا شائبہ معلوم ہوتا ہے۔

جواب- یہ کبر نہیں ہے توحش عن الخلق ہے جو مسبب ہے انس مع الحق ہے۔ اور کبھی سبب بھی ہو جاتا ہے۔ انس مع الحق کا بیفکر رہیں۔ ہاں برتاؤ میں اعتدال سے تجاوز نہ کریں اور اگر اس کا صدور ہو جاوے استغفار کریں۔ زیادہ فکر میں نہ پڑیں۔

مضمون- اپنے دل میں ایثار کا مادہ نہیں پاتا کہ بھائی مسلمانوں کو اپنے اوپر مقدم کروں اپنی ہی اغراض مقدم معلوم ہوتی ہیں۔

جواب- اس کا وہی جواب ہے جو اوپر بخل کے متعلق لکھا ہے الحمدللہ راستہ پر چل رہے ہو۔ حق تعالیٰ مقصود تک بھی پہنچا دیں گے۔

(۱۶۰) مضمون- بعض وقت نفل وغیرہ پڑھنے سے (یہ خیال آ کر کہ لوگ ریا کار کہیں

گے یا اچھا کہیں گے تو نفس خوش ہوگا۔ باز رہ جاتا ہوں نہیں معلوم یہ ناکارہ ہر طرح اسی سے محروم رہے گا دعا کی ضرورت ہے اور حضور کی تجویز سے جو علاج میرے مرض کا ہو۔

جواب- ریا کا خیال شیطانی خیال ہے باوجود اس خیال کے بھی کام کرنا چاہئے اور مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ محروم رہو گے یا کیا مجھ کو اپنا ہی حال معلوم نہیں پھر یہ کہ اپنی کوتاہی جب سبب محرومی کا ہو تو دوسرا کیا علاج کرے معلم کا کام اتنا ہے کہ طالب کام کرے اور اطلاع حالات کی دے کر جو کچھ پوچھنا ہو پوچھے۔ بدوں اس کے کوئی کھیر تو ہے نہیں کہ چٹا دی جاوے گی۔

(۱۶۱) مضمون- ایک دیندار نوکر میرے یہاں ہے مجھے اس سے بہت انس ہے لوگ اس کو ورغلاتے ہیں کہ مزدوری میں زیادہ نفع ہے۔ تعویذ مرحمت فرمایا جاوے کہ وہ میرا مطیع اور فرمانبردار ہو جاوے اور پھر مجھ سے علیحدہ نہ ہو۔

جواب- افسوس اپنی غرض کے لئے آپ ایک مسلمان کی مصالح اور آزادی میں خلل ڈالتے ہیں اپنی اس خودغرضی کا تعویذ ڈھونڈھیئے۔

(۱۶۲) مضمون- (۱) دربارہ تعلیم طالب کے بندہ کو ہر وقت بفضلہٖ حضور کے طالب ہونے کے بارہ میں اشارات ہو رہے ہیں۔

جواب- اس کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آیا جواب کیا دوں۔

(۲) دربارہ حقہ نوشی درشریعت جائز یا ناجائز۔

جواب- کیا کچھ ضرورت و مجبوری ہے۔

(۱۶۳) ایک صاحب نے ایک مدرسہ توکل پر کھولا ہے انہوں نے کچھ باتیں دریافت کیں جو ذیل میں درج ہیں۔ حضرت نے جواب لکھ کر فرمایا کہ یہ توکل کو سمجھے ہی نہیں۔

مضمون (۱) امسال شہر کے سات لڑکے حافظ ہوئے ہیں ان کے وارث کہتے ہیں کہ رمضان کے بعد اگر آپ نے کچھ انتظام ان کی پڑھائی کا کیا یعنی عربی فارسی پڑھنے کا تو خیر ورنہ مدرسہ سرکاری میں داخل کیا جاوے گا۔ اب اس بات کا کیا انتظام کیا جاوے۔

جواب- میں کیا بتلاؤں۔ مگر جو بات آپ کے قابو کی نہیں اس کے پیچھے کیوں پڑے۔

(۲) اب کوئی آدمی ایسا متوکل نہیں ہے کہ جو بلا تنخواہ عربی فارسی پڑھاوے اب کیا کیا جاوے۔

(۲) اب کوئی آدمی ایسا متوکل نہیں ہے کہ جو بلاتنخواہ عربی فارسی پڑھاوے اب کیا کیا جاوے۔

جواب- جواب مثل سابق۔

(۳) یہ جو پرانا دستور ہے کہ جو لڑکا پڑھتا ہے اس کے والدین بعد ختم قرآن آمین دلاتے ہیں۔ آیا یہ آمین کی آمدنی لینا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ جو اپنی خوشی سے بلا طلب کے دے۔

جواب- اس میں شبہ کیوں ہوا۔

(۴) دوسرے یہ آمدنی آمین کی کس کا حق ہے آیا استاد کی یا مدرسہ کا۔ اب تک استاد کو دی جاتی تھی۔

(جواب) دینے والے سے پوچھنا چاہئے اس کے خلاف رائے ناجائز ہے۔

(۵) ایک آمین تصنیف فرمادیں۔

جواب- سبحان اللہ کیا اچھی فرمائش ہے اور یہ کس نے کہا کہ آمین پڑھ پڑھ کر وصول کیا جاوے کیا بدوں اس کے والدین نہ دیں گے۔ اگر یہ بات ہے تو ایسا لینا ہی کب مناسب ہے وہ تو ایک قسم کا سوال ہی ہے۔

(۶) عرض ہے کہ جو لوگ چندہ ماہوار سہ ماہی سالانہ دیا کرتے تھے ان میں سے بعض بعض کبھی کبھی آکر حساب دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے ذمہ کیا ہے۔ ہم نے بہت دن سے نہیں دیا ہے کیا جواب دیا جاوے۔

جواب- یہ کہہ دیا جاوے کہ ہم حساب سے نہیں لینا چاہتے جو دے دو گے لے لیں گے اگر حساب سے دینا ہے دینے والا حساب رکھے۔

(۷) بعض آدمی آکر کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ لڑکوں کو بھیج دو ہم کچھ اناج مدرسہ میں دیں گے ان کے ساتھ بھیجا جاوے یا نہیں۔

جواب- بالکل ذلت ہے یہ دینے والے کے ذمہ ہے۔

(۸) کمترین اس وجہ سے حاضری سے مجبور رہا کہ کام مدرسہ میں بکثرت ہو رہا ہے۔ میری غیر حاضری سے بالکل حرج ہو جاوے گا۔

جواب- اس عذر کی کیا ضرورت ہم کو تو یاد بھی نہیں اور اگر یاد بھی ہوتا تب بھی ہم ہی

(۱۶۴) مضمون۔ (۱) رخصت چار پانچ روز کی لے کر حاضر ہوسکتا ہوں اور جی بھی بہت چاہتا ہے مگر شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ سیری نہ ہوگی کیونکہ صرف مشکل سے دو یا تین روز قیام رہ سکے گا۔

جواب۔ یہ وسوسہ نہیں یہ عقل کہتی ہے۔

(۲) مگر قلب یہ کہتا ہے کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی۔

(جواب) یہ قلب نہیں کہتا شوق کہتا ہے یعنی قلب من حیث الشوق کہتا ہے اور عقل کا فتویٰ مقدم ہوتا ہے شوق کے فتوے پر مقدم ہی پر عمل کیجئے۔

(۱۶۵) خواب؟ امشب خادم نے ایک خواب دیکھا جس سے دل کو بہت ہی خوشی حاصل ہوئی وہ یہ ہے کہ میں تھانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور وہاں ایک بڑا میدان ہے اور ایک طرف بڑے اونچے اونچے مکان ہیں اور ہر چار طرف باغ ہے اور مکانوں کی دیواروں پر درخت ہیں اور ان میں لمبے پھل ہیں۔ اتنے میں حضور کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جاؤ جنگل ہو آؤ۔ میں اور ایک آدمی حافظ...... نام کا ہے دونوں باغ میں چل دیئے ایک جانب باغ ہے اور ایک جانب مکانات ہیں اور گلاب کے درخت کثرت سے ہیں اور پھول بہت ہیں اتنے میں ایک آدمی ملا۔ اس کے ہاتھ میں تالیاں ہیں اب ہم تینوں آدمی آگے کو چلے بہت دور جا کر ایک مکان آیا۔ اس میں سات کوٹھری ہیں اس آدمی نے پڑھ کر ایک کو کھولا اس سے دریافت کیا کہ یہ کس کی ہے۔ اس نے کہا یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے پھر اس نے دوسری کو کھولا اس کو دریافت کیا تو کہا کہ یہ تمہارے حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی ہے اور اس وقت سے یہ دل میں آ رہا ہے کہ یہ بہشت ہے اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

(تعبیر) خواب نہایت مبارک ہے اللہ تعالیٰ اس کے برکات ہم کو آپ کو نصیب فرماویں۔

(۱۶۶) مضمون۔ (۱) درود شریف مستغاث میرا ورد ہوا کرتا ہے مگر جو کچھ اس کی صفت لکھی گئی ہے اس سے اس بے قسمت کو کچھ بہرہ نہیں ملا۔

جواب۔ ثواب سے زیادہ کیا بہرہ ہوتا ہے۔

(۲) صرف ثواب آخرت کے لئے پڑھتا ہوں اگر کوئی کہے کہ کچھ ذوق و شوق بھی ہو

تو وہ مجھے حاصل نہیں طالب ہوں۔

جواب- رضا اصل مطلوب ہے اگر ذوق وشوق نہ ہو نہ سہی۔

(۱۶۷) ایک خط کا جواب۔ یہ تبدل (یعنی اوقات کا از جامع) جو بضرورت ہوا ہے (بوجہ چھوٹی رات ہونے کے آنکھ نہیں کھلتی تھی) ذرا بھی مضر نہیں۔ باقی تغیر احوال کا سلوک میں یہ امر لازمی ہے اس کی طرف التفات نہ فرماویں۔ مقصود اصلی کے ساتھ ان سب طرق کو یکساں نسبت ہے۔ دوام و استقامت اس میں اصل ہے جس کا آپ نے عزم فرما رکھا ہے۔ حق تعالیٰ مدد و برکت فرماویں بعد نماز فجر اور بعد مغرب سب برابر ہے اگر ایک جگہ بیٹھنا کسی وجہ سے نہ ہو سکے تو چلتے پھرتے بھی کافی ہے البتہ اگر ایک وقت میں تو بیٹھنا ممکن ہو اور دوسرے میں نہ ہو تو اس وقت کو ترجیح ہے جسمیں بیٹھنا ممکن ہے۔

(۱۶۸) مضمون- ایک خواب کی تعبیر کے لئے جناب کو تکلیف دینا چاہتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں کہ جناب کو یہ درخواست میری ناگوار خاطر نہ ہو کیونکہ کسی جگہ تعبیرات پوچھنے سے جناب نے ممانعت فرمائی ہوئی ہے لیکن میری طبیعت چونکہ خواب کے بعد سے بہت مضطر اور فکر مند ہے کہ خبر نہیں کہ کون سی خطائے عظیم میری مجھے دکھلائی گئی ہے یا کوئی روحانی مرض ہے۔ آپ کی توجہ سے اگر کچھ پتہ چل جائے گا تو اس کی تدبیر میں مشغول ہوں گا آپ سے بڑھ کر میری نظر میں میرا شفیق ہمدرد اور معالج کوئی ہے نہیں۔

چند روز ہوئے خواب میں گویا میں تھانہ بھون کی مسجد میں ہوں جناب بھی وضو کر کے ہاتھ منہ صاف فرما رہے ہیں میں نے نیت باندھنے کا ارادہ کیا اور بہ آواز یہ لفظ کہے دو رکعت نماز یا شاید چار رکعت تو آپ نے اس کے برعکس فرمایا کہ پہلے چار یا دھو پڑھو میں نے عرض کی بہت اچھا۔ پھر آپ نے فرمایا بہتر یہی ہے یا شاید یہ کہا کہ حکم یوں ہی ہے آگے تمہاری مرضی میں مجبور نہیں کرتا میں نے بعجز عرض کیا کہ میں تو جناب کے ارشادات کا منتظر رہتا ہوں اور تعمیل کو دین و دنیا میں اپنا فخر و سعادت سمجھتا ہوں اور اس عنایت کا شکر گزار ہوتا ہوں۔ آنکھ کھلنے کے بعد طبیعت میں سرور و بہجت کا اثر تھا۔ پس میں نے جانا کہ آنجناب سے مزید استفاضہ کی علامت ہے کیونکہ پہلے بھی ایک مرتبہ قریب قریب ایسا ہی ایک خواب دیکھا تھا تو جناب نے از راہ عنایت حزب

البحر کی اجازت بخشی تھی کل دوپہر کو سورہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ گویا میرے منہ میں بہت سے جانور اس طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے میں چمٹی ہوئی ہوتی ہیں اور شکل بھی ان کی شہد کی مکھیوں سے قریب قریب ملتی ہے۔ مگر شہد کی مکھیاں نہیں کچھ اور جانور ہیں میں منہ پھاڑ پھاڑ کر آئینہ میں دیکھتا ہوں اور وہ بھی پرے یعنی حلق کے اندر گھسی جاتی ہیں دل میں کہتا ہوں کہ یہی سبب ہے جو مدت سے بیمار رہتا ہوں اور میرے حلق میں جلن رہتی ہے۔ پیاس کا غلبہ بھی اسی باعث ہے میرے والد ماجد بھی جو زندہ ہیں گویا قریب ہی بیٹھے ہوئے تلاوت کررہے ہیں۔ انہوں نے دیکھ کر فرمایا کہ کیا ہے اور پھر انگلی میرے منہ میں ڈال کر ان جانوروں کی ایک لڑی سی توڑ لی۔ منہ سے باہر نکلتے ہی وہ جانور اڑ اڑ کر پھر میرے منہ کی طرف آنے لگے۔ میں نے منہ کو بند کرلیا اور نتھنے بھی۔ وہ میرے ہونٹوں پر چپٹنے لگی کچھ گزند تو ان کا محسوس نہ ہوتا تھا البتہ کراہت اور وحشت سی ان سے طبیعت کو ہوتی تھی ناچار منہ کھولنا پڑا اور وہ پھر حلق میں جا چمٹے۔ والد صاحب نے یہ بھی کہا یا شاید کسی اور کی آواز تھی۔ کہ یہ تو وہیں جائیں گی جہاں سے آئی ہیں۔

جواب۔ یہ دنیا کے خیالات اور نفس کی ہوسیں جن کی تعیین غالبًا میں اپنے اور آپ کے خطوط سابقہ دیکھ کر کرسکتا ہوں۔

(۱۶۹) مضمون۔ ڈاکٹر......جن کا حال پیشتر عرض کرچکا ہوں ہمارے شفاء خانہ میں رکھ لئے گئے ہیں یہ پکے مرزائی ہیں اور میری ان کی روزانہ گفتگو ہوتی ہے مگر ان کی تسلی تو کیا الٹا بعض اوقات میں چکر میں پڑ جاتا ہوں اس لئے چند رد کی کتابوں کا نام حضور تحریر فرمایئے تاکہ ان ڈاکٹر صاحب کو مسلمان بنادوں۔

جواب۔ ایسی حالت میں نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان سے گفتگو کیوں کی جاوے اور نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان کو کیوں رکھا جاوے خدا نہ کرے ان کی اصلاح میں اپنا افساد نہ ہو جاوے کتابیں میں نے اس مبحث میں دیکھی نہیں۔ مولوی ثناء اللہ غالبًا کافی فہرست بتلا سکیں گے اور یہ لوگ بڑے سخت ہوتے ہیں ان کی روبراہ ہونے کی شاید آپ کو امید ہو۔

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

(۱۷۰) مضمون۔ دہلی میں ایک مدرسہ پنجابی سکول کے نام سے ہے وہاں ملازمت

بھی کی لیکن خیال آیا کہ یہ روپیہ لینا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اس لئے نوکری چھوڑ دی تجارت شروع کی لیکن بکری بالکل نہیں ہے نہایت سختی میں مبتلا ہوں۔

جواب۔ اگر ممکن ہو پھر معلّمی کی نوکری کرلیں وہ ناجائز نہیں ہے اور کتاب اکسیر کا مطالعہ کریں اور بعد عشاء کے گیارہ سو بار یا مغنی مع اول وآخر درود شریف ۱۱ بار پڑھ کر دعا کیا کریں۔

(۱۷۱) مضمون۔ مدت سے ارادہ ہے کہ حاضر خدمت شریف ہو کر بیعت سے مشرف ہوں۔ مگر کاروبار دنیوی سے فرصت نہیں ملتی امیدوار ہوں کہ بذریعہ خط حضور مجھ کو بیعت فرمالیں۔

جواب۔ میری کیا کیا کتابیں دیکھی ہیں اور ان کو دیکھ کر اپنا طرز زندگی کیا کیا بدلا ہے۔

(۱۷۲) مضمون۔ ایک عریضہ ارسال کیا تھا ٹکٹ نہ ملنے کی وجہ سے جواب کے لئے ٹکٹ ارسال نہ کرسکا لیکن لفافہ پر یہ نوٹ لکھ دیا تھا کہ مہربانی کر کے بیرنگ لفافہ میں جواب ارسال کردیں اب مجھے حسرت وافسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ آج تک جواب نصیب نہیں ہوا اور آپ کی ذات ستودہ صفات سے اس کی ہرگز ہرگز امید نہیں تھی میرے دل میں جو کچھ آپ کے لئے عزت ہے اسے میں ہی اچھی طرح جانتا ہوں اس شکوہ کے لئے بھی عرض ہے کہ اگر طبع نازک پر گراں معلوم ہو تو للہ معاف فرماویں۔

جواب۔ آپ اس شکوہ میں اس لئے معذور ہیں کہ آپ کو اصل حال معلوم نہیں۔ میں پہلے بیرنگ بھیج دیتا تھا مگر بعضوں نے واپس کردیا اور بعض دوسری جگہ چلے گئے اس لئے واپس آیا اور دونوں حالتوں میں مجھ کو محصول دینا پڑا اور میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس سے یہ معلوم کرسکوں کہ اس جگہ ایسا ہوگا یا نہیں۔

(۱۷۳) مضمون۔ میرے شوہر کی والدہ چار ماہ سے بیمار ہے ان کی بیماری کی وجہ سے وظیفہ کبھی ناغہ ہو جاتا ہے۔

جواب۔ کچھ حرج نہیں۔ بیمار کی خدمت کا ثواب بھی کچھ کم نہیں۔

مضمون۔ اور جب سے ناغہ ہونے لگا ہے تب ہی سے میرا خیال ورد وظائف کرنے کے وقت خدا پاک کی طرف نہیں لگتا میں کیا کروں۔

جواب۔ حتی الامکان کرتی رہو۔

جواب- اس وجہ سے میں نے آپ کی طرف کوئی خط بھی نہیں لکھا کیونکہ میں آپ سے سخت شرمندی ہوں۔

جواب-شرمندگی کا تدارک یہی ہے کہ حالت سے اطلاع دینا شروع کردیں۔

مضمون- پھر عرض ہے کہ اگر وہ بیمار نہ ہوتے اور مجھے ان کی خدمت کرنی نہ پڑتی تو خدا کے حکم سے اور آپ کی دعا سے ناغہ نہ ہوتا۔

جواب-ایسے ناغہ کا کچھ حرج نہیں اس میں بھی ثواب عظیم ہے۔

مضمون-میری پھوپھی کے گھر تین ماتم جلد جلد ہوگئے ہیں اور دوسرے دو تین ماہ کھانا پینا اور سونا بھی انہوں نے چھوڑ دیا تھا اور رات دن خداوند کریم کی یاد میں مشغول رہیں اور ہمیں کہتی تھیں کہ ولی وہ شخص ہوتا ہے جو خدا کی یاد سے ایک ساعت بھی غافل نہ ہو اور تیسرے وہ سخت بوڑھی بھی ہیں کہتی تھیں ایک آفت سیاہ میرے پلنگ کی برابر پڑی تھی اسے دیکھ کر ڈر گئی ہوں غرض اب ان کو مالیخولیا ہوگیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کھانا پینا اور سونا چھوڑ دینے سے ان کا دماغ پھر گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ ڈری ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کہ ماتم بہت جلد جلد ہوئے اور یہ آگے بھی خدا پاک سے ڈرتی رہتی ہیں کہ خدا جانے میرا قیامت میں کیا حال ہوگا میں بہت گناہگار ہوں۔

جواب-ان کی حالت مرکب ہے مرض سے اور باطنی حالت سے مرض کا تو ان کو علاج اچھی طرح کرنا چاہئے اور اسی علاج کا جزیہ بھی ہے کہ ان کو تنہائی میں زیادہ نہ رہنا چاہئے اور جو لوگ ان کے پاس رہیں وہ عاقل ہوں کہ ان کی طبیعت کو خوش رکھیں اور باطنی علاج ان کا یہ ہے کہ محنت کم کریں اور میرے رسالہ شوق وطن اور تبلیغ دین میں سے ان کو خدا کی رحمت کا باب سنادیں۔

۱۴ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱۷۴) مضمون۔حضور والا شان کا حکم نامہ شرف صدور لایا جس میں خوشنودی حضور سے غلام کو خوشی اور امید پوری ہونے کی خوشی حاصل ہوئی۔الحمد للہ غلام کا بہت جلد ہی قدم بوسی حاصل کرنے کا ارادہ ہے نیاز مند کا دین و دنیا دونوں برباد ہوگئے جس کا باعث صرف حضور انور کا دامن چھوٹ جانے کا اور باعث خفگی حضور ہے۔خاکسار غلام کو دین و دنیا کے تفکرات نے گھیرا ہوا ہے۔حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ رہائی بخشے۔حضور والا شان قبل از

رمضان شریف دولت خانہ پر رونق افروز ہوں گے یا کسی جگہ تشریف لے جانے کا ارادہ فرماتے ہیں۔ دعاء عافیت دارین فرماویں ضمیمہ یہ صاحب ایک مرتبہ خود ہی بلا ملے اس مضمون کا پرچہ دے کر چلے گئے تھے کہ بخلاف اور دفعہ کی حاضریوں کے اب کی دفعہ بجائے انشراح اور برکت کے فاسد خیالات کا اثر آپ کی صحبت میں پاتا ہوں جس سے انہوں نے کچھ نتیجہ بھی نکالا تھا جو یاد نہیں رہا۔ اب پے در پے خطوط آ رہے ہیں کہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوں دین اور دنیا برباد ہو گئے پچھلے خطوط میں تجدید بیعت کی بھی درخواست تھی اس موقعہ پر حضرت کا ایک ملفوظ یاد آتا ہے کہ شیخ کے قلب کو ہرگز مکدر نہ کرے اگر اس کو چھوڑنا ہی ہو تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے لیکن مکدر ہرگز نہ کرے ورنہ دینی ضرر تو نہیں لیکن دنیاوی زندگی اس کی بالکل تلخ ہو جاوے گی۔ تادم نزع اس کو چین نصیب نہیں ہو سکتا جس کو یقین نہ ہو وہ آزما کر دیکھ لے اور ایک طرح دین کا بھی نقصان ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ ذوق وشوق جاتا رہتا ہے اگر ہمت کرے اور طبیعت پر جبر کرے تو دینی اعمال میں کچھ فرق نہیں آتا لیکن وہ جو ایک قسم کی توفیق وتائید تھی وہ جاتی رہتی ہے۔ اگر ہمت سے کام لے تو اب بھی قادر ہو سکتا ہے اور اگر ہمت نہ کی تو دینی اعمال کی توفیق بھی نہ رہے گی۔ اس اعتبار سے شیخ کے مکدر کرنے میں دینی نقصان بالواسطہ بھی ہو سکتا ہے گو بلا واسطہ دینی نقصان نہیں ہوتا چنانچہ دو واقعے اس احقر کے علم میں ہیں ایک تو انہیں صاحب کا اور ایک اور صاحب ہیں دونوں مصیبت میں مبتلا ہیں اور رجوع کے فکر میں ہیں۔ دوسرے صاحب کے خط آنے پر خود حضرت نے فرمایا کہ میرا تو پہلے ہی سے گمان تھا کہ ایک بے حسد شخص سے حسد کرنا رنگ لاوے گا سو دیکھئے خط آیا ہے سخت پریشان ہیں۔

چوں نمودی تو حسد بر بے حسد　　　　زاں حسد دل را سیاہی ہا رسد

احقر حق تعالیٰ سے اپنے لئے اور سب پیر بھائیوں کے لئے اس سے پناہ چاہتا ہے۔

جواب۔ چونکہ پہلے خطوط کے مضامین یاد نہیں اگر سب خطوط سابقہ بھیج دیں اور آگے پیچھے معلوم ہونے کے واسطے ان پر نمبر بھی ڈال دیں تو جواب دیا جاوے اسی وقت اس کارڈ کا مضمون بھی دوبارہ لکھنے سے جواب مل سکتا ہے۔

(۱۷۵) مضمون۔ مناجات مقبول کی روزانہ ایک منزل پڑھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جواب- اللہ ورسول کی اجازت کے بعد کسی کے اجازت کی حاجت نہیں۔

۱۸ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱۷۶) مضمون۔ والا نامہ شرف صدور لایا حضور کے ارشادات سے جواب حسب ذیل معروض ہیں۔ خادم علم اردو جانتا ہے بفضلہ تعالیٰ دماغ اچھا ہے۔ ضعف وغیرہ کی شکایت نہیں امید کہ حضور اپنے خادموں میں شریک فرمائیں گے۔

جواب- بیعت میں جلدی مناسب نہیں۔ کام شروع کر کے اطلاع دی جاوے۔

مضمون- اور بوقت تہجد ۱۲ تسبیح پڑھنے کی اجازت سے سرفراز فرمادیں گے۔

جواب- خود طالب کو حق نہیں کہ اپنے لئے کوئی خاص شغل تجویز کرے۔ یہ معلم کی رائے پر ہے۔

(۱۷۷) مضمون- نوازش نامہ فیض شامہ بجواب عریضہ نیاز مشعر تسلی و تشفی حالت قبض کے ورود ہوا۔ سرفراز فرمایا۔ حضور عالی جس روز نیاز نامہ ارسال خدمت عالی کیا تھا اسی روز شب کے وقت حالت بیقراری و اضطراب میں بیٹھا تھا کبھی وحشت متقاضی تھی کہ کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جا اور کبھی یہ منصوبہ تھا کہ اس ملک ہی کو چھوڑ دے شاید یہ زمین تیرے لئے بہتر نہ ہو اسی حالت میں دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ استغفار کیوں نہیں پڑھتا۔ اسی وقت استغفار شروع کر دی۔ تین روز میں بالکل حالت درست ہوگئی اسی عرصہ میں جواب نیاز نامہ کا حضور کے یہاں سے پہنچ گیا۔ بالکل تسلی ہوگئی۔ غرضیکہ اس وقت گذشتہ حالت سے بدرجہا بہتر معلوم ہوتی ہے۔ ذوق و شوق بھی از حد ہے۔ خداوند کریم حضور کے صدقہ کے اس حالت کو قائم رکھے۔

جواب- خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔

دروازِ یارست و درماں نیز ہم   دل فدائے اوشد و جاں نیز ہم

کام میں لگے رہئے میں دعا میں مشغول ہوں۔

(۱۷۸)- مضمون۔ ایک ہندو نے طریقہ ادائے زکوٰۃ ورد اسم یا عزیز بغرض حصول عزت و وقعت نزد حکام بذریعہ خط دریافت کیا۔

جواب- جناب من۔ بعد ماوجب آنکہ اس کی زکوٰۃ کی ضرورت نہیں یہ طریقہ عاملوں کا ہے میں عامل نہیں۔ بدوں زکوٰۃ کے بھی امید برکت کی ہے۔ جس قدر آپ نے لکھا

ہوا دیکھا ہے کافی ہے۔

(۱۷۹) مضمون- حاضر ہوکر بیعت ہونے کی استطاعت نہیں۔ اس لئے بذریعہ عریضہ بیعت ہونا چاہتا ہے۔ طریقہ چشتیہ میں بیعت فرمایا جاوے۔

جواب- بیعت میں جلدی مناسب نہیں کام شروع کیجئے۔ اس کے لئے قصد السبیل کافی ہے۔ طالب کو یہ منصب نہیں کہ وہ کسی خاص طریق میں بیعت ہونے کی درخواست کرے۔

(۱۸۰)- ایک خط کا جواب۔ ذکر و شغل کی تو رمضان شریف میں تعلیم کرتا نہیں ہوں اگر اس کے لئے آنا مقصود ہے تو تکلف نہ کریں اور اگر یہ مقصود نہیں تو آنے کی اجازت ہے۔

(۱۸۱) مضمون۔ کئی برس ہوئے کہ ایک بزرگ نقشبندی سے مرید ہوا اور انہیں سے ملتا جلتا رہا عرصہ چار ماہ کا گزرا کہ ایک عورت سے آشنائی ہوگئی قریب تھا کہ گناہ کبیرہ میں گرفتار ہوں اللہ عز و جل نے مدد کیا اور اس فعل بد سے توبہ کر کے پیر صاحب کے پاس پناہ لیا اور جب سے انہی کے پاس رہتا ہوں۔ آٹھ دس روز ہوئے کہ ایک لڑکے سے پھر محبت ہو گئی۔ ہر دم دل یہی چاہتا ہے کہ اسے دیکھا کروں اور حالت ناگفتہ بہ ہے۔ موافق مرض کے علاج تحریر کیجئے گو آپ میرے پیر نہیں ہیں مگر آپ سے عقیدت بہت زیادہ ہے اور میں بہت ہی غریب ہوں ورنہ خدمت شریف میں ضرور حاضر ہوتا۔ للہ دعا کیجئے کہ غیر خدا سے نفرت ہو جاوے اور استقامت نصیب ہو۔ اکثر طبیعت بہت گھبراتی ہے اور میں مجرد ہوں کوئی تعلق سوائے خدا کے نہیں ہے (اخیر میں کچھ مسائل بھی اس خط میں درج تھے)

جواب- اول علاج اس مرض کا یہ ہے کہ محبوب سے ظاہری جدائی فوراً اختیار کر لی جاوے تتمہ علاج اس اطلاع کے بعد لکھوں گا اور جواب مسائل کے لئے لفافہ آنا چاہئے۔

(۱۸۲) مضمون۔ میں ان پڑھ آدمی ہوں۔ حضور کا تہہ دل سے معتقد ہوں حتیٰ کہ موافق ارشاد اتجناب کے تہجد کے بعد بارہ تسبیح اسم ذات کی اور قصد السبیل کا دستور العمل عرصہ سے برت رہا ہوں اور بہشتی زیور معہ گوہر کے ابتداء سے انتہا تک غور سے سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کیا کرتا ہوں اور تعلیم الدین بھی سن چکا ہوں جناب حکیم مصطفیٰ صاحب اور جناب مولانا مولوی عاشق الٰہی صاحب سے اکثر نیاز حاصل ہوا کرتی ہے۔ مدرسہ مظاہر العلوم کے جلسہ میں شرکت اکثر ہوتی ہے۔ اب گزارش ہے کہ ناچیز کو اپنے خدام کے زمرہ میں داخل ہونے کے شرف سے ممتاز فرمایا جاوے۔

جواب- کام کئے جاویں بیعت میں جلدی مناسب نہیں۔
مضمون- وہ کام بدستور کر رہا ہوں جلدی زمرۂ خدام میں منظور فرمایا جاوے۔
جواب- جلدی کی کیا ضرورت ہے کام کر کے حالات سے بھی اطلاع دینا ضروری ہے۔
(۱۸۳)- مضمون- معمول بفضل خدا جاری ہے۔
جواب- الحمدللہ۔
مضمون- دوسرا احوال کچھ بھی نہیں ہے۔ دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔
جواب- بسر وچشم۔
مضمون- رمضان شریف قریب ہے آپ نے ۸ رکعت تہجد کے قبل از وتر بتلائی ہیں۔
اگر ارشاد ہو تو وقت سحور کے پڑھا کروں بعد از وتر۔
جواب- جی ہاں۔ یہی بہتر ہے۔
(۱۸۴)- مضمون۔ میں حضرت دیوبندی سلمہ کا مرید ہوں۔ آپ تو تشریف نہیں رکھتے (حجاز میں تشریف رکھتے ہیں) رمضان شریف کی رخصت مدرسہ میں ہوگی مجھے دلی اشتیاق ہے کہ حاضر خدمت ہوں امید ہے کہ اجازت حاضر ہونے کی مرحمت فرماویں۔
جواب- رمضان میں ذکر و شغل کی تعلیم تو یہاں بند ہو جاتی ہے اب بتلایئے کیا رائے ہے۔
(۱۸۵) مضمون۔ بموجب حکم حضور کے قصد السبیل شروع سے اخیر تک پڑھا۔ پہلے یہ خیال ہوا کہ کچھ اسی کتاب سے دیکھ کر پڑھنا شروع کر کے حضور کو اطلاع دوں لیکن پھر خیال جاتا رہا۔ اب دل یہی چاہتا ہے کہ حضور ہی جو ارشاد فرماویں اس پر کمر بستہ ہو کر کام کروں۔ بدیں وجہ نہایت ہی ادب سے گزارش ہے کہ حضور ہی مناسب وظیفہ تحریر فرماویں۔ میں اس پر کمر بستہ ہو کر عمل کروں۔
جواب- یہ تو خود رائی ہوئی کہ میری بتلائی ہوئی بات سے زیادہ مصلحت اپنے خیال میں سمجھی۔

۲۰ شعبان ۳۴ھ

(۱۸۶) (مضمون) بھوپال سے ایک خط آیا ہے جس کا مضمون حسب ذیل ہے کہ جناب قاضی صاحب بوجہ علالت ایک سال کی رخصت لینا چاہتے ہیں۔...... مشاہرہ میں سے ۵۰ ماہوار وہ لیں گے اور...... تم کو ملیں گے چونکہ یہ امر عظیم ہے بدون بڑوں کے مشورہ کرنا مناسب نہیں ہیں اس وجہ سے عرض ہے کہ اس عہدہ کے فرائض اور منافع اور مضار کو غور فرما کر رائے تحریر فرمایئے مگر رائے محض عقلی نہیں چاہتا بلکہ آپ کے قلب مبارک میں جو

آئے وہ تحریر فرمائیے اس وجہ سے کہ میں آپ ہی کا ہوں اور برائی بھلائی بڑوں ہی کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ میری دینی اور دنیاوی حالت کو اور یہ کہ وہ فرائض مجھ سے ادا ہوں گے یا نہیں خیال فرما کر رائے سے مطلع فرمائیے۔

ضمیمہ۔ یہ صاحب ایک مدرسہ میں مدرس ہیں۔

(جواب)۔ جس امر میں مشورہ لیا ہے اولاً تو امر عظیم میں مشورہ دینا عظماء ہی کا کام ہے حضرت مولانا سلمہ ہوتے تو وہ اس کام کے تھے۔ اب اپنے مجمع میں مولانا رائے پوری ہیں جن کے قلب کو بابرکت کہا جا سکتا ہے وہاں رجوع فرمانا مناسب ہے باقی جو اپنے قلب کی کیفیت اس مضمون کے پڑھنے کے وقت ہوئی وہ بھی عرض کئے دیتا ہوں حسب الحکم۔ وہ یہ کہ قلب اس سے اباء کرتا ہے خواہ یہ اباء وجدانی ہوں یا اس لئے ہو کہ قضا امر خطیر ہے اور اس کے اختیار کرنے پر کوئی مجبور و اضطرار ہے نہیں نہ تو کسی کے اکراہ سے اور نہ اس سے کہ دوسرے وجوہ معاش بند ہیں نیز چند روز کے لئے اور بھی بدنامی ہے لوگ کہیں گے روپیہ کی طمع میں ایک نوکری یا ایک کام کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے۔ یہ معاملہ تجزیہ تنخواہ کا بھی شرح صدر کے ساتھ سمجھ میں نہیں آیا گو تاویلیں ذہن میں آتی ہیں۔

(۱۸۷) مضمون۔ گرامی نامہ شرف صدور لایا سرفراز فرمایا۔ ذکر و شغل تو فقیر نے کوئی ایک ماہ سے شروع کر رکھا ہے۔ بعد نماز تہجد ایک تسبیح الخ وغیرہ من الوظائف مزید برآں جو مبارک چیز ان تمام اعمال کی محرک ہے اعنی حضور والا کا تصور اس سے بہت کم غافل ہوتا ہوں اور بخدا یہی ایک وہ چیز ہے جس سے میرے بہت سے بے ہودہ خیالات کا ازالہ ہو گیا ہے اور بندہ بہت کچھ فائدہ محسوس کرتا ہے۔ ان تمام فوائد کو دیکھتے ہوئے یقین ہوتا ہے کہ آنجناب کا اپنی عدم اہلیت کا عذر تحریر فرمانا لامحالہ کسر نفسی پر مبنی ہے۔ خدا کی قسم حضور والا کے اس عذر سے اس حلقہ بگوش کے دل میں آنحضور کی وقعت پہلے بہت زیادہ ہو گئی ہے اور بلاشبہ حضرت صاحب اس مضمون کے مصداق ہیں۔

آنکس کہ بداند و بداند کہ نہ داند   اسپ خرد از گنبد گرداں بجہاند

اور میں تو کہتا ہوں کہ جنیدؒ و شبلیؒ بھی حضور ہی جیسے ہوں گے۔ حضور کو اختیار ہے چاہے اس نامراد کو اپنی غلامی میں قبول فرمادیں یا نہ فرمادیں عاجز تو جناب کے مبارک قدموں کو کبھی موڑنے کا نہیں۔ اگر کوہ جنبد نہ جنبد فقیر یہ خادم تو حضور کا ہو چکا اور اب تو اگر کسی نے بندہ

سے پوچھا کہ تو کن کا نام لیوا ہے تو حضور یقین جانیں حضور ہی کا نام لے کر میں تو کہہ دوں گا کہ ناچیز اس مبارک گلی کا کتا ہے آگے ادب مانع ہے بندہ کچھ عرض نہیں کرسکتا۔ ہاں ہاتھ پھیلا کر یہ ضرور سوال کروں گا کہ خاندان چشتیہ صابریہؒ کے اور ادووظائف موصلہ الی المطلوب کی تعلیم سے حضور والا اس بے چارہ کو سرفراز فرماویں۔

جواب۔ معمولات وحالات بہت اچھے ہیں تبدل وتغیر کی ضرورت نہیں کہ آپ یہاں دو ہفتہ قیام کرسکتے ہیں مگر بعد رمضان۔

(۱۸۸) مضمون۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قادیانی مذہب پر چند دنوں سے ہوگیا ہے اس کی زوجہ کے لئے کیا حکم شرع شریف دیتا ہے کہ آیا نکاح فسخ ہوگیا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوا تو پردہ کرنا چاہئے یا نہیں اور اگر نکاح فسخ ہوگیا ہے تو عدۃ کے ایام کیسے شمار کئے جاویں گے اور ان کی بعض اولاد صغیر ہیں اور بعض اولاد کبیر ہیں ان کے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔

(جواب) اس کے عقائد لکھنے سے جواب ہوسکتا ہے۔

(۱۸۹)۔ مضمون۔ احقر کئی سال سے قدم بوسی کی بے حد آرزو اور تمنا رکھتا ہے لیکن ہزاروں ہی ضروریات ومعاملات وغیرہ دنیا کے ہیں جس کی وجہ سے احقر اب تک قاصر رہا لیکن بحمدا اب خداوند کریم کی رضامندی وخوشنودی کے طریقے حاصل کرنے اور اپنے امراض روحانی کا معالجہ کرانے اور حضور کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے وغیرہ کا بے حد شوق واضطراب ہوگیا ہے جس کا بیان اس جگہ ناممکن ہے پہلے بھی احقر نے حاضر ہونے کے لئے تحریر کیا تھا۔ حضرت نے دریافت فرمایا تھا کہ آنے کے مقاصد کیا ہیں لکھو کہ آنے پر پچھتانا نہ پڑے لیکن احقر اس وقت بالکل تنگدستی ومفلسی وغیرہ کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا اب بھی تنگدستی وغیرہ وہی ہے لیکن فکر عاقبت وشوق اصلاح باطن غالب ہوگیا۔ بڑی ہمت کر کے ملازمت وغیرہ رخصت نہ ملنے کی صورت میں چھوڑ کر حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ بہت اضطراب اور بیکلی ہے براہ خدا آنے کی اجازت مرحمت فرما کر ممنون فرمایئے۔

(جواب) نوکری چھوڑنے کی اجازت میں نہیں دیتا۔

مضمون۔ منجملہ حاضر خدمت ہونے کے مقاصد کے چند ضروری مقاصد حسب ذیل ہیں۔

۱۔ زیارت حضرت وصحبت بابرکت' ۲۔ تعلیم ذکر واشغال وطریقہ مراقبہ وغیرہ اور وہ

طریقے جس سے محبت الٰہی زیادہ ہو جس سے خود بخود ترک لغویات ہو جاوے اور عقائد کا یقین جس طرح کہ صوفی کو ہونا چاہئے ہو جائے۔ اس سے ڈرہوا کرتا ہے کہ کچا صوفی پکا ملحد۔

(جواب) اس کے یہ ثمرات اختیاری نہیں اس لئے اس کا وعدہ نہیں کیا جا سکتا۔

مضمون۔ نمبر۳ علاج امراض روحانی۔

(جواب) یہ لفظ مبہم ہے کہ آپ امراض کسے سمجھے ہوئے ہیں اور علاج کس کو۔

مضمون۔ نمبر۴ اور وہ طریقے جس سے خداوند کریم کی رضامندی وخوشنودی ہو اور محبت الٰہی کامل طور سے ہو جائے کہ پھر دل سے کم نہ ہو۔

(جواب) اس کا جواب بھی مثل نمبر دو کے ہے۔

مضمون۔ ان کے بعد اگر احقر میں استعداد ہو اور حضور مناسب جانیں تو وہ حاصل کرا دیجئے جو احقر کا منشا ہے جو بوقت ملاقات عرض کروں گا۔ (از ضلع اورنگ آباد دکن)

جواب۔ زبانی بیان پر نہ رکھئے ممکن ہے میں مثل نمبر۲ و نمبر۴ کے اس کا بھی جواب دے دوں تو اضاعت سفر افسوس ہوگا۔

(۱۹۰) مضمون۔ احقر بہت دنوں سے حضور کے سلسلہ مبارک میں داخل ہونے کا اشتیاق رکھتا ہے۔ جناب مولوی سلطان احمد صاحب ہماری کاندانیہ میں اقامت کرتے ہیں۔ ہمیشہ مولوی صاحب کے پاس آیا جایا کرتا ہوں اور ان کی بات کے موافق عمل درآمد کرتا ہوں الخ۔ حضور سلسلہ میں داخل فرما کر کچھ تعلیم وتلقین فرما دیں الخ

جواب۔ کیا مولوی سلطان احمد صاحب نے اس کی ترغیب دی ہے۔

مضمون۔ از طرف احقر محمد سلطان احمد عرض گذار ہوں۔

(جواب) چونکہ دوسرے شخص کے خط میں یہ خط آیا ہے اس لئے جواب نہیں دیا گیا۔

۲۱ شعبان ۱۳۳۴ھ

۱۹۱۔ مضمون۔ حضور نے فرمایا کہ بیعت میں جلدی مناسب نہیں۔ اول کام شروع کریں پھر اگر منظور ہو تحریر کریں فی الحال اگرچہ بندہ کے پاس حضور کی تالیفات میں سے چند کتابیں ہیں ان میں سے قصد السبیل نیز موجود ہے جس میں اوراد واشغال کا طریقہ مذکور ہے تاہم یہ عریضہ اس غرض تحریر کرتا ہوں کہ بندہ کے مناسب حال جو ارشاد ہو تحریر فرما دیں تاکہ کام شروع کروں۔

جواب- اسی رسالہ سے مناسب حال معلوم ہوگا اور مجھ کو چونکہ حال ہی معلوم نہیں تو مناسب حال کیسے معلوم ہو۔

۱۹۲- مضمون۔ احقر العباد خدمت فیض ارشاد میں حاضر ہونے کا شوق کامل رکھتا ہے۔ امید کہ اجازت مرحمت فرمادیں تاکہ بندہ گُل مقصود سے دامن پر کرلیوے عرض گذار فارغ التحصیل مدرسہ دیو بند۔

(جواب) اگر ذکر شغل کیلئے آنا چاہتے ہیں تو رمضان المبارک میں اس کی تعلیم نہیں کیا کرتا ہوں اور اگر محض کسی کسی وقت پاس بیٹھنا اور کوئی کوئی بات سن لینا مقصود ہے تو بشرط تحمل اپنے مصارف کے آنے کی اجازت ہے۔

(۱۹۳)-ایک خط کا جواب۔ خدا جانے میرے کون سے خط کا حوالہ ہے چونکہ اس کا مضمون بالکل یاد نہیں اس لئے اس خط کا جواب بھی نہیں ہوسکتا وہ خط اس خط کے ہمراہ بھیجنا چاہئے تھا۔

(۱۹۴)-مضمون۔ سامی نامہ بجواب عریضہ صادر ہوا۔ جناب عالی نے معاملہ بیعت میں تاخیر کو بہتر فرمایا لہذا گزارش ہے کہ اس نیاز مند کو جناب کی ذات سے پوری عقیدت مندی ہے۔ لہذا اس عاجز کو بھی خدام کی جماعت میں داخل فرمالیں۔

(جواب) میرا پہلا خط ہمراہ بھیج کر لکھنا چاہئے تھا جو کچھ لکھنا تھا۔ بدوں اس کے کیا جواب دوں شاید مدت بھی زیادہ گزر گئی اس لئے بھی پہلا مضمون یاد نہیں رہا۔

(۱۹۵)- میں نے جن صاحب کے بیعت ہونے کے لئے خدمت مبارکہ میں عرض کیا تھا انہوں نے تعلیم کے موافق اصلاح الرسوم پڑھ لی اور اب بیعت کے لئے تھانہ بھون حاضر خدمت ہونا چاہتے ہیں مجھ سے ذکر کیا میں نے مشورہ کے طور پر کہا کہ جانے سے پہلے اجازت منگا لیجئے۔ بنابریں یہ عریضہ ان کا بطریق استیذان ارسال خدمت ہے اگر اجازت ہو تو وہ حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرف ہوں۔

(جواب)-مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بہتر یہ ہوگا کہ یہاں ہفتہ عشرہ رہیں اور اب قرب رمضان کی وجہ سے اتنی گنجائش نہیں بہتر ہے کہ بعد رمضان مجھ سے وہ مکرر استفسار کریں اور رمضان شریف میں کچھ اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں۔

(۱۹۶)-مضمون۔ جناب پیر روشن ضمیر الخ۔ چونکہ حضور پرنور کا فرمان ہے کہ ہمیں اعلیٰ حضرت مرشدی سیدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ (اگر کوئی حاجت مند تعویذ وغیرہ

لینے آوے تو انکار مت کیا کرو) اس لئے خاکسار ملتمس ہے کہ کمترین عرصہ دراز سے اپنے واسطے کوئی رشتہ تلاش کر رہا تھا۔ سو اب خدا کے فضل سے حسب منشاء رشتہ تو مل گیا ہے سب راضی ہیں صرف ایک شخص جو اس لڑکی کا بہنوئی ہے میرے گھر رشتہ کرنے میں ناراض ہے آپ براہ مہربانی کمترین کے حق میں دعا فرمادیں اور کوئی تعویذ یا کوئی عمل فرمایا جاوے۔

(جواب) حضرتؒ کا یہ ارشاد عوام کے لئے ہے نہ کہ طالبان حق تعالیٰ کے لئے کہ ان کو خود عملیات کی طرف رجوع کرنا پسندیدہ نہیں۔ البتہ دعا کرنا سب حاجات مشروعہ کے لئے مسنون اور نافع ہے سو دعا کرتا ہوں جواب کے لئے جو اندر لفافہ ٹکٹ چسپیدہ رکھا تھا ایسے طور سے بند کیا تھا کہ باوجودیکہ کھولنے میں بہت ہی احتیاط کی گئی مگر پھر بھی کنارہ پر سے معہ ایک ٹکٹ کے پھٹ گیا۔ ایک ٹکٹ سالم رہا تھا وہی اس کارڈ پر چسپاں کر کے بھیجتا ہوں اور وہ دوسرا ٹکٹ کہ جڑ کر کارآمد ہو سکتا ہے آپ کا امانت کے طور پر رکھا ہے اگر وہ لفافہ دہرا کر کے بند کیا جاتا اس خطرہ سے محفوظ رہتا۔

(۱۹۷)- مضمون۔ استفتاء پوشیدن پارچہ از ازار وغیرہ بایں طرز کہ کعبین پوشیدہ شود علی الاطلاق اعنی ارادہ تجبیر و تکبر باشد یا نے و در نماز یا خارج از و چہ حکم دارد بینوا و توجروا (ھوالمصوب) اسبال یعنی پوشیدن پارچہ اسفل کعبین مطلقاً ممنوع آمدہ لما فی المشکوٰۃ عن ابی هریرۃ **قال علیه الصلوٰۃ والسلام ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار رواه البخاری ایضاً عن ابن عمر قال مررت برسول اللّٰه و فی ازاری استرخاء فقال یا عبداللّٰه ارفع ازارک فرفعته ثم قال زدفزدت فمازلت. تحراها بعد فقال بعض القوم الی این قال الی انصاف الساقین رواه مسلم.** واز احادیث کہ مقید بطر و تخیل داوند عدم جوازش بطریق اولیٰ مفہوم میشود۔ و در نماز کراہتہ تحریمی ست بناءً علیہ صاحب مالا بدمنہ پوشیدن پارچہ بطور مذکورہ حرام نوشتہ واللّٰہ سبحانہ اعلم نمقہ الحقیر محمد یوسف عفی عنہ۔

جواب- جواب صحیح ست و تقیید بہ خیلا برائے احتراز نیست بلکہ جریاً علی العادۃ ست کہ اکثر مردم بہمیں قصد می پوشیدند باز اگر احترازی ہم گفتہ شود مانعش نص دیگر باشد یعنی تشبہ باہل خیلاء باز اگر نص مطلق نبودے گنجائش ایں احتمال بود والا آں بر اصول حنفیہ کہ بقاء مطلق علی اطلاقہ و بقاء مقید علی تقییدہ است ہر دو صورت حرام باشد مطلق اسبال ہم و اسبال للخیلاء ہم اگر چہ ثانی اشد باشد از اول للزوم المحذ ورین الاسبال والاختیال اشرف علی ۲۱ شعبان ۳۲ھ۔

(۱۹۸) مضمون۔ نیز یہ ہے کہ حضور نبی کریم علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی تعریف میں نعتیہ کوئی اشعار پڑھتا ہے یا خود دیکھتا ہوں یا اشعار عاشقانہ تو اس میں ایک خاص حظ حاصل ہوتا ہے اور خصوصاً نعتیہ اشعار میں بیتابی بعض وقت غالب ہوتی ہے جس کو ہمیشہ جلوت میں ضبط کرتا ہوں اور خلوت میں رونے لگتا ہے۔

(جواب) اس میں تھوڑا سا دھوکہ بھی ہے اشعار میں مشغول مت ہونا نہ ان سے مزہ لینا۔

مضمون- ایک گزارش یہ ہے کہ یہاں لیچی اچھی ہوتی ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت کی خدمت میں ابلاغ کروں مگر چونکہ حضرت کے یہاں کا معمول ہے کہ بلا استفسار نہ روانہ کی جائے۔ اس لئے یہ عریضہ پیشکش کر کے درخواست کرتا ہوں کہ اگر حضور اجازت دیں تو روانہ کروں۔

جواب- نا بھائی مجھ کو وصول میں سخت خلجان ہوتا ہے۔

مضمون- چونکہ یہاں سے میرا حاضری میں بلحاظ اسباب دنیوی نقصان زیادہ معلوم ہوتا ہے اور اتنی گنجائش بھی نہیں معلوم ہوتی اس لئے یہ ضرور گزارش ہے کہ اگر اس اثناء میں سفر سہارنپور اصالتاً یا طبعاً ہو یا مرادآباد کی طرف حضرت کی تشریف بری ہو تو حضرت اس سے کمترین کو مطلع فرمائیں تا کہ سہارنپور یا اسٹیشن لکسر پر حاضر ہو کر قدم بوسی حاصل کروں۔

(جواب) بھائی یاد کسے رہے گا۔

(۱۹۹) مضمون۔ چند روز ہوئے کہ فدوی برابر پرچہ دینے کا ارادہ کر رہا ہے لیکن اب تک موقع نہیں ملا۔ لہٰذا مجبور ہو کر تحریر پیش کرنی پڑی۔ جب میں حاضر خدمت اقدس ہوا تھا تو حضور انور نے چھ ہزار مرتبہ اسم ذات اللہ اللہ اور بعد تہجد کے بارہ تسبیح پڑھنے کو ارشاد فرمایا تھا۔ چنانچہ غلام اب تک بلا ناغہ پڑھتا ہے صرف ایک روز ناغہ ہوا تھا لیکن حضور کے سامنے اپنی حالت عرض نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی حالت محمودہ اپنے اندر نہیں پاتا۔

(جواب) یہ استقامت کیا حالت محمودہ نہیں ہے بہت بڑی چیز ہے جن حالات کے نہ پانے کو آپ لکھ رہے ہیں وہ پانے کے بعد خود بے پائے ہو جاتے ہیں اور یہ استقامت دولت سرمدی ہے۔

مضمون- ذکر کے وقت و نیز نماز میں نہ حضور قلب ہوتا ہے نہ جمعیت خاطر۔

(جواب)- حضور کے دو درجے ہیں۔ اختیاری اور غیر اختیاری۔ اگر اول مراد ہے تو

اس کی انتفاء کو آپ باختیار رفع کر سکتے ہیں اور اگر ثانی مراد ہے تو اس کا وجود خود ہی مطلوب نہیں ہوتا گو محمود ہے مگر مقصود نہیں پھر مفقود ہونے کا کیا غم۔

مضمون: بلکہ اکثر اوقات نہایت پریشانی سی رہتی ہے صرف تعداد پوری کر لیتا ہوں۔

(جواب) یہ غیر اختیاری پریشانی بھی ایک نافع مجاہدہ ہے۔

مضمون- اس نالائق کو جب ہی فائدہ ہوسکتا ہے کہ حضور توجہ فرمائیں اور اس عاجز کے حق میں دعا فرمائیں۔

(جواب) دعا و توجہ بلا درخواست ہی کرتا ہوں۔

مضمون- میرے جانے کی آٹھ دس روز اور باقی ہیں چلتے وقت زبانی حال عرض کروں گا اب محض اپنی حالت عرض کر دی ہے اب جیسے ارشاد ہو غلام اس کی تعمیل کو حاضر ہے اگر چہ یہ نالائق اس قابل بھی نہیں کہ خدمت میں حاضر رہ سکے لیکن حضور کی توجہ سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ حضور کے الطاف خسروانہ ہی کی وجہ سے اتنے دن گزر رہے ہیں نہیں تو اس بے ادب کو تو بولنے کی بھی تمیز نہیں۔

(جواب) بس یہی شکستگی تو میری نظر میں ایک دل پسند ادا ہے۔

مضمون- اس غلام کے عیوب سے اس کو مطلع فرمایا جاوے۔ ان شاء اللہ بسر و چشم تعمیل ارشاد کروں گا۔

(جواب) کوئی بات معلوم ہو گی کہہ دوں گا باقی ایسے شخص کو خود حق تعالیٰ اس کے عیوب پر مطلع فرما دیتے ہیں۔

۲۵ شعبان المعظم ۳۴ھ

(۲۰۰) مضمون۔ منی آرڈر پانچ روپیہ کا حضور کے خرچ کے واسطے روانہ کیا تھا جو آج میرے پاس نہیں لینے کے سبب سے واپس پہنچا ہے جبکہ میں حضور کا غلام ہوں اور میں اپنی سعادت دارین کے خیال سے حضور کی خدمت کروں تو پھر اس کے نہیں قبول فرمائے جانے کا کیا باعث ہے ایک مرتبہ پیشتر بھی ایسا ہی ہوا ہے پھر دوبارہ ارسال ہونے پر قبول فرمایا گیا اس کی واپسی پر میرے سخت رنج کا باعث ہوتا ہے اس لئے التماس ہے کہ مجھ کو مطلع فرمایا جاوے کہ باعث واپسی کیا ہے تا کہ میں پھر روانہ کروں کیونکہ یہ رقم حضور کی ہو چکی ہے۔ میں اس کو اپنے صرف میں نہیں لا سکتا ہوں۔ جب حضور جے پور میں ڈپٹی صاحب کے مکان

پر تشریف لائے ہیں اس وقت مجھ کو فیض غلام نصیب ہوا ہے۔ غلام آقا کی خدمت کے تو اس کو قبول نہ فرمانا کیسی غلام کی بدنصیبی کا باعث ہے بواپسی ڈاک منظوری سے مطلع فرمایا جاوے کہ دوبارہ روانہ کروں۔ چاندی کے پایہ کے پلنگ پر سونے کی ممانعت ہے اور نقرہ طلائی کے بٹن لگانا جائز لکھا ہے اس کا کیا سبب ہے جواب سے اطلاع بخشی جاوے۔

جواب- السلام علیکم- جب تک جان پہچان اور نیز باہم مناسب اچھی طرح نہ ہو کسی چیز کے لیتے ہوئے شرم آتی ہے اور یہ بات حاصل ہوتی ہے کہ کثرت ملاقات یا کثرت خط وکتاب سے اور یہ دونوں امر بااختیار آپ کے ہیں نہ کہ میرے چونکہ یہ بات اب تک حاصل نہیں ہوئی اور محض نام لکھنے سے مجھ کو کہاں تک یاد آ سکتا ہے اس لئے واپس کر دیا۔ واقعی نام دیکھ کر مجھ کو کوئی تعلق بھی یاد نہیں آیا۔ یہ نتیجہ ہے کم خط وکتاب رکھنے کا اور ایک دلیل مناسبت نہ ہونے کی خود آپ کے اس خط میں ہے کہ مسائل کا سبب پوچھتے ہیں جس کا آپ کو منصب نہیں۔ بدوں اس قدر تعارف وتناسب کے دوبارہ نہ بھیجئے اور وہ رقم جب تک میں وصول نہ کروں میری ملک نہیں ہے۔ شرعاً آپ بےفکر اس کو اپنے صرف میں لاویں۔

(۲۰۱)- مضمون۔ آپ کے مرید بنام شیر محمد کے پاس میرا لڑکا جاتا ہے میں نے اس کو ہر چند روکا لیکن نہیں رکا اور چند آدمیوں سے بھی سفارش کرائی لیکن انہوں نے کسی کو اپنا بھانجا بتلا دیا اور کسی کو بھتیجا اب لاچار ہو کر للہ ہی آپ کو عرض کیا جاتا ہے کہ آپ براہ مہربانی اپنے مرید کو ایک خط یہ جو پتہ والا کارڈ آپ کی خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے تنبیہاً تحریر کریں جس سے وہ خود بخود اس کو اپنے پاس آنے سے انکار کر دے آپ کی بڑی عنایت ہوگی اور یہ خدا واسطے کا کام ہے اور اس لڑکے کی عمر تقریباً پندرہ یا سولہ سال کی ہے۔

ضمیمہ۔ جوابی کارڈ پر شیر محمد کا پتہ لکھا تھا حضرت نے خود کاتب خط کا نام لکھ کر حسب ذیل جواب ارسال فرمایا مجھ کو یاد نہیں کہ کوئی شخص شیر محمد میرا مرید ہے۔ مگر خیر خط لکھنے سے انکار نہیں لیکن اس طرح خط لکھ سکتا ہوں کہ تمہارا خط بھی اس کے پاس بھیجوں گا کہ اس خط سے ایسا مضمون معلوم ہوا آگے نصیحت سے لکھ دوں گا اگر یہ صورت منظور ہے تو دو پیسہ کا لفافہ ساتھ آنا چاہئے۔

(۲۰۲) مضمون- حافظ فلاں صاحب کی ملازمت سے علیحدگی کی تفصیل جناب نے اسٹیشن پر بیان فرمائی تھی اب ان کو بعد شبرات کے جنون ہو گیا ہے کیفیت یہ ہے کہ دن کو اکثر چھوٹی لین کے اسٹیشن پر کی مسجد میں پڑے رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان کی کچھ اصلاح

ممکن ہو اور جناب بہ طیب خاطر اجازت مرحمت فرمائیں تو خدمت میں بھیج دوں۔

جواب- قاری صاحب کی حالت سے رنج ہوا حق تعالیٰ فضل فرماویں اول تو یہ مرض ہے میں ہی اس میں کیا کروں گا کسی طبیب سے رجوع کرنا ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں ان کی خدمت اور نگہداشت کون کرے گا۔ مثلاً کھانا پکانا کھلانا ان کے آرام کا انتظام کرنا خصوص اگر خدانخواستہ کچھ زیادتی ہوگی اور لوگوں کو ستانے لگے تو کون نگرانی کرے گا بہتر یہی ہے کہ وطن بھیج دیئے جاویں اگر وہاں کوئی ان کا خیر خواہ ہو ورنہ سہارن پور علاج کیا جاوے۔

(۲۰۳) مضمون- مکتوب نمبر۲ کے جواب میں ان صاحب نے اپنا مفصل دستور العمل لکھ کر بھیجا کہ میں آکر سرائے میں ٹھہروں گا پھر فلاں وقت سے فلاں وقت تک آپ کی خدمت میں رہوں گا وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی لکھا کہ مجھے تو جناب کی نصیحت کی باتوں اور رنگین کلمات اور وعظ سے محبت ہے اور کمترین کسی بدعتی سے مرید ہو گیا اور ایسے رنگین کلمات نصیحت آمیز وہاں نہ ہوئے تو بھی خواہ حضور وہاں کمترین کے آنے کی اجازت نہ دیں ضرور ایک آدھ روز کبھی آکر ضرور سنا کرے گا کیونکہ خواہ حضور ناراض ہوں اور کمترین بھی مگر کلمات کی محبت مجبور کرتی ہے۔

جواب- یہ سب لکھا بیکار ہے۔ اصلاح کا یہ طریقہ نہیں۔ تحریر میں اس کے قواعد منضبط نہیں ہو سکتے میں اس سے زیادہ نہیں کر سکتا کہ جو بات خلاف دیکھوں گا روکوں گا خواہ نرمی سے خواہ سختی سے جس کو اس طریقہ سے اپنی اصلاح منظور ہو آوے جس کو منظور نہ ہو نہ آوے میں نہ بلاتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔

(۲۰۴) مضمون۔ ایک غیر مقلد نے اجوبہ لطیفہ مولفہ جناب مولانا مولوی احمد حسن صاحب کے متعلق حضرت کی خدمت میں کچھ اعتراضات لکھ کر بھیجے تھے۔

جواب- مجھ کو جوابوں سے کچھ عذر ہے جس کا معلوم کرانا ضروری نہیں۔ آپ کو اگر محض اعتراض کرنا ہے تو اس کا جواب ضروری نہیں اور اگر تحقیق ہے تو ایک شخص پر محصور نہیں اگر ایک شخص عذر کرے دوسرے سے تحقیق فرمالیجئے۔

(۲۰۵) مضمون۔ پہلے ایک عدد خط بیعت کے واسطے لکھا تھا آپ نے لکھا کہ جلدی بیعت میں نہیں چاہیے پھر بندہ خاص تھانہ بھون آپ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر بیعت نہ ہوئی۔ آپ نے قرآن پڑھنے کا حکم دیا۔ قرآن شریف تو پڑھ چکا ہوں تیسری دفعہ عرض کرتا ہوں کہ بیعت منظور فرماویں تیسری دفعہ بیعت کے واسطے عرض ہے۔

ہوں کہ بیعت منظور فرماویں تیسری دفعہ بیعت کے واسطے عرض ہے۔

جواب- کیا عمداً جتلا کر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں۔

مضمون- بہ سبب کرایہ ریل زیادہ ہونے کے نہیں آسکتا ہوں غریب آدمی ہوں بزرگوں کو چاہئے کہ جو آدمی کسی بزرگ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

جواب- جب آپ مجھ کو نصیحت لکھتے ہیں تو آپ تو پیر ہوئے۔ مرید کیوں ہوتے ہیں۔

مضمون- تا کہ وہ کسی بدعتی کے پاس بیعت نہ ہو چونکہ اس ملک میں بدعت بہت ہے۔

جواب- جو شخص اتنا بھی سمجھدار نہ ہو ایک اہل حق کے ایک جائز عذر کے سبب اہل باطل سے بیعت ہو جاوے تو ایسے شخص کے بیعت ہونے سے کیا فائدہ کیونکہ سمجھ کی ہر حال میں ضرورت ہے۔

مضمون- اور بندہ نے ایک پونڈ زکوٰۃ نکال رکھا ہے اگر حکم ہو تو وہ پونڈ زکوٰۃ آپ کے پاس روانہ کروں تا کہ کسی کام میں لگا دیں تا کہ زکوٰۃ ادا ہو۔

جواب- کیا وہاں مصارف زکوٰۃ کے نہیں ہیں۔

(۲۰۶)- مضمون۔ جب آستانہ سے واپس ہو کر گھر آیا ہو چند ماہ بہت مستعدی اوقات وظائف میں رہی۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت آئی کہ تہجد کبھی کبھی قضا ہونے لگی پھر اب کئی ہفتہ سے ایک شب بھی تہجد کی توفیق نہیں ہوتی۔ افسوس کہ مجھے اب تک کسی امر میں استقامت نصیب نہ ہوئی۔ اب سے بہت پہلے یہ حال تھا کہ کسی کے گناہ دیکھ کر اس پر ترس آتا تھا اپنے گناہ یاد کر کے شرمندگی ہوتی تھی اب یہ حال ہے کہ دوسروں کے جرائم پر بغض و تنفر ہوتا ہے اور نفس اس کو بغض فی اللہ قرار دیتا ہے۔ اپنے گناہ بالکل نظر سے پوشیدہ ہیں۔ میرے مولا دستگیری فرمائیے عرض مکرر آنکہ کل عریضہ ہذا تحریر کیا آج ہی یہ اثر ہوا کہ شب کے وظائف حسب معمول ادا ہوئے۔ **فالحمدللّٰہ علی احسانہ تعالیٰ واحسانک۔**

جواب- عزیزم مشفقم السلام علیکم ورحمۃ اللہ جس امر کا سبب ظاہر ہو اور غیر اختیاری ہو اس میں پریشانی کی کیا وجہ ہے۔ رات چھوٹی ہونے لگی اس لئے آنکھ نہ کھلنا عجیب نہیں ایسی حالت میں بعد عشاء پڑھ لیا کیجئے۔ نظر علی المعصیت کے متعلق جو لکھا ہے یہ سب تغیرات ہیں احوال ہیں جو غیر اختیاری ہیں اور اس لئے پریشانی کا محل نہیں۔

(۲۰۷) مضمون- منجملہ دیگر امراض کے ان میں ابتلا ہے۔ امرد کی طرف طبعاً خواہش

نہیں آتا غیبت اکثر کرنی ہوتی ہے اور سنی بھی جاتی ہے بے فائدہ گفتگو کرنا جیسے طالب علم میں ہوتا ہے۔ مرض تشخیص فرما کر علاج بتلادیں۔

جواب- مراقبہ عقوبت نار روزانہ پندرہ بیس منٹ تک کیا جاوے اور صدور کے تقاضا کے وقت ہمت سے بھی کام لیا جاوے۔

(۲۰۸) مضمون۔ بہت سے اچھے اچھے حالات لکھ کر یہ لکھا کہ سب ان امور کے ساتھ اس کا بڑا خوف ہے کہ کہیں خدانخواستہ ان باتوں میں کمی واقع نہ ہوجاوے۔

جواب- یہ خوف بھی مقتضاء ایمان ہے مگر اس کے ساتھ استحضار توکل بھی ضروری ہے مع العزم یعنی یہ نیت رکھے کہ اللہ کی مدد سے ہم اس پر مستقیم رہیں گے اور اگر کمی ہوجاوے گی تو پھر تازہ عزم کرلیں گے اور کمی سے استغفار کرلیں گے۔

مضمون- بعض اوقات یقین درجہ عین الیقین کی حد تک پہنچ جاتا ہے جس سے از بس مسرت ہوتی ہے مگر کبھی اس میں بالکل کمی ہوجاتی ہے جس سے نہایت افسردگی ہوتی ہے۔

جواب- افسردگی بھی علاج ہے بعض باطنی امراض کا کچھ غم نہ کیجئے اور اس میں بھی تقریر مذکور سابق کا لحاظ رکھا جاوے۔

مضمون- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی روح کی مقدس کو ایصال ثواب کرنا چاہئے یا کیا۔

جواب- بہت بہتر ہے اور ادائے حق ہے۔

مضمون- مولوی عبدالحئی صاحب مغفور لکھنوی نے ایکبار فرمایا تھا کہ ایصال ثواب کا مضائقہ نہیں ہے مگر اکثر علماء منع فرماتے ہیں۔

جواب- یہ ان کی غلطی ہے۔

مضمون- ایک عورت اپنے خاوند یا باپ کے ساتھ بلاشرکت دوسرے مرد کے نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں۔

جواب- ہاں بالکل ٹھیک پیچھے کھڑی ہو برابر میں کھڑی نہ ہو۔

۲۸ شعبان ۳۴ ہجری

(۲۰۹) مضمون۔ حسب ارشاد والا اپنے معمولہ اذکار ادا کیا کرتے ہیں لیکن بوجہ سستی و غفلت آج کل کئی روز تہجد قضا ہوگئی بہت ندامت ہوئی مگر اس ندامت سے کیا فائدہ گیا

وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ شاید وجہ کثرت معاصی یہ سستی ہوتی ہے لہذا خود بھی توبہ کرتا ہوں حضرت والا سے دعا کا طالب ہوں۔

جواب- السلام علیکم۔ ہر سستی کثرت معاصی سے نہیں طبعی بھی تو ہوتی ہے۔

(۲۱۰) مضمون۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے۔ وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اگر کوئی شخص مجبوراً اپنی جان اور مال کی حفاظت کی غرض سے کتا پالے تو آیا اس کا گھر رحمت کے فرشتوں کے نزول سے محروم رہے گا یا کیا اور آیا کچھ امراض اس قسم کے ہیں کہ جن کو متعدی کہا جاسکتا ہے۔

جواب- السلام علیکم۔ اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ فرشتہ رحمت کا تو پھر بھی گھر میں نہ آویگا لیکن اس مجبوری کی صورت میں گناہ سے محفوظ رہے گا واللہ اعلم اور امراض کے متعدی ہونے میں اختلاف کثیر ہے اکثر محققین اس پر ہیں کہ بعض امراض متعدی ہوتے ہیں لیکن اس طرح نہیں کہ ان کا تعدیہ ضروری اور لازم ہو کہ تخلف ہی نہ ہو بلکہ مثل دیگر اسباب منطونہ کے اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو تعدیہ ہوا اور منظور نہ ہوا تو نہ ہوا۔

(۲۱۱) مضمون۔ جناب کی کتاب دعوت عبدیت اتفاقیہ حقیر کی نظر سے گزری مجھ کو عرصہ سے تلاش تھی کہ کوئی عالم باعمل اور استاد کامل مل جاوے تو کچھ دینی اور روحانی فیض حاصل کروں اکثر صوفی صاحبان سے ملا کہیں کسی کو حسب خواہش نہ پایا جناب کی تحریر نے قلب پر اثر کیا ہے اور دل مشتاق ہے کہ جناب سے بذریعہ تلمذ یا بیعت کچھ فیض حاصل کروں لیکن یہ خوف ہے کہ شاید جناب منظور نہ فرماویں کیونکہ بندہ شیعہ مذہب رکھتا ہے لہذا اول بذریعہ عریضہ ہذا امیدوار ہوں کہ امر فرمایا جاوے کہ عرضداشت فدوی کی قابل قبول ہوگی یا نہیں۔

جواب- واقعی اختلاف مذہب کی حالت میں مناسبت نہیں ہوسکتی اور بدوں مناسبت دینی نفع نہیں ہوسکتا۔

مضمون- علاوہ ازیں ایک امر دریافت طلب یہ ہے کہ احکام رضاعت میں شافعی

صاحبان پانچ گھونٹ دودھ کی شرط لگاتے ہیں اور شیعوں کے یہاں بھی کوئی شرط ہے جو فدوی کو یاد نہیں اور شاید حنفی صاحبان صرف ایک قطرہ ہی حلق سے اترنا کافی سمجھتے ہیں تو یہ مسئلہ کسی حدیث سے خوذ ہے جو اخذ کرنے میں ہر ایک نے اپنی اپنی رائے لگائی ہے اور اختلاف ہو گیا ہے یا کسی آیت سے اور وہ آیت یا حدیث کون سی ہے براہ کرم مطلع فرماویں۔

جواب۔سوال اگر محض تفریح طبع کے لئے ہے تو سوال کا خود یہ مقصود ہی صحیح نہیں اور اگر عمل کے لئے ہے تو عمل بدوں اعتقاد ہوتا نہیں اور اعتقاد بصورت اختلاف مذہب نہیں ہوتا۔علاوہ اس کے دلائل کی تحقیق پر عمل موقوف نہیں تو تحقیق دلائل کی ضرورت سمجھ میں نہیں آتی۔ان صاحب کا دوسرا خط آیا جس کا خلاصہ معہ جواب ذیل میں نقل ہے اور یہ دوسرا خط دور جدید کا ہے جس کا ذکر عنقریب رسالہ ہذا میں آتا ہے مگر تناسب کے سبب اس کو خط سابق کے متصل رکھ دیا گیا ہے۔(جامع)

مضمون۔مولانا صاحب السلام علیکم۔افسوس کہ ایک عرض آپ نے قبول نہ فرمائی۔ سوال اول کا جواب جو آپ نے دیا ہے اس کا گویا یہ مطلب ہے کہ ہدایت یافتہ آپ سے ہدایت پاسکتا ہے بھٹکا ہوا نہیں فیض پاسکتا پس پھر وہ فیض ہی کیا ہوا۔مسئلہ کا جواب آپ نے نہ دیا حالانکہ جواب مسئلہ آپ پر واجب ہو گیا (بہت سی آیتیں بھی علیحدہ پرچہ پر لکھ کر لکھا کہ اگر آپ میرے سوال کو رد کریں گے تو کیا ان آیات مذکورہ سے آپ مستفیض ہونا نہیں چاہتے) اگر سوال میرا محض تفریح طبع کے لئے ہوتا تو اول میں نے یہ نہ ظاہر کر دیا ہوتا کہ میں شیعہ ہوں بلکہ یہ لکھتا کہ آپ کے خاص مقلدین سے ہوں اور جبکہ تین فرقوں کے علماء میں اتنا بڑا اختلاف پا رہا ہوں تو کیوں نہ میں ایک صاحب سے استدعا کروں کہ یا اصل آیت بتلائی جاوے یا بدلائل سمجھایا جاوے اور جب ہر سہ علماء سے اس طرح سمجھ لوں گا تو اس کا فیصلہ قرآن سے اپنے واسطے کر لوں گا اور تب اس پر عمل کر سکوں گا آپ نے مجھ کو یہ سمجھا ہے کہ دروغ گو ہے حالانکہ بندہ واقعی طالب حق ہے شیعہ ہے لیکن سنیوں شافعیوں کو

بھی خارج از ایمان نہیں جانتا بلکہ اگر ان میں سے کوئی صاحب مجھ کو راہ راست دکھا سکیں تو یہ شکر گزاری ان سے ہدایت کا طلبگار ہے مجھ کو اگر صرف تفریح مقصود ہوتی تو کیوں نہ دہلی کے کسی عالم سے کرتا۔ رسولؐ اور صحابہ رسول کا یہ مسلک تھا کہ اگر کوئی تفریحاً بھی پوچھتا تھا تو جواب ایسا مدلل دیتے تھے کہ وہ ہدایت پا جاتا تھا افسوس کہ آپ اصلی طالب کو بھی نہیں بتاتے یاد کیجئے واقعہ خلیفہ ثانی صاحب کے اسلام لانے کا الخ۔

جواب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ اپنے رائے قائم کرنے میں بہت جلدی کی۔ عدم تدبیر سے بہت سے مضامین آپ کے خط میں از قبیل زوائد بھی ہیں۔ ان کا جواب تو غیر ضروری ہے ہاں بعض اجزاء کے جواب کو نافع سمجھ کر عرض کرتا ہوں اگر آپ غور سے کام لیں گے آپ کے تمام خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جویائے حق ہیں سو میں اس پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں مگر ہر شے کی ایک خاص ترتیب ہوتی ہے حق میں بھی دو جزو ہیں۔ اصول و فروع۔ اصول مقدم اور متبوع اور فروع موخر اور تابع ہوتے ہیں جو امور آپ نے دریافت فرمائے ہیں وہ فروع میں سے ہیں آپ پہلے اصول کی تحقیق کیجئے اندازہ اور فیصلہ حق کا اس سے ہوگا اگر یہ بات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہو تو میں آپ کو ایسے شخص کا پتہ بتلاؤں جس سے آپ کو اس تحقیق میں مدد ملے ورنہ اختیار ہے۔ بعد کو پھر انہیں صاحب کا خط آیا جو معہ جواب درج ذیل ہے۔ ایک تیسرا کارڈ بھی آیا جس میں شیعوں کی رد کی ایک کتاب کی بابت لکھا تھا کہ اگر مجھے مفید ہو تو بھجوا دی جاوے۔

مضمون۔ ضرور اول اصول اور بعدہ فروع کے خود ہی اصلاح ہو جاوے گی۔ میں خود بھی چاہتا تھا لیکن اس خوف سے نہ عرض کر سکا تھا کہ بار گراں خیال فرما کر کبھی آپ انکار فرما دیں جناب کا منشاء شاید مجھ کو کسی اور کے سپرد کرنے کا ہے تو بہتر ہے الا یہ کہ وہ صاحب آپ ہی کے مثل ہوں۔ تاکہ اچھی طرح سمجھا سکیں ورنہ یوں تو بہت سے مولوی صاحبان سے بندہ بھی نیاز رکھتا ہے جو صرف کہنا چاہتے ہیں سمجھ میں بٹھانا نہیں جانتے۔ بہر طور جس طرح

آپ مناسب خیال فرمائیں کیجئے۔ یہ خیال نہ فرمائیے کہ بندہ فضول آپ کو پریشان کرتا ہے نہیں ضرور اگر آپ نے اس طرح مجھ کو ہدایت فرمائی جیسے کہ کتاب دعوات عبدیت تحریر فرمائی ہے تو ضرور بندہ اثر پذیر ہوگا اور بہر طور صراط مستقیم پر پہنچ جاوے گا اور جناب عنداللہ ماجور ہوں گے مسئلہ رضاعت کی بندہ کو ضرورت تھی لیکن اس مرتبہ بھی جناب نے اس کو ٹال دیا اچھا اگر اب بھی جناب کا خیال وہی تفریح طبع کا ہے تو نہ تعلیم کیجئے کسی اور صاحب سے معلوم کرلوں گا ورنہ حق الامر تو مولانا یہی ہے کہ اس مسئلہ کی ضرورت ہے اور یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا زبیدہ اپنے شوہر پر بوجہ اس کے کہ اسکی والدہ نے اس کی بیٹی کو دو ایک مرتبہ دودھ پلایا ہے حرام ہوگئی ہے یا نہیں تا کہ ان میں فوری تفریق کرادی جاوے یا نہ۔ بندہ کی پچھلی تحریر کچھ گستاخانہ تھی برائے خدا اس گستاخی کو معاف فرمایا جاوے۔

جواب۔ السلام علیکم۔ جب آپ اپنی اصلاح کا سلسلہ شروع فرمانے کو کہیں گے مفید رائے دوں گا۔ اگر مسئلہ ہی کی ضرورت تھی تو صرف مسئلہ پوچھنا چاہئے تھا آپ نے تو دلائل پوچھے تھے پھر کیسے سمجھا جاتا کہ مسئلہ کی ضرورت ہے تفریح طبع کا شبہ ہوا۔ اب آپ کے لکھنے سے معلوم ہوا کہ صرف مسئلہ پوچھتے ہیں چنانچہ اس بار میں دلائل نہیں پوچھے تو مسئلہ بتلانے سے عذر نہیں آپ پوری صورت واقعہ کی صاف لکھ دیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ جواب حاضر ہوگا اور گستاخی کی نسبت جو آپ نے تحریر فرمایا ہے سو کچھ خیال نہ کیجئے۔ ہم تو اپنے اکابر کے وقت سے اس سے بڑھ کر یعنی لعنت تک سننے کی عادت ہے میں نے سب معاف کیا۔ آپ کا دوسرا کارڈ آیا رسالہ المطرقہ میں نے دیکھا نہیں اس لئے اس کے متعلق کوئی رائے نہیں دے سکتا کہ آپ کے لئے کس حد تک نافع ہو سکتا ہے آپ پتہ ذیل پر سے ایسے رسالوں کے متعلق تحقیق فرمالیجئے میں ان کو آج لکھے دیتا ہوں وہ آپ کو بہت نفع پہنچادیں گے پتہ یہ ہے کرانہ ضلع مظفر نگر محلہ خیل خرد پاس مولوی حبیب احمد صاحب کے پہنچے۔ انہیں شیعہ صاحب نے پھر ایک خط بھیجا جو معہ جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

دوسرا تتمہ صفحہ نمبر کا۔

مضمون۔اس سے قبل جتنے عریضہ ہا بندہ نے جناب کی خدمت میں بھیجے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان سے جناب پر فدوی کا اصل مطلب و مسلک ظاہر نہیں ہوا ہے کیونکہ آج کل دن میں میرے حواس درست نہیں ہوتے اور عقل خبط ہوتی ہے جس کی وجہ میری بیماری و کمزوری ہے لہٰذا آج رات کو عریضہ ہذا خدمت میں تحریر کرتا ہوں تا کہ فدوی کا اصل مطلب جناب سمجھ لیں میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے متعدد فرقے ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے کو صحیح راستہ پر سمجھتا ہے اور دوسرے کو غلط راہ پر بتاتا ہے لیکن خدا' رسولؐ خدا' قانون خدا جملہ فرقہ کا ایک ہی ہے لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ اختلاف صرف قانون خدا کے سمجھنے میں غلطی کرنے کی وجہ سے ہوا ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ غلطی عمداً ہوتی ہے یا کوتاہ عقلی سے کیونکہ عقل بشری بہت تھوڑی ہے پس یہ بھی دیکھا جا رہا ہے کہ جملہ فرقوں میں متقی اور پرہیز گار علماء موجود ہیں اور صاحب تقویٰ سے یہ بعید ہے کہ ایسے معاملہ میں غلطی پر اصرار کرے لہٰذا ضرور ہوا کہ غلطی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے نہ عمداً اور اس غلطی کو اغلب ہے کہ خدا معاف کر دے پس جس طرح کہ اور لوگ عام طور سے ایک دوسرے کو جہنمی اور دوزخی اور قابل نفرین خیال کرتے ہیں میں کسی فرقہ کو ایسا خیال نہیں کرتا ہوں۔

اور اپنا مسلک میں نے یہ کر لیا ہے کہ اختلافی مسئلہ میں چند ایک علماء صاحب تقویٰ کے مختلف اقوال جمع کئے اور جن صاحب کا قول اپنی عقل میں درست دیکھا اس پر عمل کیا۔ گو اس معمول سے میں مردود فریقین تو ضرور ہوں مگر مجبور ہوں کہ خلاف اس کے چارہ نہیں پاتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے میں نے آپ سے رضاعت کا مسئلہ پوچھا تھا۔ مگر افسوس کہ جواب سے محروم رہا (رضاعت کے جز کا جواب غالباً میرا کارڈ اسکے بعد پہنچا ہے اس میں میں نے رضاعت کے سوال کو مکرر پوچھنے کو لکھ دیا ہے حالت میری یہ ہے کہ ہر لحظہ ایک عجب طرح کے تذبذب میں مبتلا ہوں اور کسی طرح وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون پر عمل

کرنے کا راستہ نہیں پاتا ہوں چنانچہ آپ سے امداد کی التجا کی کہ برائے خدا و رسول مدد فرمایئے لیکن افسوس کہ اس وقت تک محروم ہوں۔

جواب- ہر کام طریقہ سے ہوتا ہے سو اب تک آپ نے ایسی طرح پوچھا کہ مقصود ہی کا پتہ نہ چلا آپ مقصود ظاہر کیا ہے اب مجھ کو مشورہ کا موقع ملا ہے) میں قوم سادات سے ہوں اور سادات کا فرض ہے کہ نہ صرف ہدایت یافتہ ہوں بلکہ ہادی ہوں اور جو ان میں سے ہادی نہیں وہ ایک طرح چاہ ضلالت میں ڈوبا ہوا ہے (کیونکہ اسلام انہی کے گھر نازل ہوا ہے) اور جو کمبخت میری طرح ہدایت یافتہ بھی نہیں وہ دو طرح سے ملزم ہے لہٰذا جناب خود قیاس فرما سکتے ہیں کہ مجھ کو ہدایت کرنا ایسا ہوگا گویا دو گمراہوں کو ہدایت کی نہیں بلکہ تین کی کے برابر کیونکہ صرف دو گمراہوں کو ہی آپ ہدایت نہ کریں گے بلکہ آپ آیہ قل لا اسئلکم اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کے حکم کی بھی تعمیل کریں گے پس خیال فرمایئے کہ صرف مجھ کو ہدایت کر کے آپ کس قدر اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ آپ کی تصانیف کی دو فہرست میرے پاس پہنچی ہیں لیکن میرے مطلب کی کوئی کتاب نہیں ہے۔

جواب- ''وہ میں نے نہیں بھجوائیں'' یا تو کوئی ایسی کتاب ہو جس سے اصول دین وغیرہ کا مفصل پتہ ملے ان پر جرح وقدح کی گئی ہو اور ان کو ثابت کیا گیا ہو یا اعمال کا راستہ ملے بے شک یوں تو ساری تصانیف جناب کی اعمال ہی کی درستی کے واسطے ہیں لیکن ایسا راستہ بتانے والی کوئی نہیں ہے جو انسان کو دنیا میں رہ کر پکا دیندار بنا دے یا ہو تو میری کوتاہ نظری نے مجھ کو اس تک نہیں پہنچنے دیا۔ لہٰذا التماس ہے کہ یا تو کوئی ایسی کتاب مرحمت فرمائی جاوے یا اور کسی طرح ہدایت اختیار کی جاوے کہ کچھ عاقبت درست ہو افسوس کہ عمر ضائع ہوئی جاتی ہے اور راستہ ملتا نہیں دنیا کے افکار اتنی مہلت نہیں دیتے ہیں کہ جناب یا اور کسی صاحب کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا جا سکے اگر کسی بزرگوار نے مدد نہ فرمائی تو وہی مثل ہو جاوے گی کہ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ خدا سے دعا کرتا ہوں تو وہ بھی قبول نہیں

فرماتا۔ روپیہ اس قدر وافر پاس ہے نہیں کہ بے فکری سے کتب بینی کروں یا علماء کی صحبت اختیار کروں عجب حیرت میں ہوں کہ کیا کروں کیا نہ کروں۔ یہ سب کچھ عرض کرنے کے بعد یہ بھی ضرور عرض کروں گا کہ دھوکہ باز آدمی نہیں ہوں کہ آپ کو دھوکہ دوں۔ اندھی تقلید کرنے والا بشر نہیں ہوں اصول جب تک بدلائل نہ سمجھا دے گا تب تک میں ان کا قائل نہیں ہوں گا۔ التماس خدمت شریف میں یہ ہے کہ بندہ کو کچھ ہدایت کی جاوے اور حبل اللہ سے متمسک کر کر ضلالت سے نجات دی جاوے اور خود کو جناب ماجور فرماویں۔

جواب۔ السلام علیکم۔ نیت بلاشبہ آپ کی اچھی ہے مگر طلب ناتمام ہے خدانخواستہ اگر آپ کسی جسمانی مہلک بیماری میں مبتلا ہوتے اور باقی حالت یہی ہوتی جو کہ اب ہے یعنی ہجوم افکار و قلت سامان اور اس حالت میں آپ سنتے کہ فلاں جگہ ایک طبیب ہے کہ نہ فیس لیتا ہے اور نہ دوا کے دام۔ البتہ مریض کو اپنے خورونوش کا خود انتظام کرنا پڑتا ہے تو کیا آپ اس حالت میں اس کے پاس نہ پہنچ جاتے اور کیا یہ عذر آپ کو مانع ہوتے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پھر یہ روحانی مرض کیا اہمیت میں اس جسمانی مرض سے کم ہے پھر اس کے واسطے یہ عذر کیوں مانع ہیں۔ اصل تدبیر ان امراض کے معالجہ کی یہی ہے نہ کہ دلائل و کتب کیونکہ دلائل و کتب سب کے پاس ہیں پھر بھی فیصلہ نہ ہوا آپ نے اس کی وجہ قلت عقل بتلائی ہے سو اس حالت میں آپ نے اس کا کیا اطمینان کر لیا ہے کہ آپ کی عقل قلیل نہیں اگر کہا جاوے کہ پھر غلطی معاف ہوگی تو معافی بعد بذل جہد کی ہوسکتی ہے اور صرف مطالعہ اور دلائل بذل جہد نہیں بلکہ کسی محقق کی صحبت میں چند روز رہنا اور وہاں تسلی نہ ہو تو دوسرے محقق کے پاس رہنا یہ بذل جہد کا بڑا ضروری درجہ ہے۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت کافی تسلی ہوگی اور جب وہ تسلی حاصل ہوگی اس وقت یہ بھی معلوم ہوگا کہ واقع میں دلائل سے یہ درجہ تسلی کا میسر نہ ہوسکتا تھا اور معلوم ہوگا کہ بیشک اس کی سخت ضرورت تھی اور اس وقت آپ اس مشورہ کے عرض کرنے والے کو دعائیں دیں گے۔ والسلام۔

خط شیعی صاحب کا

مضمون-لفافہ وکارڈ ہر دو ملے۔بجواب عرض ہے کہ جناب نے جومشورہ صحبت علماء کا دیا ہے وہ واقعی بہت بجا اور درست ہے۔الا مالی حالت میری اس بات کی اجازت نہیں دیتی اور جو مثال جناب نے مرض صعب میں گرفتار ہوکر کسی حکیم کے پاس برائے علاج جانے کی دی ہے ایک حد تو درست ہے لیکن انسان کی مالی حالت اس میں مانع ہوا کرتی ہے۔علاوہ ازیں میری صحت بھی دہلی ہی تک محدود ہے یہاں روزانہ ادویات کا استعمال اور حکماء کا مشورہ جاری ہے۔باہر یہ بھی میسر نہیں ہوسکتا اب فرمایئے کیا کروں۔

جواب-ایسی حالت میں واقعی تحریر کے ذریعہ سے تحقیق فرمائی مگر ایک ایک امر کا فیصلہ کرتے جایئے اصول مقدم اور فروع مؤخر۔

مضمون-احکام شرعیہ کی بابت جو میں نے عرض کیا تھا کہ میں مختلف علماء کا قول جمع کر کے اپنی رائے سے اندازہ کر کے عمل کیا کرتا ہوں اس پر جناب کا یہ اعتراض ہے کہ جب تو انسان کو خطا سے مبرا نہیں سمجھتا تو کیونکر اپنی عقل پر صحت کا یقین کر لیتا ہے تو قبلہ یقین صحت میں اگر اپنی عقل پر کرتا تو اقوال علماء نہ حاصل کرتا۔میں تو ایک عالم کا قول اور اس کی دلیل اور اپنی عقل جب یہ تینوں مل جاتی ہیں تب اس پر اعتماد کرتا ہوں اور اس کو اپنا معمول بناتا ہوں۔صرف اپنی ہی عقل پر اعتماد نہیں کرتا۔

جواب-اول تو سب علماء کی عادت نہیں کہ دلائل لکھیں پھر دلائل کا سمجھنا موقوف ہے اپنے مبادی پر وعلیٰ ہذا اور یہ مبادی سائل کو حاصل نہیں ہوتے پھر یہ طرز کیسے کافی ہوسکتا ہے۔اس کی صورت تو بس یہی ہے کہ اول مذہب حق کو متعین کیا جاوے پھر فروع میں بھی اس کا اتباع کیا جاوے تو سب سے پہلے تحقیق مذہب حق ضروری ہے جو اصول ضروریہ کی تحقیق سے ہوسکتی ہے۔

مضمون-دیگر علماء کے مقابلہ پر جب میری عقل کسی خاص عالم کی رائے سے مل جاتی

ہےتواس رائے کی وقعت بہ نسبت دیگر علماء کے زیادہ ہوجاتی ہے گو بے شبہ مجمع نواقص العقول بھی ناقص العقل رہتا ہے جیسے پچاس پاگل مل کرایک صحیح العقل کے برابر نہیں ہو سکتے اور اسی وجہ سے شیعہ لوگ اجماع کی مخالفت کرتے ہیں لیکن آپ کوتو مخالفت نہ کرنی چاہئے۔

جواب- آپ کا یہ عمل درآمد اجماع سے تو تمسک نہیں خود آپ تصریح فرماتے ہیں کہ اختلاف کے وقت ایسا کرتا ہوں پھر اختلاف کا اجتماع اجماع کے ساتھ کیا۔

مضمون- اور وہ مخالفت نص قرآنی ہوتی ہے یا نص حدیث جس طرح کارروائی سقیفہ بنی ساعدہ کو ہم لوگ نص حدیث غدیر نہیں کرتے۔

جواب- یہ مثال تو مطابق ممثل لہ کے نہیں کیونکہ وہ نقض نقص ہی نہیں۔

مضمون- کوئی کتاب ایسی براہ کرم بتائی جاوے جس میں اصول دین اور ان پر مفصل جرح وقدح کی گئی ہو کیونکہ میں اجماع اور قیاس ان دونوں کی نسبت معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیوں آپ نے داخل اصول کئے ہیں اور شیعہ بالکل مخالف ہیں چونکہ مجھ کو صرف شیعوں ہی کے دلائل معلوم ہیں لہٰذا نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کے دلائل ان سے طاقتور ہیں اور قابل قبول ہیں یا کمزور اور قابل ترک۔

جواب- ان امور میں بہتر ہے کہ ایسے لوگوں سے گفتگو کی جاوے جو اصول مذہب کو بھی جانتے ہوں چنانچہ اس وقت تین نام معہ پتہ لکھتا ہوں مولوی حبیب احمد صاحب محلہ خیل خورد قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر۔ مولوی عبدالشکور صاحب محلہ پاٹانالہ لکھنؤ۔ مولانا رحیم اللہ صاحب بجنور۔

مضمون- اخیر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مذہبی معاملہ ہے اگر کوئی لفظ ناگوار خاطر ہوتو معاف فرمایا جاوے۔

جواب- بالکل مطمئن رہیے۔ آزادی سے کام لیجئے۔ البتہ بلاضرورت خشونت نہ فرمایئے۔

دیگر

مضمون- اس وقت تک جتنے عریضے میں نے جناب کی خدمت میں ارسال کئے ان سے مجھ کو کچھ حاصل نہ ہوا۔ حالانکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ جیسے بزرگوار سے کچھ فیض حاصل

کروں نہ تو جناب نے مجھ کو اعمال کی بابت کچھ تعلیم فرمایا نہ میں ہی اپنی کم علمی کی وجہ سے دریافت کر سکا۔ میں نے تو جہاں تک غور کیا ہے مذہب شیعہ کے تو اصول بہت عمدہ پائے ہیں اور اہل تسنن کے اعمال۔ شیعوں کے تو اعمال مجھے پسند نہیں ہیں اور سنیوں کے اصول۔ آپ لوگ اعمال خوب کرتے ہیں اور پابند ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے یہ خواہش کی تھی کہ جناب کے فیض سے شاید بندہ بھی ان اعمال کا پابند ہو کر رضائے الٰہی حاصل کرے۔ لیکن آپ فرماتے ہیں کہ اول اصول ٹھیک کرو۔ خیر میں نے وہ بھی منظور کیا لیکن آپ نے اور دیگر تین علماء کے اسماء گرامی لکھ دیئے کہ یہ لوگ اصول مذہب شیعہ سے واقف ہیں ان سے خط و کتابت کر۔ یہ مجھ کو منظور نہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ علماء بہ نسبت آپ کے زیادہ دور ہیں نہ میں ان سے نیاز رکھتا ہوں اور نہ ہی ان کے تقویٰ کا مجھ کو یقین ہے پس کیا وجہ ہے کہ آپ کے تقویٰ کا یقین رکھ کر ایسے شخص کے پاس التجا کروں جس کے تقویٰ اور علم کا یقین نہ ہو آپ پر ان کو میں کسی طرح ترجیح نہیں دے سکتا گو آپ اپنی کسر نفسی کی وجہ سے ایسا کریں۔

جواب- جب وجہ ترجیح موجود ہے تو کیوں نہ ترجیح دی جاوے اور وجہ ترجیح یہی ہے کہ وہ حضرات اصول سے بہ نسبت میرے زیادہ واقف ہیں اور اصول اصل ہیں اور اعمال اور فروع ان کے تابع۔

مضمون- اور اصول مذہب شیعہ کی واقفیت تو اس شخص کے لئے ضروری ہے جو مناظرہ کرے میں کیا یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے مناظرہ کریں میں تو صرف اعمال کی درستی کا خواہش مند ہوں۔ اگر بغیر اصلاح اصول نہیں ہو سکتی تو بسم اللہ اپنے اصول اور دلائل بیان فرما دیجئے۔

جواب- میں تو اپنے سے زائد جاننے والوں کو بتلا چکا ہوں اور گو میں اپنے اصول جانتا ہوں مگر بتلانا اس کا زیادہ نافع ہے جو موازنہ کر کے بتلا دے اور وہ وہی علماء ہیں جن کا نام بتلا چکا ہوں۔

مضمون- مسئلہ رضاعت جو دریافت کیا تھا اس کی شکل یہ ہے کہ زید کی بیٹی نے وہی دودھ پیا جو زید کی زوجہ نے پیا تھا تو کیا زید کی زوجہ اس کی بیٹی کی رضاعی بہن نہ ہوئی اور اگر ہوئی تو کیا زید پر حرام نہ ہوئی اور اگر اب بھی حرام نہ ہوئی تو سبحان اللہ رضاعت وغیرہ کے

جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ دیگر علماء تو کہتے ہیں کہ اگر رضاعت محقق ہوگئی تو ضرور زوجہ حرام ہوگئی۔

جواب- مسئلہ تو آپ کو معلوم ہے اب آپ صرف اس پر اشکال کرتے ہیں سو اس کا جواب زبانی سمجھ میں آسکتا ہے۔

مضمون- اچھا اب آپ فی الحال یہ تو بندہ کو بتلایئے کہ نماز وغیرہ میں جو حضور قلب کی شرط ہے اس کے کیا معنی۔ اور مطلب الخ۔

جواب- یہ بھی فروع سے ہے جو اصول سے موخر ہے۔

مضمون- ایسی ترکیب بتلایئے کہ ہر وقت اللہ ہی اللہ دکھائی دیئے اور نہ غم کا غم رہے نہ خوشی کی خوشی۔ میرے خیال میں اصول وغیرہ کے جھگڑے کو آپ رہنے دیجئے اصول ہمارے فرقہ کے اتنے عمدہ اور ضروری ہیں کہ ان کے مقابلہ پر شاید ہی کوئی اصول جچیں۔ آپ تو مجھ کو ایسی ترکیب تعلیم فرمایئے کہ بس ہر وقت میں ہوں اور یاد و تصور۔ خدا ہو اور کچھ نہ ہو بس اس کے آگے اصول وصول سب فضول ہیں۔ بس میں ہوں اور وہ ہو اور کچھ نہ ہو۔

جواب- آپ ہی کے نزدیک تو فضول ہیں جب آپ مجھ سے تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو معلم کا اتباع متعلم کو چاہیئے یا بالعکس۔ کوئی معلم تابع ہو کر تعلیم نہیں کر سکتا۔

مضمون۔ ہولی کے زمانہ کا ذکر ہے کہ میں گھر میں موجود نہ تھا۔ ایک ہندوانی آئی اس نے گھر میں سب پر رنگ ڈالا اس رنگ سے میرا بچھونا خراب ہوگیا۔ جب میں آیا اور دیکھا تو چھپا ڈالا گیا اور سب نے لاعلمی ظاہر کی مگر میں نے پتہ لگا لیا اور اس سے انتقام لینے پر آمادہ ہوا۔ اس پر لوگوں نے مجھے روکا میں اس وقت تو رک گیا مگر جوش انتقام دل میں بھرا ہوا ہے جب تازہ واقعہ تھا اس لئے جان تک لیتا اب پرانا ہو چکا ہے تب بھی کثیر نقصان پہنچا سکتا ہوں۔ اس کے انتقام میں یہ درست ہے یا نہیں جیسے کہ آگ لگا دوں اس کا اس کو تاوان دینا پڑے گا۔ میں نے بھی اپنے تمام بچھونے کو آگ لگا دی اور نیا بنوایا۔ پچیس تیس روپیہ کا نقصان ہوا اگر یہ جائز نہیں ہے تو پھر کیونکر اس کا انتقام لوں۔ دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

جواب- جزاء سیئۃ مثلھا کی بناپر انتقام کی یہ سب مذکورہ صورتیں ناجائز ہیں۔ صرف ایک انتقام ہے وہ یہ کہ جس چیز سے اس کو مذہبی نفرت ہو وہ چیز اس کے بستر پر ڈال دی جاوے۔

۳۰ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

۲۱۲ مضمون- درحضور ظل رب العالمین+ سید پاکاں امام المتقین + مہتر و بہتر حکیم امتاں+ نور یزداں سرور و فخر جہاں+ نائب امداد غوث انس و جاں+ ثانی حضرت جنید شاہ جاں+ بایزید وقت شبلی زماں+ شیخ عالم قطب دوراں جانِ جاں+ شاہ شاہاں آفتاب بے مثال+ شمس دیں وقبلہ اہل کمال+ ہم نوائے حضرت سید حسن+ آنکہ بودہ وعظ وجید حسن+ نافخ روح خدا در مارو طیں+ ما وجدت مثلکم فی العالمین+ چونکہ پیوستی بمولا ناعلیؒ+ لامحالہ سید واشرف شدی+ از غریب و بینوا مسکیں فقیر+ ہائم و بے مایہ ناچیز وحقیر+ آنکہ نامش است اسمٰعیل خام+ صد نیاز و صد تحیات وسلام+ نامہ والا امر تشریف داد+ شوقمش بر عین و گہ برسر نہاد+ چوں ورا بکشادم از دست رواں+ یافتم دردے زہے گنج رواں بد شفا آں بادل بیماررا+ کردریحاں خار خار خار را+ حمد للہ کہ پذیرفتی مرا+ درغلامی خود ای فخر الوریٰ+ قرۃ العینم توئی سلطان من۔ انت قلبی انت روحی جانمن+ راحت جانم توئی دادار من+ جنت الماویٰ توئی گلزار من+ بعد رمضان حسب ارشاد جلیل+ زود حاضر میشو وعبد ذلیل+ فرق را پاساختہ من سوئے تو۔ ے چلم اے من غلام روئے تو+ ہیچ خبر سے نیست الا اینکہ ایں+ درفگندی درد رونش شوق دیں+ آنچناں کن اے حبیب قدسیاں+ کہ بسوز وعشق تاراں استخواں+ دولت دنیا نمے خواہد غلام+ عشق مولا بایدش تم الکلام+

جواب- السلام علیکم۔ ہرکجا دردے دوا آنجا رود۔ ہرکجا رنجے شفا آنجا رود+ ہرکجا پستی ست آب آنجا رود+ ہرکجا مشکل جواب آنجا رود۔

اطلاع۔ اوپر کے منظوم خط میں اظہار اشتیاق اور طلب ہے حضرت کے جواب میں طلب پر کامیابی کی بشارت ہے۔

(۲۱۳) مضمون۔ میں احقر نہایت شرمسار ہوں کیونکہ مجھ سے پابندی کسی کام کی نہیں

ہوتی۔ چندروز نماز تہجد اور ذکر بارہ تسبیح و تلاوت قرآن مجید ایک پارہ یا کم اور درود شریف وغیرہ سب کچھ کر لیتا ہوں اور طبیعت میں ایک کیفیت خوشی و سرور کی معلوم ہوتی ہے اور کبھی چندروز سوائے فرض نماز معہ سنت موکدہ کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا اور غم و پریشانی اور فکر بہت ہوتا ہے۔ قلب کی توجہ حقوق العباد کی طرف ہو جاتی ہے اور کام چھوٹ جاتے ہیں اور لین دین کی صفائی کا خیال ہوتا ہے۔

جواب۔ اپنے وقت پر یہ بھی طاعت ہے۔

مضمون۔ جتنا ہوسکتا ہے کئے جاتا ہوں۔

جواب۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں بھی محرومی نہ ہوگی جتنا بھی ہو سکے کئے جایئے۔

مضمون۔ بندہ کے ذکر سے اتنا فائدہ نہ ہوگا جتنا جناب کی دعا کی برکت سے حاصل ہوسکتا ہے۔

جواب۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

حسن العزیز کے مکتوبات کی جلد اول بحمد اللہ ختم ہوئی

آج بتاریخ ۱٦ شوال ۱۳۵۲ھ احقر عبدالمجید بچھرایونی یکے از خدام
بارگاہ اشرفیہ۔ جو حضرات اس کا مطالعہ فرماویں
حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم العالی کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ
حضرت والا کی عمر میں برکت عطا فرمائیں اور یہ سلسلہ صدقہ جاریہ
ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رکھیں۔ آمین۔

الرقیم الجلیل

اصلاحی مکتوبات کے جوابات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

جمع کردہ:

عارف باللہ

حضرۃ مولانا حافظ جلیل احمد صاحب شیروانی رحمہ اللہ

خلیفہ مجاز حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ

متعدد روایات سے معلوم ہوا کہ عام طالبین، محی السنۃ حکیم الامت، مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی کے ملفوظات کو اپنے لئے زیادہ نافع سمجھتے ہیں چونکہ حضرت حکیم الامت دام ظلہم العالی کے اکثر مکتوبات بھی ملفوظات کے ہم رنگ ہوتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ایسے مکتوبات کو بھی منضبط کر لیا جائے جو کہ اب تک ضبط نہ کئے گئے ہوں۔ صرف بعض مکتوبات جن کی خاص اور ممتاز شان تھی حسن العزیز میں شائع ہوئے تھے۔ چنانچہ ۱۳۵۵ھ کے ختم پر ایسے مکتوبات کے ضبط کا بھی کام شروع کر دیا اور الرقیم الجلیل کے لقب سے اس کو ملقب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اہل طریق کے لئے نافع اور جامع کے لئے ذخیرہ آخرت فرماویں۔ آمین۔

کتبہ الاحقر جلیل احمد عفی عنہ علی گڑھی
ضابط ملفوظات القول الجلیل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال (۱) ایک دیوبندی مولوی صاحب یہاں مدرسہ میں ہیں ان کو حضرت والا سے بھی عقیدت ہے مگر فلاں مولوی صاحب ان کے بہت دلدادہ و عاشق ہیں۔ اگرچہ جولاہے ہیں مگر علمی ادراک ان کا بہت اچھا ہے۔ اگر حضور والا حکم دیں تو میں بخاری شریف ان سے پڑھ لیا کروں ورنہ صرف خود مطالعہ کر لیا کروں۔

جواب- بہتر ہے بشرطیکہ احادیث سے تحریک حاضرہ کے مسائل مستنبط نہ کریں۔

سوال (۲) احقر جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو ان میں مختلف خیالات و توہمات آتے ہیں جس کی وجہ سے نماز میں خلل آجاتا ہے لہٰذا اگر یہ برا ہو تو اس کے دفعیہ کے لئے کوئی تدبیر و دعا عنایت فرمادیں۔

جواب- یہ کہاں لکھا ہے کہ غیر اختیاری خیالات سے نماز میں خلل آجاتا ہے۔

سوال (۳) حضور کی تصنیف قصد السبیل میں عالم مشغول کا جو دستور العمل مرقوم ہے بندۂ کمترین اس عمل کی تعلیم اور اجازت چاہتا ہے۔

جواب- کس مقصود کے لئے؟

دوسرا خط (۴) حضور اس عمل سے مقصود تو رضاء حق ہی ہے اور امید یہ ہی ہے کہ اس عمل کی تاثیر حصول رضاء حق کی زیادتی اطاعت اور محبت میں معین اور مددگار ہو۔

جواب- معین کی ضرورت تو اصل تدبیر کے بعد ہوتی ہے وہ اصل تدبیر کیا ہے؟ اور آپ نے اس کا کیا اہتمام کیا؟

سوال (۵) میرا دل خدا کی یاد سے غافل ہے کوئی تدبیر بتادیں کہ دل ذاکر ہو جائے!

جواب- اختیاراً یا اضطراراً اور کیا ہر غفلت معصیت ہے؟ اور کیا غیر معصیت کا علاج بھی ضروری ہے؟

سوال (۶) برائے مہربانی و کرم گستری اس ناکارہ کو بیعت فرمالیجئے۔

جواب- کیا ترتیب اصلاح میں یہ سب سے مقدم ہے؟

سوال (۷) دیگر عرض یہ ہے کہ پانولی گادر سے ایک حافظ صاحب جو قریب ستر سال کی عمر کے ہیں ان کا خط آیا ہے کہ ان کا ارادہ جناب والا سے بیعت ہونے کا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اردو لکھ نہیں سکتے اس لئے مجھے جناب والا کے اوپر ان کی بیعت کی درخواست عرض کرنے کو فرمایا ہے۔ ان کا نام موسیٰ ہے جناب والا جو جواب ارشاد فرمادیں گے اس کی اطلاع ان کو کردوں گا۔

جواب- اس کا یہ طریقہ ہے کہ وہ خود جو زبان جانتے ہیں۔ اس میں خط لکھیں اور کسی سمجھدار معتمد اردو دان سے اردو میں ترجمہ کرا کر خود بھیجیں میں مناسب جواب دوں گا۔

سوال (۸) ولی سے لے کر جناب رسول اکرم تک جو ۱۴ درجے ہیں یعنی ولی سے اوپر کون؟ اور عارف کے اوپر کون؟ اور مجدد کے اوپر کس کا درجہ؟ اس طرح کے جو ۱۴ درجے ہیں تحریر فرمادیں۔

جواب- تم کو کسی کے درجوں سے کیا بحث! اپنا درجہ سمجھو کہ کیا ہے؟ وہ بتلاتا ہوں وہ درجہ فضول گوئی ہے اس کا علاج کرو۔

سوال (۹) احقر کی دلی تمنا یہ ہے کہ اگر حضرت اجازت عنایت فرمادیں تو تعطیل عید میں خدمت میں حاضر ہو کر حضرت کی زیارت اور ارشادات سے مستفیض ہو اور اگر ارشادات نہ ہوں تو محض زیارت بابرکت سے مستفیض ہو کر تسلی حاصل کرے۔

جواب- زیارت کی کیا غایت ہے اور اگر کوئی غایت مقصود نہ ہو تو آنے کی اجازت ہے بشرطیکہ مخاطبت و مکاتبت نہ ہو۔

سوال (۱۰) پرسوں ہفتہ کے روز ایک جوابی تار جناب کی خدمت میں ارسال کیا مگر اس کے جواب سے بھی بدقسمتی سے محروم ہوں۔

جواب- اپنے ہاتھوں محروم ہو یہ بھی سوچا کہ جواب میں جو پیسے خرچ ہوں گے وہ کسی کے ذمہ ہیں۔

سوال (۱۱) قدرت تو ہے (یعنی ترک معاصی پر جس کا ذکر اس سے قبل لکھا گیا تھا) لیکن ایسی ہے جیسے قدرت ہے ہی نہیں۔

جواب- وہ کون سی قدرت ہے جو عدم قدرت کے حکم میں ہے۔

سوال (۱۲) عرض ہے کہ یہاں پر جمعہ وعیدین کے خطبہ میں آلہ مکبر الصوت لگایا جاتا ہے ایسی حالت میں جامع مسجد اور عیدگاہ میں نماز ادا کی جاوے یا کسی دوسری مسجد میں جس میں بغیر لاؤڈ سپیکر کے جمعہ وعیدین ہوتی ہیں اس میں ادا کیا جائے۔

جواب- جس میں فتنہ نہ ہو البتہ اگر تکبیرات صلوۃ کی تبلیغ بھی اسی کے ذریعہ سے ہوتی ہو تو ایسی تکبیر کا اتباع مفسد صلوۃ ہے۔

سوال (۱۳) باوجود ان حالات کے (جو اوپر کی عبارت میں مذکور ہیں) گو عربی کا سبق اور تہجد میں اشغال واذکار ناغہ نہیں ہوتے مگر طبیعت پر کسی قدر بار محسوس ہوتا ہے۔

جواب- تو اور زیادہ اجر ملے گا کہ مجاہدہ ہے۔

بقیہ سوال (۱۳) اور بجائے اس کے کہ محض خوشنودی اللہ تعالیٰ کے لئے ہو زیادہ خیال اس کا ہوتا ہے کہ اگر تہجد ناغہ ہوگئی تو دن بھر مغموم رہوں گا پریشان ہوں گا۔ سکون نہیں رہے گا۔

جواب- لیکن وہ ناغہ کا غم اور پریشانی بھی اسی لئے ہے کہ ایک عمل حق تعالیٰ کی خوشنودی کا فوت ہوگیا تو یہ عین خوشنودی ہی کی طلب ہے جو اس کے منافی نہیں۔

سوال (۱۵) معمولات اشرفی میں جو ہے کہ بین الترویحات اذکار مسنونہ ادا فرماتے ہیں وہ کیا ہیں۔

جواب- اس کا یہ مطلب نہیں کہ خاص ترویحات میں جو اذکار مسنونہ وارد ہوئے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ترویحات میں کوئی خاص اذکار منقول نہیں اور جو مروج ہیں وہ سنت میں وارد نہیں اس لئے ان مروج اذکار کی پابندی نہیں کی جاتی بلکہ جن اذکار کی بلا تخصیص و تقیید سنت میں فضیلت وارد ہے ان کو ادا کیا جاتا ہے۔

سوال (۱۶) حضرت والا! احقر ایک امر یہ دریافت کرتا ہے کہ باہر پھرنے والی عورتوں سے پردہ دار عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم ہے اس میں بڑی قباحت ہے خادمائیں جو ملتی ہیں وہ زیادتی سے باہر کی پھرنے والی عورتیں ملتی ہیں پردہ دار خادمائیں نہیں ملتیں ان سے کس طرح سے بچاؤ کیا جاوے۔

جواب - ایسا حکم تو نہیں البتہ کافر عورت کے سامنے بجز چہرہ اور دونوں ہاتھ کلائی تک اور دونوں پاؤں ٹخنے سے نیچے تک اور کسی عضو کا جیسے سر گلا وغیرہ کھولنا جائز نہیں اس میں بھنگن اور چماری اور ترکاری بیچنے والیاں سب آ گئیں۔

سوال (۱۶) پہلے خط میں بندہ کی طرف سے یہ عرض تھا کہ غیبت کبھی قصد واختیار سے صادر ہوتی ہے اور کبھی بلا قصد و بلا اختیار۔ اس کے جواب میں حضور سے یہ ارشاد صادر ہوا تھا کہ ''تو کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ بعض غیبت کا گناہ بھی نہیں ہوتا یعنی جو بلا مقصد ہوتی ہے اگر یہ اعتقاد ہے تو پھر علاج کس چیز کا پوچھتے ہو'' اب حضور سے یہ التماس ہے کہ میرا یہ اعتقاد ہے کہ جو غیبت بلا قصد ہوتی ہے اس میں کوئی گناہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ بندہ کے اختیار سے باہر ہے اس کے علاج کی بھی حاجت نہیں لیکن جو غیبت اختیار سے ہوتی ہے اس کی بابت میری عرض ہے کہ حضور اس کا علاج فرما کر بندہ نادان کو ہدایت کا وسیلہ کریں۔

جواب - اب یہ سوال ہے کہ کیا غیبت بلا اختیار بھی ہوتی ہے کیا کوئی کتاب یا کوئی عالم تمہاری موافقت اس دعوے میں کر سکتا ہے۔

سوال (۱۷) عرصہ ہوا کہ خادم خطبات الاحکام جو حضور والا کی تصنیفات سے ہے بروز جمعہ اس میں سے خطبہ پڑھتا تھا مصلیان مسجد نے خواہش کی کہ ان خطبوں کا ترجمہ لکھا ہوا ہے پانچ منٹ قبل اذان خطبہ سے ترجمہ سنا دیا جاوے تاکہ سب مصلیات کے کان میں احکام شریعت پہنچتے رہیں۔ خادم نے نمبر سے علیحدہ رہ کر پانچ منٹ قبل اذان خطبہ کبھی ترجمہ کبھی بہشتی زیور کبھی دوسری کتاب تصنیف حضور والا اور کبھی ناغہ کر کے سنانے لگا تو مولوی مظہر احمد صاحب نے اعتراض کر کے منع فرمایا' خادم نے سنانا بند کر کے حضور میں عرض کیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ سنانا بند نہ کیا جاوے اذان خطبہ سے پہلے منبر سے علیحدہ سنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ خادم پھر سنانے لگا۔ ادھر مصلیان مسجد نے بھی دیوبند استفتا بھیجا وہاں سے علماء و قاضی صاحب ریاست بھوپال کے دستخط ہو کر فتویٰ آیا کہ نماز کے قبل منبر سے علیحدہ رہ کر ترجمہ سنانا کچھ حرج نہیں رکھتا۔

اب مولوی مظہر احمد صاحب نے ایک کتاب اشرف الذکر جس میں نماز پڑھنے کا

طریقہ لکھا ہے اس میں صفحہ ۱۴ انمبر ۶ پر نماز جمعہ میں تحریر فرمایا ہے کہ ترجمہ جمعہ کی نماز سے پہلے پڑھنا یا سنانا بدعت ہے ترجمہ سنانے سے نماز میں کراہت پیدا ہوتی ہے اور مفسد نماز ہے۔ مولوی صاحب موصوف کو حضور والا کے ارشاد اور علماء دیو بند کے فتووں سے بھی آگاہی تھی لیکن پھر نہ معلوم کیوں کتاب میں لکھ کر شائع کرا دیا۔ مولوی شفیق احمد صاحب جو میرے دوست مکرم ہیں مولوی صاحب موصوف نے ان سے فرمایا کہ حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی نے یہ کتاب ملاحظہ فرمالی ہے اور بعد شائع ہونے کے ایک جلد حضرت کی خدمت میں بھیج دی ہے۔ حضور اس کتاب کے شائع ہونے سے مصلیان میں فتنہ سا پھیل رہا ہے کہ ہماری نمازیں فاسد ہوگئیں اور خادم نے بھی ترجمہ مسائل سنانا بند کر دیا ہے۔ بعض احباب مصلیان درخواست کرتے ہیں کہ ہماری وہ نمازیں جو اس امام کی پیچھے پڑھی ہیں جنہوں نے خطبہ کے ساتھ ساتھ ترجمہ پڑھا وہ فاسد ہوگئیں۔ اگر فاسد ہوگئیں تو ان کو کس طرح لوٹائیں مولوی صاحب کی کتاب کی عبارت سے دونوں صورتیں یعنی قبل اذان خطبہ ترجمہ سنانا اور خطبہ کے ساتھ ساتھ ترجمہ پڑھنا مفسد نماز ہیں اس کے متعلق جیسا ارشاد ہو مصلیان کی تسلی کی جاوے اور خادم کو قبل اذان خطبہ جمعہ ترجمہ خطبہ و دیگر مسائل سنانے کے متعلق جیسا کہ مصلیان درخواست کرتے ہیں حضور والا جیسا ارشاد فرمائیں تعمیل کی جاوے۔

جواب۔ میں نے اشرف الذکر کو دیکھا اس میں یہ عبارت ہے خطبہ ملکی زبان میں پڑھنا یا اس کا ترجمہ ملکی زبان میں خطبہ یا جمعہ کی نماز سے پہلے پڑھنا یا سنانا بدعت ہے" اور اس سے چار سطر کے بعد یہ عبارت ہے "ملکی زبان میں خطبہ پڑھنے سے یا اس کا ترجمہ سنانے سے نماز میں کراہت پیدا ہوتی ہے اور مفسد نماز ہے"

عبارت دونوں جگہ کی تنگ ہے ضرورت تفصیل کی ہے عبارت اولیٰ کا اگر یہ مطلب ہے کہ اذان جمعہ کے بعد غیر عربی میں خطبہ پڑھنا یا خطبہ عربی ہی میں پڑھے لیکن اس کا ترجمہ ملکی زبان میں پڑھنا خواہ خطبہ سے پہلے ہو خواہ خطبہ کے بعد ہو مگر نماز سے پہلے ہو یہ بدعت ہے اور ہر حال میں اذان جمعہ کے بعد ہو سو اگر یہ مطلب ہے تو صحیح ہے اور چونکہ اکثر جگہ اذان کے بعد ہی معمول ہے۔ اس لئے غالباً یہی مراد ہے اور اگر کچھ اور مطلب ہے تو

ظاہر کر کے سوال کیا جائے۔ غرض اس میں بعد اذان کی قید ہونا چاہئے۔ اسی طرح عبارت ثانیہ سے اگر یہ مراد ہے کہ ملکی زبان میں خطبہ پڑھنے سے یعنی اس طرح کہ عربی میں بالکل نہ ہو صرف ملکی زبان میں ہو یا مفسد نماز ہے اس لئے کہ خطبہ شرط ہے صحت نماز جمعہ کے لئے اور غیر عربی خطبہ ہی نہیں اس لئے اس صورت میں نماز بلا خطبہ ہوگی تو یہ صحیح نہ ہوگی اور اگر خطبہ عربی میں ہو مگر اس کے ساتھ ترجمہ بھی ہو تو نماز میں فساد نہ ہوگا مگر خلاف سنت ہونے سے کراہت ہوگی تو صحیح ہے لیکن وہ کراہت نماز تک متعدی نہ ہوگی صرف یہ فعل مکروہ ہوگا اور اگر کچھ اور مطلب ہے تو ظاہر کر کے سوال کیا جائے اور آپ اذان سے پہلے ترجمہ سناتے ہیں اس لئے وہ ان صورتوں سے علیحدہ ہے البتہ اگر اس سے اذان میں تاخیر ہو اور اس سے نمازیوں کو تنگی ہو تو تاخیر سے منع کیا جائے گا۔

سوال (۱۸) چند روز سے احقر کی ایک حالت ہو رہی ہے کہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وسوسہ دل میں آتا ہے جس کی وجہ سے نماز میں یکسوئی نہیں ہوتی ہے اور حضور (قلب) نہیں ہوتا۔ ہر چند کوشش کرتا ہوں لیکن دل جمتا نہیں۔ لہٰذا حضرت والا کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ حالت کیسی ہے؟ جو حضور فی الصلوٰۃ مطلوب ہے اس کے منافی ہے یا نہیں؟ اگر منافی ہے تو زوال کی صورت کیا' اور تدبیر کیا اور طریقہ کیا اور اصل حضور جو مطلوب فی الصلوٰۃ ہے وہ کیا ہے ارشاد سے سرفرازی فرمائی جاوے۔

جواب- اصل مامور بہ احضار قلب ہے اس پر جس قدر حضور مرتب ہو جائے کافی ہے خواہ حضور تام ہو جو تمام خطرات سے مانع ہو جائے اور یہ مرتبہ جلدی نصیب نہیں ہوتا خواہ حضور ناقص ہو جس کے ساتھ دوسرے خطرات بھی بلا قصد مجتمع ہو جائیں وہ منافی کمال صلوٰۃ نہیں البتہ قصداً دوسری چیزوں کی طرف توجہ نہ چاہئے کہ احضار مامور بہ کے خلاف ہے۔

سوال (۱۹) اب احقر کی ایک حالت ہے کہ جب کسی بے نمازی کو دیکھتا ہے یا کسی ایسے شخص کو دیکھتا ہے جو واڑھی منڈاتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس سے بات چیت نہ کروں اور سلام نہ کروں بلکہ دل میں ایک نفرت سی پیدا ہوتی ہے اب حضور والا کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ حالت کیسی ہے اور واضح ہو کہ حالت مذکورہ کے وقت دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے

کہ میں اس شخص سے اچھا ہوں چونکہ وہ اس برے فعل میں مشغول ہے اور میں نہیں احقر کی یہ حالت کیسی ہے؟ ارشاد سے ممنون فرماویں۔

جواب- یہ خیال کہ میں اس سے اچھا ہوں کبر ہے اس کا علاج یہ ہے کہ اس وقت قصداً اس کا استحضار کرے کہ گو یہ خاص فعل اس شخص کا برا ہے لیکن ممکن ہے کہ اس کے دوسرے افعال و احوال جن کا مجھ کو علم نہیں ایسے ہوں جن کی وجہ سے یہ فاعل عنداللہ مجھ سے اچھا ہو تو اس استحضار سے کبر نہ رہے گا پھر اس کی غیر مشروع حالت سے نفرت مذموم نہ ہوگی۔

سوال (۲۰) میں نے اس پرچہ میں اپنے مرض کو ظاہر کیا جو میرے بدخیالات خوبصورت لونڈوں پر جاتے ہیں اب گزارش ہے کہ آپ حضرت مجھے اس مرض کا علاج عنایت فرماویں۔

جواب-داعیہ کو مرض سمجھتے ہو یا اس پر جو فعل مرتب ہو وہ مرض ہے؟

پھر دوسرا خط آیا۔

سوال (۲۱) میرا جو خوبصورت لونڈوں پر بدخیالی کی خواہش ہوتی ہے یعنی داعیہ کو میں مرض سمجھتا ہوں۔

جواب-اگرچہ اس پر عمل نہ ہو نہ عمل کا ارادہ ہو اگر یہی عموم مراد ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟

سوال (۲۲) میں ایک جاہل نومسلم سن رسیدہ ہوں اور آپ کا مرید ہونا چاہتا ہوں تاکہ تعلق مع اللہ حاصل ہو۔

جواب-کیا بدوں مرید ہوئے تعلق مع اللہ حاصل نہیں ہوتا؟

سوال (۲۳) مخدوم کو اس نالائق نے لمبے لمبے خطوط لکھ کر تکلیف پہنچائی جس سے حضور کو میری طرف سے انقباض ہوا۔ کوئی بھی اب تک ایسا خط میں نے نہیں ڈالا جس میں میرے سے کوئی نہ کوئی تکلیف حضور کو نہ پہنچی ہو اس لئے حضور سے خدا کے واسطے یہ عرض ہے کہ میری ان تکالیف دہی کو معاف فرماویں اور یہ میری بدتمیزی اور بدطینت کی وجہ سے ہوئیں۔

جواب-تو تمیز سیکھو اس کے بعد خط و کتابت کرو اگر تمیز سیکھنے کا طریقہ معلوم نہ ہو کسی عاقل سے پوچھو۔

بقیہ سوال- میرا سوائے آپ کے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اگر درگاہ اشرفی سے راندہ بھی جاؤں تو اس در کو نہ چھوڑوں گا جوتیاں کھانے کو سر حاضر ہے لیکن مجھے ڈوبنے مت دیں میری تعلیم فرمائیں۔

جواب- بدوں تمیز کے تعلیم کے درخواست سے بھی تکلیف دو گے۔

بقیہ سوال حاضری خدمت اقدس کی اجازت عطا فرمائیں۔

جواب- کس غرض سے آنا چاہتے ہو وہ غرض لکھتے تو جواب دیتا۔

پھر دوسرا خط آیا۔

سوال (۲۴) حضور نے تعلیم فرمائی ہے کہ تمیز سیکھنے کا طریقہ کسی عاقل سے پوچھو سو عرض اس نالائق کی یہ ہے کہ اہل اللہ کے ہاں سے زیادہ آداب اور تمیز کسی دوسری جگہ نہیں ہے اور حضور حکیم الامت اور اہل اللہ ہیں آپ کے دربار کی جبیں سائی چھوڑ کر کہاں جاؤں اور کس سے پوچھوں اور یہ مخدوم کی جوتیوں کے صدقے ہی میں ملے گی۔

جواب- مگر مجھ سے پوچھا کہاں؟

بقیہ سوال نیز حاضری کی غایت دریافت فرمائی ہے اب لئے اس غایت بھی یہی ہے کہ تمیز سیکھ کر تعلیم حاصل کروں اس لئے استدعا خدمت عالی میں کہ مخدوم اب اس غایت کے لئے ہی حاضری کی اجازت عطا فرمادیں۔

جواب- حاضری سے تمیز کس طرح آئے گی اور کتنے دنوں کی حاضری کو اس مقصود کے لئے کافی سمجھتے ہو۔

سوال (۲۵) کیا آپ از راہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ شیخ محی الدین ابن عربی نے تنزلات خمسہ یا مراتب ستہ کا ذکر بالتفصیل فتوحات مکیہ میں یا اپنے کسی اور رسالہ میں جو مل سکتا ہو کس جگہ کیا ہے؟

جواب- مجھ کو معلوم نہیں۔ نہ میری نظر ہے کتابوں پر۔

بقیہ سوال- آپ نے اپنے ایک رسالہ تعلیم الدین میں بالاجمال اس کا ذکر فرمایا ہے جس سے بات تو سمجھ میں آجاتی ہے مگر میں اس مسئلہ میں ابن عربی کا بیان چاہتا ہوں

امید ہے کہ جلد جواب سے سرفراز کیا جاؤں گا۔

جواب- جواب سے زائد تبرعاً عرض کرتا ہوں کہ ان تحقیقات سے فائدہ ہی کیا؟

سوال (۲۶) از راہ مہربانی بندہ کو بذریعہ خط بیعت فرما کر ممنون فرماویں۔

جواب- کس فائدہ کے لئے اور کیا وہ فائدہ بیعت پر موقوف ہے۔

دوسرا خط) التزام احکام واہتمام اعمال ظاہری وباطنی بیعت پر موقوف ہے۔

جواب- بالکل غلط اگر اسی دعوے کو صحیح سمجھتے ہو تو دلیل پیش کرو۔

سوال (۲۷) میں ایک ماہ قبل آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک ہفتہ تک مجلس میں شریک ہوتا رہا ایک روز آپ سے فلاح دارین کی دعا کرا کر حافظ محمد ضامن شہید علیہ الرحمتہ کے مزار پر فاتحہ دینے کی غرض سے خانقاہ کے باہر نکلا ہی تھا کہ میرا قلب جاری ہو گیا' اور الحمدللہ اب تک جاری ہے مگر اس میں دوام نہیں جس کے باعث مجھے قلق ہوتا ہے کہ اتنا طویل عرصہ کیوں غفلت میں گزرا ہے اسی مرض کے ازالہ کے لئے عید کے موقعہ پر حاضر خدمت ہو کر تحریری طور پر یہ عرضداشت پیش کیا تھا جس کے جواب میں مستقر پر پہنچ کر تحریر کو بھیجنے کی اجازت ملی۔ اب میں دیوبند سے اپنی درخواست ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ ذکر اللہ میں دوام پیدا کرنے اور غفلت سے بچنے کے لئے صورتیں بتلا کر ممنون فرمائیں گے۔

جواب- پہلے اس کا فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ قلب کے جاری ہونے کے کیا معنے اور کیا وہ مطلوب ہے۔

سوال (۲۸) خادم ذی علم نہیں اور اپنے دانست میں یہی سمجھتا رہا کہ بلا بیعت باطنی فیض کم پہنچتا ہے اگر یہ غلط ہے تو اصلاح فرماویں۔

جواب- تو اول اس کا غلط صحیح ہونا تحقیق کر واس کے قبل اس کی درخواست ہی نہ کرو۔

دوسرا خط- خادم درخواست کرتا ہے کہ آپ حضور اس خادم کو اپنے سلسلہ مبارک میں داخل فرمائیں۔

جواب- کس فائدہ کے لئے اور کیا وہ فائدہ اس پر موقوف ہے۔

سوال (۲۹) اگر قربانی کرنے والے نے کسی غنی کو قربانی کا گوشت یا اس کی کھال ہبہ کر دیا تو اب یہ غنی اس گوشت یا کھال کو درہم یا دنانیر کے بدلہ فروخت کر کے اس کی قیمت کو خود اپنی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں اور کیا اس کی قیمت کا تصدق ویسا ہی ضروری ہے جیسا خود قربانی کرنے والے پر ضروری ہے۔

جواب- یہ احکام خود قربانی کرنے والے کے متعلق ہیں جب دوسرے کو لحم یا جلد صدقۃً یا ھبۃً دے دیا اس کے متعلق یہ احکام نہیں اس کو بیع کر کے قیمت اپنے صرف میں لانا بلا تکلف جائز ہے تبدل ملک سے تبدل حکم کا محل ایسے ہی مواقع ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لکِ صدقۃ ولنا ہدیۃ اس کی صریح دلیل ہے۔

سوال (۳۰) کیا میری سالی (بیوی کی حقیقی بہن) میری بیوی کی ہمراہی میں میرے ساتھ سفر کر سکتی ہے؟

جواب- نہیں۔

بقیہ سوال- اور کیا وہ مکان میں میری بیوی کی موجودگی میں رہ سکتی ہے۔

جواب- صاف واقعہ لکھنا چاہئے کیا اس رہنے میں کوئی ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ بیوی اس مکان یا اس درجہ میں نہ ہو جس میں سالی ہے۔

سوال (۳۱) حضرت والا وہ طریقہ ارشاد فرمائیں جس سے باہم مناسبت پیدا ہو۔

جواب- مدت معتد بہا تک اصلاح کے متعلق مکاتبت جاری رہے اور تعلیم پر عمل اور اس عمل کی اطلاع ہوتی رہے اور بیعت کی درخواست نہ کی جاوے اس طرح مناسب کی امید ہے۔

سوال (۳۲) بندہ کے نفسانی حالات بہت کچھ اصلاح طلب ہیں۔ اکثر اوقات طبیعت پریشان رہتی ہے بعض دفعہ اسی وجہ سے عقائد و اعمال میں بہت کچھ نقص واقع ہو جاتا ہے۔ حضرت والا سے التجا ہے کہ فقیر کو اجازت فرمائی جاوے کہ وقتاً فوقتاً اپنے عیوب و اصلاح طلب امور آنجناب کی خدمت میں تحریر کر دیا کروں تا کہ دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہو۔

جواب- دنیا کی بھلائی کیسی!

بقیہ سوال- اور یہ پریشانی دور ہو۔

جواب- پریشانی کس طرح دور ہو جائے گی۔

دوسرا خط (۳۳) بندہ کا دنیا کی بھلائی سے مطلب دنیا میں بھلائی مقصود بہ فلاح آخرت ہے۔

جواب- اس کو کون سمجھ سکتا ہے پہلے ہی یہ عبارت کیوں نہ لکھی۔

سوال (۳۴) پریشانی کے دور ہونے کی خواہش میرے نفس کی خواہش ہے اس خواہش کے مناسب یا نامناسب ہونے کی مجھے سمجھ نہیں ہے اس کے متعلق سمجھنا چاہتا ہوں۔

جواب- اس سے بحث نہیں کہ خواہش مناسب ہے یا نامناسب سوال یہ ہے کہ اس سے پریشانی کیسے دور ہو جائیگی۔ یہ اس لئے پوچھتا ہوں کہ اپنے مطلوب کو سمجھ لو۔

سوال (۳۵) عرصہ سے میری تمنا تھی کہ جناب والا کی زیارت کروں خدا خدا کر کے اس قابل ہوا ہوں کہ بلا زیر باری یہ سفر کر سکوں لہذا بصد ادب درخواست ہے کہ براہ کرم مجھ کو حاضری کی اجازت عنایت فرمائی جاوے بلا اجازت ان شاء اللہ نہ کوئی بات عرض کروں گا نہ کوئی تحریر پیش کروں گا۔

جواب- اس عبارت سے تو مفہوم ہوتا ہے کہ آپ یہ بھی احتمال ہے کہ شاید بات کرنے یا تحریر کے پیش کرنے کی اجازت مل جائے سو اس کی بالکل امید نہ رکھیئے اور نہ اجازت کی درخواست کی جاوے نہ اجازت ملنے کا کوئی قاعدہ۔ اب لکھیئے جو لکھنا ہو اور یہ بھی لکھیئے کہ ایسی ملاقات سے کیا فائدہ؟

دوسرا خط (۳۶) میرا مطلب سوائے زیارت کے کچھ نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ بالکل خاموش بیٹھا رہوں گا کوئی تحریر نہ پیش کرنے کا ارادہ تھا نہ ہے مجھ کو افسوس ہے کہ میں نے ایک غلط جملہ لکھ کر بلا وجہ جناب والا کو تکلیف دی براہ خدا معاف فرما دیں۔

۲) اس ملاقات سے کیا فائدہ مجھ کو ہوگا وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے بظاہر ایک بزرگ کی زیارت اور وہ بھی جس کا میں ایک عرصہ سے متمنی ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی زیارت سے نفع ہی حاصل ہوگا۔

جواب- کیا اس نفع کا کچھ نام نہیں اور اگر وہ نفع نہ ہوا تو کیا سفر کے ضائع ہونے پر

افسوس نہ ہوگا۔

سوال (۳۷) قلب پر منجانب اللہ حضرت والا کی ذات بابرکات کے متعلق یہ بات آتی ہے کہ حضور اقدس راہ سلوک کے عظیم الشان سالک ہیں۔

جواب۔ محبت کی رنگین عینک ہے اس لئے کبھی دوسری بے رنگ چیز رنگین نظر آنے لگتی ہے۔

سوال (۳۸) غیر عورت کی طرف نظر بہت اٹھتی ہے اور دل میں طرح طرح کا خیال پیدا ہوتا ہے گو زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ شرعاً حرام ہے طبیعت پر بہت ملال ہوتا ہے اس فعل سے دل متنفر ہو جائے تو بہتر ہے۔

جواب۔ عبد تنفر کا مکلّف ہے یا کف کا۔

بقیہ سوال۔ حضرت! قلب کے جاری ہونے اور اس کی اصل سے جہاں تک میری مراد کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ میرے قلب میں سے حضرت کی دعا اور اس واقعہ کے بعد سے اللہ ہو اللہ کی صدا نکلتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور یہ آواز کسی کام میں مشغول رہتا ہوں تو بھی نکلتی رہتی ہے۔

جواب۔ یہ اصل ہی بے اصل ہے۔

بقیہ سوال۔ اور باقی مطلوب ہونا میرے دانست میں یہی مقصود حیات ہے بس اسی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا امید ہے کہ ذکر اللہ میں دوام پیدا کرنے اور غفلت سے بچنے کے لئے صورتیں بتلا کر ممنون فرمائیں گے۔

جواب۔ خلط کر دیا گیا جریانِ اصطلاحی اور چیز ہے اور دوام ذکر اور چیز ہے۔

سوال (۳۹) حضور عالی کی توجہ فرمانے کی برکت سے اضطراب میں کمی ہے۔ خیالات فاسد اول تو کم آتے ہیں اگر آتے ہیں تو بہ کوشش ان کو جلد دفع کرتا ہوں قلب کی نگرانی کا خاص خیال ہے لیکن جیسی محبت اللہ تعالیٰ سے اور حضور عالی سے ہونی چاہئے ویسی نہیں ہے اس کا بے حد ملال اور اضطراب ہے۔

جواب۔ یہ ملال اور اضطراب خود محبت کاملہ کی دلیل ہے ورنہ اس کی کمی پر اضطراب ہی کیوں ہوتا تو یہ عدم خاص وجود خاص پر دال ہے۔

سوال (۴۰) غیر عورت کی طرف نظر بہت اٹھتی ہے۔
جواب - اٹھتی یا اٹھائی بھی جاتی ہے۔
بقیہ سوال - اور دل میں طرح طرح کا خیال پیدا ہوتا ہے گو زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ شرعاً حرام ہے طبیعت پر بہت ملال ہوتا ہے اس فعل سے دل متنفر ہو جائے تو بہتر ہے۔
جواب - تنفر مامور بہ ہے یا تحرز جوارح اور قلب دونوں سے۔
سوال (۴۱) یہ خاکسار کئی دفعہ آنحضرت کی خدمت بابرکات میں آرزو عرض رسائی کرنے کا ارادہ ہوا وجہ یہ ہے کہ مدت کی آرزو و شوق کے بعد یہ خاکسار آپ کی مصنفہ مترجمہ مناجات مقبول مع حزب البحر و دلائل الخیرات وظائف وغیرہ منگا لیا ہے۔ ہنوز آنحضرت کی ارشاد اجازت نامہ پر موقوف رکھا گیا لہٰذا دست بستہ عرض رسائی ہے کہ از راہ کرم اس خاکسار کو ایک اجازت نامہ ارشاد فرمائیں تا کہ باعثِ خیر برکت ہو۔
جواب - اس کی مصلحت سمجھ میں نہیں آئی اور برکت دعا میں زیادہ ہے سو دعائے برکت کرتا ہوں۔
سوال (۴۲) حضرت مولانا و مرشدنا دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض یہ ہے کہ خادم نے ایک خواب دیکھا جس کو حضور میں عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ ایک مسجد ہے اور اس کے دروازہ پر کچھ لوگ کھڑے ہیں اور یہ خادم بھی کھڑا ہے اور حضور پرنور سرورِ کائنات ﷺ مسجد کے اندر بیچ کے در میں قبلہ رخ بیٹھے ہیں۔ دوزانوں نماز کی طرح۔ ایک شخص باہر سے آیا غصہ میں اور بہت سخت الفاظ کہتا ہوا اور تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے اور اندر گھس گیا۔ جب حضورؐ کے قریب پہنچا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی اور اندھا ہو گیا تو ایک دوسرے شخص نے تلوار اٹھا کر اس کو دے دی وہ دینے والا مسلمان معلوم ہوتا تھا۔ پھر باوجود اندھے ہونے کے حضور پر کئے حملے کئے پھر غصے میں حملہ کرنے کے بعد باہر کی طرف نکلا اور میرے بائیں گھٹنے میں ایک ٹھوکر زور سے ماری کہ تم بھی یمنی ہو اور ایک دوسرے شخص کو بھی زور سے دھکیل دیا اور غصے میں بڑبڑاتا ہوا چلا گیا اور یہ سمجھا کہ میں نے حضور کو شہید کر دیا میں بہت پریشان ہوا اور اس کے بعد جاگ اٹھا سخت پریشان ہوں کہ اس کی کیا تعبیر ہے حضور سے

استدعا ہے کہ خادم کو اس کی تعبیر سے آگاہ فرمادیں تا کہ پریشانی رفع ہو۔

جواب- السلام علیکم- مجھ کو تعبیر سے مناسبت تو نہیں مگر بے ساختہ جو سمجھ میں آیا وہ عرض کرتا ہوں اس وقت کفار عموماً دین اسلام کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور بعض مسلمان ان کی اعانت کرتے ہیں خواب اسی واقعہ کی تصویر ہے۔

سوال (۴۳) خادم کے پدر بزرگوار جنہیں حضور سے شرف بیعت حاصل ہے کئی یوم سے اتفاقیہ علیل ہیں۔ محلّہ کے ایک حکیم صاحب فی الوقت معالج تھے۔ کل بسلسلہ تذکرہ بزرگان دین والد صاحب نے حکیم صاحب سے یہ کہہ دیا کہ مولانا فضل الرحمٰن شاہ صاحب گنج مرادآبادی عالم تھے لیکن انہیں روحانیت سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ اس جملہ پر کافی عرصہ بحث رہی لیکن کچھ طے نہ ہو سکا۔ چنانچہ والد صاحب نے کمترین کو یہ حکم دیا کہ معاملہ زیر بحث حضور والا کی خدمت میں بذریعہ عریضہ پیش کر کے اطمینان حاصل کر لیا جاوے صرف اتنی بات کہ آیا مولانا فضل الرحمٰن صاحب مرحوم مرادآبادی حکیم روحانی تھے یا نہیں اور ہم خادمان آستانۂ آنحضور کا یہ عقیدہ کہ مولانا موصوف میں روحانیت مطلوب صحیح ہے یا غلط۔

جواب- فیصلہ وہ کرے جو ان سے بڑا ہو آپ لوگ ان سے بڑے ہوں گے مگر میں تو چھوٹوں سے بھی چھوٹا ہوں۔

سوال (۴۴) حضرت والا عرض یہ ہے کہ اکثر نفس کا عیب معلوم کرنے میں دھوکہ لگ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر کبھی کسی پر غصہ آتا ہے تو نفس یہ کہہ کر تسلی دیتا ہے کہ یہ غصہ اللہ واسطے کچھ برا نہیں اگر اپنی کوئی خوبی یا کمال کسی پر ظاہر کرتا ہوں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ اظہار کمال اپنی بڑائی کے لئے ہو تو واقعی برا ہے لیکن یہ تو میں اس لئے ظاہر کر رہا ہوں کہ لوگوں کو اس کی رغبت ہو اور اقتدار کریں اسی طرح ہر عیب کو خوبی بنا کر ظاہر کرتا ہے میں چاہتا ہوں کہ عیب کا عیب ہونا اس طرح معلوم ہو جائے کہ نفس کی ایک بھی نہ چلنے پائے۔ جناب والا جو بھی مناسب سمجھیں تجویز فرمائیں۔

جواب- احتمال کو بھی حقیقت سمجھو بس یہی علمی علاج ہے پھر اس کا عملی علاج کرو۔

سوال (۴۵) درستی نفس سے میرا مفہوم یہ ہے کہ خواہشات نفسانی مغلوب ہو جائیں

اور اتباع شریعت وھدیٰ غالب ہو۔

جواب- یہ تو اصلاح نہیں اصلاح کا اثر ہے اور اثر بھی غیر لازم۔

سوال (۴۶) عرض یہ ہے کہ اتنے روز تک اس احقر کو یہ خیال تھا کہ میرے اندر تکبر نہیں ہے کیونکہ اگر کسی کے اندر احقر کے ذہن کے مطابق کوئی بری بات معلوم ہو تو یہ سمجھتا تھا کہ اگر چہ اس خاص بات میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص اس میں مبتلا ہے لیکن اس کے علاوہ اور تمام باتوں میں تو وہ اچھے ہیں اور میں اگر چہ اس خاص بات میں اچھا معلوم ہوں لیکن اس کے علاوہ ہزاروں بری باتیں میرے اندر ہیں جو میں خود جانتا ہوں اور بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جو میں نہیں جانتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں چنانچہ روز بروز منکشف ہو رہی ہیں۔ و نیز اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی تو قادر ہے کہ اس میں مجھ کو مبتلا کر دے بہر حال میں اس سے برا ہی ہوں غرض اب تک یہ خیال اور طرز عمل رہا لیکن حضرت والا سے کیا عرض کروں اب معلوم ہوتا ہے کہ احقر کا یہ خیال کہ میرے اندر تکبر نہیں ہے" یہی عین تکبر تھا اور اتنے روز احقر جہل مرکب میں مبتلا تھا ایک نیا واقعہ یہ ہوا کہ ایک صاحب نے احقر سے ایک خط لکھوایا تھا اور اس خط میں ایک جگہ احقر کی تغلیط کی اور وہ امر کہ احقر کے نزدیک صحیح تھا تو احقر نے بھی ان کے لکھے ہوئے خط میں سے ایک جگہ ان کی تغلیط کی۔ بعد میں افسوس ہوا کہ میرے ذمہ میں تو صرف اپنی تحریر کی تصحیح کرنی کافی تھی اگر وہ ماننے والے ہوتے ورنہ سکوت اولیٰ تھا بجائے اس کے ان کی تغلیط کرنی یہ تکبر کی وجہ سے ہوا ہے اب حضرت والا سے عرض یہ ہے کہ از روئے شفقت تکبر کا معالجہ فرما کر احسان کامل فرماویں و نیز اتنے روز تک احقر نے تکبر کے لئے جو علاج اختیار کر رکھا تھا وہ صحیح ہے یا نہیں بیان فرماویں۔

جواب- کیا دوران علاج میں اتفاقی بد احتیاطی نہیں ہو جاتی کیا اس سے علاج کے بیکار ہونے کا گمان کر لیا جائے بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ آئندہ اس بد احتیاطی سے بچا جاوے اور علاج کو جاری رکھا جاوے۔

سوال (۴۷) عرض آنکہ بیعت سے غایت تو اصلاح نفس ہی ہے اور وہ تعلیم پر بھی عمل کرنے سے ہو سکتی ہے لیکن بہشتی زیور حصہ ہفتم کے مطالعہ سے یہ فوائد اور برکات معلوم ہوئے ہیں اسی لئے حضور والا میں بیعت کی درخواست کی ہے اول بسا اوقات دل کو سنوارنے

میں انسان کم سمجھی کی وجہ سے غلطی کرتا ہے۔ پیر صاحب اس کو ٹھیک کر دیتا ہے دوم بسا اوقات کتاب کے پڑھنے سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ پیر صاحب کے بتلانے سے ہوتا ہے۔ سوم پیر سے اعتقاد اور محبت ہو جاتی ہے اور یوں دل چاہتا ہے کہ پیر کے طریقہ کے موافق ہم بھی چلیں۔ چہارم پیر اگر نصیحت کرنے میں سختی یا غصہ کرتا ہے تو ناگوار نہیں ہوتا اور پھر اس نصیحت پر عمل کرنے کی زیادہ کوشش ہو جاتی ہے۔

جواب—ان فوائد کی ایک شرط ہے اور وہ باہمی مناسبت ہے اور وہ ابھی حاصل نہیں ہوئی۔

سوال (۴۸) ایک امر قابل تحقیق ہے وہ یہ کہ زید سنی ہے وہ کہتا ہے کہ شیعوں کے سب امام برحق ہیں اور ہم کو بھی ان کو اپنا امام ماننا چاہیے۔ یہ عقیدہ کس حد تک درست ہے آیا سنی لوگ جائز طور پر ان کو اپنا امام مان سکتے ہیں یا نہیں اور اس میں مذہب شیعی سے تشبہ تو واقع نہیں ہوتا۔ صحیح مذہب کیا ہے بینوا تو جروا۔

جواب—امام کی تفسیر بھی سوال میں لکھنا چاہیے تا کہ ان حضرات میں اس معنے کا تحقق یا عدم تحقق دیکھا جاوے۔

سوال (۴۹) گرامی نامہ ملا۔ جواباً عرض ہے کہ خیال اضطرار سے پیدا ہوتا ہے۔

جواب—غیر اختیاری چیز کے علاج کی ضرورت نہیں۔

بقیہ سوال — دراصل میرا دلی ارادہ ریاکاری یا ناموری کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ خوامخواہ دل میں خیال پیدا ہو جاتا ہے جس سے طبیعت پر ایک قسم کا بوجھ سا پڑ جاتا ہے اور میں باوجود کوشش کے بھی اس خیال کو روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

جواب—تو دینی ضرر کیا ہوا؟

دوسرا خط (۵۰) میں اب اضطراری خیال کی بات کوئی فکر نہیں کرتا اور خیال نہ کرنے سے ایسے خیالات بھی دل میں کم پیدا ہوتے ہیں۔ گرانقدر نصیحت کا مشکور ہوں۔

جواب—اللہ تعالیٰ ہمیشہ مطمئن رکھیں۔

بقیہ سوال —اب دوسری عرض ہے میرا عقیدہ ہے خدا تعالیٰ نے شروع میں سب واقعات لکھ دیئے اور سب باتیں اس شروع کے لکھے کی مطابق ہو کر رہیں گی کسی طرح ٹل

نہیں سکتیں انسان خواہ لاکھ کوشش کرے جو بات ہونی ہے ضرور ہو کر رہے گی' اس کی بابت پہلے عرض یہ ہے کہ آیا یہ عقیدہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

جواب- بالکل ٹھیک۔

بقیہ سوال- اگر ٹھیک ہے تو اس میں شک نہیں کہ مجھے اس سے بہت سے معاملات میں مدد بھی ملتی ہے لیکن بعض باتوں میں شبہ بھی ہے مدد تو یہ ملتی ہے کہ مجھے کسی بات میں گھبراہٹ نہیں ہوتی اور یہی خیال کر لیتا ہوں کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا پھر گھبرانے اور فکر کرنے کی کیا ضرورت۔

جواب- ماشاء اللہ بڑی دولت ہے۔

بقیہ سوال- لیکن شبہ یہ ہوتا ہے کہ جب میں کسی بات کے لئے خداوند کریم سے دعا کرتا ہوں تو دل میں یہ بات آتی ہے کہ جب واقعات پہلے ہی فیصلہ ہو چکے ہیں تو دعا کیا اثر کرے گی (اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں دعا نہیں کرتا)

جواب- تو کھانا کیوں کھاتے ہو جب سب فیصلہ ہو چکا ہے کہ پیٹ بھرے گا یا نہیں پھر کھانے سے کیا فائدہ۔

بقیہ سوال- (۲) دوسری بات یہ ہے کہ اسی خیال کے مطابق میرا تعویزات وغیرہ پر بھی بہت کم یقین ہے اور اسی طرح کئی باتیں ہیں۔

جواب- دوسرے اسباب پر کیوں یقین ہے وہ تقریر تو سب جگہ چلتی ہے مثلاً اس خط میں شبہ کا جواب پوچھا ہے کیا اس کا فیصلہ نہیں ہو چکا پھر کیوں پوچھا۔

بقیہ سوال- ہاں میرے دل میں اس بات کا ایک جواب آتا ہے اور اس کے تحت میں اپنی دل کی تسلی کرتا ہوں وہ یہ کہ جس طرح خداوند کریم نے اور واقعات پہلے سے فیصلہ کر دیئے اسی طرح انسان کے لئے یہ بھی فیصلہ کر دیا ہے کہ فلاں بات ایسی ہوگی پھر انسان دعا کرے گا اور اس کو ایسا بدل دیا جائے گا۔

جواب- بدلنے کی کیا ضرورت ہے یہی لکھا ہوا ہے کہ فلاں حادثہ کے لئے دعا ہوگی اور دعا کے بعد اس طرح ہو جائے گا۔

بس یہ مجموعہ لکھا ہوا ہے پھر بدلنے کا کیوں قائل ہو۔

بقیہ سوال- میں نہیں جانتا کہ یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے۔

جواب- اوپر لکھ دیا۔

بقیہ سوال- آپ مہربانی سے اس کی بابت مجھے صحیح عقیدہ تلقین فرما کر ممنون فرماویں جیسا حکم ہوگا تعمیل کی جائے گی۔

جواب- میرا کیا حکم ہوتا حقیقت نقل کر دی حقیقت بیان کر دی۔

سوال (۵۱) احقر کے اندر یہ مرض زیادہ گوئی اختیاری ہے لیکن میں اس کے دفعیہ کے لئے بہت کوشش کرتا ہوں۔ ہمیشہ خیال کرتا ہوں کہ زیادہ بات نہ کروں لیکن جب بات شروع کرتا ہوں تو زیادہ بات کر لیتا ہوں اور نفس شیطان پر غالب نہیں آ سکتا لہٰذا امید کامل ہے کہ حضرت والا ایسی کوئی تدبیر عنایت فرماویں جس سے عمل کرنے سے اس مرض "زیادہ گوئی سے" اللہ تعالیٰ شفا دے عین شفقت پدری ہوگی۔

جواب- پیر کو دوسو روپیہ تنخواہ پر نوکر رکھ لو وہ ہر وقت پاس رہا کرے جب حد سے بڑھنے لگو وہ ہاتھ سے تمہارا منہ بند کر دے اگر دوسو روپیہ ماہوار موجود نہ ہوں تو بھیک مانگ کر کم از کم ایک سال کے لئے چوبیس سو روپیہ جمع کر لو۔

سوال (۵۲) میں خط وکتابت کے ذریعہ سے اصلاح کرانا چاہتا ہوں اور میں اپنے عیوب کو ایک ایک کر کے حضرت کے پاس لکھتا رہوں گا میں یہی سمجھتا ہوں باقی حضرت والا کی مرضی۔

جواب- کیا اس جملہ سے درخواست کمزور نہیں ہوگئی۔

سوال (۵۳) بعض وقت دل پر بڑے بڑے وساوس شیطانی گزرتے ہیں گو کہ وہ غیر اختیاری ہیں لیکن طبیعت پریشان ہو جاتی ہے حضور اس کا علاج ارشاد فرمائیں۔

جواب- اگر کل کو خط آوے کہ بعض اوقات پیٹ میں درد بہت ہوتا ہے گو کہ وہ غیر اختیاری ہے لیکن طبیعت پریشان ہو جاتی ہے حضور اس کا علاج ارشاد فرمائیں تو کیا یہ درخواست آپ کے نزدیک معقول ہوگی دونوں میں فرق کیا ہے۔

سوال (۵۴) عرض پرداز ہوں کہ حضور اقدس مرشدنا حضرت مولانا محدث گنگوہی

رحمۃ اللہ اور آپ سے بندے کو جو تعلیم و تربیت وارشادات عطا ہوئی اس میں سے انتخاب کر کے حسب استعداد وارادات و حالت میرے آل وعیال کو (جو آپ سے شرف بالبیعت ہیں) تعلیم و تربیت کرتا رہوں گا۔ بشرطیکہ آپ سے اجازت مل جاوے۔

جواب- جب تک مجھ کو یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ آپ اس منصب تعلیم کے اہل ہیں میں کیونکر اجازت دے سکتا ہوں۔

سوال (۵۵) خط سابق میں جو حضور نے دریافت فرمایا کہ خشوع کی حقیقت کیا ہے تو خشوع کی حقیقت میری سمجھ میں یہ آئی ہے کہ نماز میں طبیعت ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کسی طرف رجوع نہ ہو۔

جواب- غلط بلکہ کسی طرف خود رجوع نہ کرے۔

بقیہ سوال- اگر ہو تو فوراً اس خیال کو چھوڑ دینا چاہئے۔

جواب- چھوڑ دینا اختیاری ہے۔

بقیہ سوال- لیکن فدوی کی حالت یہ ہے کہ ساری نماز میں طبیعت دوسرے خیالوں میں رہتی ہے۔

جواب- رکھنے سے یا بے رکھے۔

بقیہ سوال- نماز میں طبیعت گھبراتی ہے۔

جواب- خشوع کی جو حقیقت لکھی ہے کیا گھبرانا اس کے منافی ہے۔

بقیہ سوال- جی چاہتا ہے کہ نماز جلد ختم ہو۔

جواب- اس میں بھی وہی سوال ہے۔

سوال (۵۶) بندہ نے اپنی بے عقلی کی وجہ سے حضرت والا کے وقت عزیز کو ضائع کر کے حضرت والا کو بے حد رنج و تکلیف دیا لا جرم صد گوشمالی کھا کر توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ اس قسم کی بے عقلی نہ کروں گا۔ ان شاء اللہ بندہ کی اس بے عقلی کو معاف فرما کر بندہ کو قلق و بے چینی سے رہا فرما دیں اور بندہ کے لئے دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ عقل صحیح عطا فرما دیں۔

جواب- جب دنیوی انتقام پر قدرت نہیں اور آخرت کا انتقام گوارا نہیں تو معاف نہ

کروں گا تو کیا کروں گا۔

دوسرا خط (۵۷) حضرت والا نے بندہ کو معاف فرمانے سے بندہ کے دل بے چین کو قرار ہوا اکثر اوقات حضرت والا کی زیارت خواب میں نصیب ہوتی ہے آج رات دو مرتبہ نصیب ہوئی۔ یا اللہ بیداری میں بھی نصیب فرما۔

احقر کا دلی تقاضا ہے کہ حضرت والا کی خدمت میں کچھ نقد ہدیہ پیش کروں محض محبت کی بنا پر نہ کوئی دنیاوی غرض سے نہ وسعت سے زائد ہے اور نہ پابندی ہے نہ پہلی ملاقات میں اس لئے کہ بندہ پندرہ برس سے حضرت والا سے تعلق رکھتا ہے اور کچھ دن خانقاہ شریف میں بھی رہ چکا ہے الآن بصد عجز و نیاز گزارش ہے کہ حضرت والا اجازت سے سرفراز فرماویں۔

جواب۔ جب عقل نہیں نہ شرائط ہدیہ کے معلوم، پھر کبھی ایسا مضمون نہ لکھنا۔

سوال (۵۸) مصدر فیوض حکیم الامت جناب مولانا صاحب دام ظلکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب۔ السلام علیکم۔

بقیہ سوال۔ دست بستہ و مؤدبانہ التماس خدمت ہے کہ احقر قصبہ سید پور ضلع غازی پور کا باشندہ ہے۔ شرف قدم بوسی سے محروم رہ کر غیر شناس ہے لیکن ایک مدت سے عقیدت رکھتا ہے۔ حضوری خدمت سے مستفیض ہونے کی نیت و تمنا ہے مگر افسوس تہی دستی اور ناداری ایسی غالب ہے کہ درِ اقدس تک پہنچنے میں مجبوری ہے بالآخر مجبور ہو کر تحریری عرضی پیش خدمت کرنے کی جرات کی۔ امید کہ بعد ملاحظہ عریضہ ہذا شفقت کریمانہ سے تشفی فرمائیں گے عرصہ سے ارادہ ہے کہ ظل عاطفت میں ہو کر رضائے حق کی تعلیم حاصل کروں۔

جواب۔ میں کنایات واستعارات سے ناآشنا ہوں مقصود واضح الفاظ میں لکھنا چاہئے۔

بقیہ سوال۔ اب تک جو وقت گزرا وہ سراسر نادانی اور معصیت شعاری میں ختم ہوا نہ تو دنیا حاصل ہے اور نہ آخرت۔ لہٰذا خاکسار کو بھی آغوش محبت میں جگہ دے کر معرفت الٰہی کی تعلیم فرمائیں۔

جواب۔ اس میں بھی وہی عرض ہے۔

بقیہ سوال- عمر ناچیز کی ۴۴-۴۵ کی ہے شروع سے اور اب تک چند مجبوریوں سے بلا عقد و نکاح ہوں کبھی عقد کا ارادہ ہوتا ہے اور کبھی طبیعت رکتی ہے کچھ عجب ضیق ہے ہمہ وقت فضول تفکرات کا ارتکاب ہے لہٰذا توجہ فرمایئے اور احقر کو بیعت کیجئے۔

جواب- پہلے ہی سے اس طرح کیوں نہ لکھا۔ یہ ایک مستقل سوال پیدا ہوگیا اول اس کا فیصلہ ہونا چاہئے۔

سوال (۵۹) احقر کے اندر مرض کثرت کلام کی ہوس اور فضول گوئی زیادہ ہے۔

جواب- اختیاراً یا اضطراراً

دوسرا خط (۶۰) حضرت والا دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

احقر نے مرض کثرت کلام کی ہوس اور فضول گوئی کی اصلاح کے لئے لکھا تھا حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ اختیاراً یا اضطراراً۔ لہٰذا ہوتا تو ہے اختیار ہی سے لیکن عادت پڑ جانے کی وجہ سے اضطراراً سا معلوم ہوتا ہے۔

جواب- تو اس کی ضد بھی اختیاری ہے اس کو اختیار کرو۔ جب اس ضد کی عادت ہو جائے گی وہ بھی اضطراری جیسی معلوم ہونے لگی گی۔

سوال (۶۱) جناب کی خدمت اقدس میں ایک عریضہ ارسال کیا تھا۔ دلی آرزو تھی کہ جناب کے زیر سایہ اپنی اصلاح کروں گا میری بدقسمتی ہے کہ جناب نے قبول نہیں کیا۔

جواب- میرا وہ خط دکھلایا جاوے تاکہ دیکھوں کہ بدقسمتی ہے یا بدفہمی۔

سوال (۶۲) حضور پچھلے گناہوں کی اصلاح کس طرح کرنا چاہئے۔

جواب- ہر گناہ کی اصلاح جدا ہے۔ بدوں تعین جواب نہیں ہوسکتا۔

سوال (۶۳) میری ایک اسلامی بہن ہے جن کے شوہر ان سے عرصہ تقریباً ایک سال سے بہت بے توجہ ہو رہے ہیں۔

(آگے تعویذ وغیرہ کی درخواست لکھی تھی)

جواب- ان کا آپ سے کیا تعلق۔ کیا ان کے کوئی بھائی یا باپ یا ماں یا کوئی محرم چچا یا ماموں نہیں۔

سوال (۶۴) اب یہ حالت ہے کہ نماز کے اندر طبیعت بہت گھبراتی ہے وسواسات بہت ہوتے ہیں نماز تہجد و نفل روزے کی بھی ہمت نہیں ہوتی اس سے طبیعت سخت پریشان ہے جو کچھ حالت ہے عرض کیا جو مناسب ہو ارشاد فرمائیں۔

جواب۔ یہ حالت معصیت ہے یا نہیں۔

دوسرا خط (۶۵) خط سابق میں حضور نے جو دریافت فرمایا تھا عرض ہے نماز میں طبیعت کا گھبرانا وساوس کا ہونا۔ نوافل صوم وصلوٰۃ کی ہمت نہ ہونا معصیت تو نہیں ہے لیکن فدوی کو نہایت شوق ہے کہ نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہو۔

جواب۔ کیا یہ حالت خشوع کے خلاف ہے اور خشوع کی کیا حقیقت ہے۔

بقیہ سوال۔ عبادت کرنے میں ہمت بڑھے کمترین ملتجی ہے کہ حضور والا توجہ فرمائیں البتہ کبر ایک مرض معلوم ہوتا ہے۔ فدوی اس سے زیادہ پریشان ہے اس لئے استدعا ہے کہ حضور والا اس کا علاج تجویز فرماویں۔

جواب۔ ایک ایک چیز کا فیصلہ کرو۔

سوال (۶۶) دیگر ۱۱ جمادی الاخری بدھ و جمعرات کی درمیانی شب کے تخمیناً ۳ بجے ایک خاص قسم کی روشنی محسوس نظر آئی جس سے در و دیوار چمک اٹھے اور دور دور تک اجالا ہو گیا۔ جس کو ہمارے شہر میں بعض شب بیدار مستورات اور مردوں نے دیکھا بلکہ بعض پر ہیبت طاری ہو گئی اور دیر تک سربسجود رہے صبح کو میرے پاس کیا گیا۔ میں نے عوام کے چرچے سے بچنے کے لئے اس کو چنداں وقعت نہیں دی جمعہ کے روز بعض دیہاتی صلحاء بھی ملے انہوں نے بھی بعینہ اس وقت روشنی مذکور کا دیکھنا ظاہر کیا۔ غرض بہت سی خبروں سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خیالی تو ہے نہیں اب رہی اس کی حقیقت سو بجز حضرت والا کے اس کو کون حل کر سکتا لہٰذا ارشاد فرما کر مطمئن فرما دیا جائے۔

جواب۔ جو کے اندر بعضے ایسے مادے ہوتے ہیں جو اسباب خاصہ سے مشتعل ہو جاتے ہیں یہ بھی احتمال ہے باقی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔

بقیہ سوال۔ نیز اگر آئندہ ایسا واقعہ پیش آئے تو کیا عمل کرنا نافع تر ہے۔

جواب- جو کچھ بھی ہو آیات میں سے ہے خواہ ارضی یا سماوی اور آیات کے مشاہدہ کے وقت فافزعوا الی ذکر اللہ وارد ہے ذکر ہے۔

سوال (٦٧) احقر ھذا محض شرف زیارت سے مشرف ہونے کی امید رکھتا ہے اور اس امید پر کہ شاید حق تعالیٰ اپنے فضل وعنایت سے آنحضرت سے مناسبت پیدا کر دے کچھ مدت تک خدمت مبارک میں قیام کا بھی ارادہ ہے باقی حضرت والا کو میں کسی بات کا ذمہ دار نہیں بناتا محض اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر بھروسہ کرتا ہوں وہاں رہ کر بغیر اجازت حضرت والا کے نہ مکاتبت کروں گا نہ مخاطبت میں ان دونوں سے دست بردار ہوتا ہوں الا بالاجازۃ الشریفہ۔

جواب- اس سے ابہام ہوتا ہے کہ اجازت کی بھی توقع ہے سو یہ توقع واجب النفی ہے۔

سوال (٦٨) اس وقت یہ آرزوئے ذکر و شغل حضور کی خدمت میں رجوع کر کے امید عاجزی متمنی ہے کہ از روئے مہربانی بندہ پر توجہ مبذول فرما کر اس کے باطن کی اصلاح کے لئے کچھ ذکر و شغل کی تعلیم فرمائیں گے۔

جواب- یہی خیال غلط ہے کہ ذکر و شغل سے باطن کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

سوال (٦٩) نوٹ:- ایک صاحب نے بغرض اصلاح حضرت والا کی خدمت میں قیام کی اجازت چاہی۔ حضرت والا نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا۔

جواب- بعد تجارت طویلہ قاعدہ مقرر کیا گیا ہے کہ جب تک دور سے مکاتبت طویلہ کر کے مناسب پیدا نہ کر لیں یہاں قیام کر کے مخاطبت و مکاتبت مفید نہیں۔

سوال (٧٠) ایک صاحب کے گھر میں آسیب کا اثر تھا۔ انہوں نے حضرت والا کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ میرے گھر میں آسیب ہے۔ کوئی تعویذ آسیب کا مرحمت فرمایا جاوے۔ حضرت والا نے جواب میں تحریر فرما دیا کہ یہ کام عامل کا ہے میں عامل نہیں دعا کرتا ہوں اور پوچھنے پر عامل کا پتہ بتلا سکتا ہوں۔ اس پر انہوں نے دوسرے خط میں تحریر کیا کہ میرے آقا و مرشدی السلام علیکم میں عامل کا نام دریافت کرنا نہیں چاہتا ہوں میں خدا کو گواہ کر کے عرض کرتا ہوں کہ میں غیر خدا غیر شیخ مرشدی دوسری جگہ جانا نہیں چاہتا ہوں۔

جواب- تو اگر کسی کو بخار ہو جائے کیا نسخہ لینے بھی طبیب کے پاس نہ جاؤ گے۔ عامل

اور طبیب میں فرق کیا ہے یہی غلو کہلاتا ہے۔

سوال (۷۱) درخواست ہے کہ حضور والا اجازت فرمائیں تا کہ اس وقت بھی حاضر ہوسکوں۔

جواب- کس غرض سے۔

دوسرا خط- حضرت والا میری غرض حاضری سے کوئی نفع عاجل نہیں صلحا سے ملنا عبادت ہے۔

جواب- میں تو اپنے نزدیک صالح نہیں تو اس کی بنا پر کیسے اجازت دوں۔

بقیہ سوال - تو حضور والا تو مصلح ہیں۔

جواب- تو کیا مصلح سے ملنا بھی عبادت ہے اگرچہ ملنے سے اصلاح نہ ہو۔

بقیہ سوال -خواہ اصلاح مرتب ہو یا نہ ہو حضور خدا کے واسطے مجھ جاہل کے الفاظ کو معاف فرمائیں میرا پیشہ طبابت کا ہے۔ مصروفیت زیادہ رہتی ہے اس لئے عام اجازت مرحمت فرمائیں جب وقت ملے حاضر ہو جاؤں گو ایک ہی دن کو ہو اب ارادہ ہے کہ سال میں کئی بار حاضر ہوا کروں۔

جواب- غایت کی تصحیح مقدم ہے پھر اجازت ہوسکتی ہے۔

سوال (۷۳) حضور کا گرامی نامہ صادر ہوا۔ حضور کا غلام پر بڑا احسان ہے۔

تلاش شیخ کے بارے میں حضور نے فرمایا ہے کہ جو مرض یا بہ لفظ دیگر ہیئت طلب تمہارے اندر پیدا ہو رہی ہے اس کے لئے قلیل مدت کافی نہیں بلکہ اضاعت وقت ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے صحبت ایسے شخص کی جس پر بہ نسبت دوسروں کے زیادہ اعتماد ہو گو اجمالاً ہی ہو اور صرف صحبت ہی نہیں بلکہ اس کے اتباع کی بھی افعال واقوال واحوال میں گو بتکلف ہی سہی اگر ایک کافی مدت تک شفا نہ ہو تو پھر دوسرے شخص کی اسی طرح صحبت اختیار کی جاوے۔ اگر طلب ہے تو کوئی عذر مانع نہیں ہوسکتا اس پر میں نے عرض کیا کہ حضور کی اجازت کا طالب ہوں۔

تو اب حضور نے پوچھا ہے کس چیز کی اجازت تو حضور میری گزارش ہے کہ میں اس چیز کی اجازت کا طالب ہوں کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور کے افعال و

اقوال واحوال میں حضور کی اتباع کروں (جتنے کا بھی باری تعالیٰ مقدور دیں) اپنے آقا سے بڑھ کر غلام کو کس پر زیادہ اعتماد ہوسکتا ہے۔

جواب۔ شاید اس کا مطلب خفی رہا ہو اس لئے دوبارہ لکھتا ہوں کہ شیخ کے افعال و احوال مراد نہیں بلکہ طالب کے یعنی اپنے تمام امور میں شیخ کے مشورہ وتعلیم کا اتباع کرے لیکن جب تک مناسبت نہ ہوگی اس وقت تک کچھ مخاطبت یا مکاتبت کی اجازت نہ ہوگی خاموشی کے ساتھ رہنا ہوگا اب رائے قائم کریں۔

بقیہ سوال۔ حضور یقین فرمائیں کہ اب تو طبیعت بہت ہی بے چین سی رہتی ہے۔ حضور کی شفقت ومحبت کے لئے دل بے قرار ہے۔ کوئی تسلی دینے والا مل جائے۔ بس کسی کے اوپر اپنے دل وجان کو قربان کردوں اپنے کو کسی کے ہاتھ بیچ دوں۔ میں اپنا نہ رہوں میں اپنے آپ سے عاجز آ گیا ہو۔ لیکن میری جو حالت ہے ایک پاگل دیوانہ سودائی دنیا بھر کے گیا گزرا ایک ایسے شخص کو کوئی لے کر کیا کرے گا لیکن حضور کے بھکاری تو حضور ہی سے آس لگائے بیٹھے ہیں جیسے کچھ بھی ہیں حضور ہی کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ہی کے پاس اب تو بھیج دیا ہے۔ انہیں حضور ہی سے ہماری پیاس بجھوانی منظور ہے اس لئے اب حضور ناامید نہ کریں۔

جواب۔ یہ فضول باتیں لکھیں جو طریقہ تھا لکھ دیا۔ اب خود اپنی مصلحت و وسعت و ہمت دیکھیں میں اس کا نہ دعویٰ کرسکتا ہوں نہ وعدہ کہ میری صحبت ضرور تسلی بخش ہوگی۔ اگر نہ ہو تو پھر دوسری جگہ یہی طریقہ اختیار کیا جاوے حتیٰ کہ تمام عمر پھر محرومی نہ ہوگی۔

سوال (۴۷) نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ براہ نوازش اصلاح نفس کے لئے احقر کو ہدایات فرمائیں۔

جواب۔ اگر کوئی مریض طبیب سے کہے کہ میری اصلاح بدن کے لئے کچھ ہدایات فرمائیں تو وہ کیا جواب دے گا۔

بقیہ سوال۔ جس سے میرا مدعا ناقص الفاظ میں یہ ہے کہ میرا ظاہر و باطن عین شریعت کے مطابق ہوجاوے۔

جواب۔ خود یا طالب کے کرنے سے۔

بقیہ سوال - ایمان واطمینان حاصل ہو۔

جواب - ایمان تو حاصل ہے پھر اس کے کیا معنے اور اطمینان کے کیا معنے۔

بقیہ سوال - اور تا کہ شاید اس زمانہ کی پر آشوب فضا میں صراط مستقیم سے بھٹک جانے سے بچ جاؤں۔

جواب - کس طرح سے۔

بقیہ سوال - حضرت میں اس بات میں بالکل عاجز ہوں کہ اس کا طریق اور ترتیب عرض کر سکوں۔

جواب - بدوں اس کے آگے نہیں بڑھ سکتے جو نہ معلوم ہو معلوم کرنا چاہئے تا کہ مطلوب اور اس کی تدبیر متعین ہو۔

بقیہ سوال - میں تو بس آپ کے ارشادات کا منتظر ہوں۔

جواب - بس اول مشورہ یہی ہے کہ مطلوب اور اس کی تدبیر متعین ہو۔

سوال (۷۵) جلوت میں نماز کے سنن و مستحبات کے جس قدر رعایت ہوتی ہے خلوت میں نہیں ہوتی اور یہ فعل ہے اور فعل قصداً ہی ہوتا ہے مگر ہمیشہ ایسا ہوتے ہوتے ایک قسم کا رسوخ پیدا ہو گیا ہے اور اس کے خلاف کرنے میں نفس پر سخت گرانی معلوم ہوتی ہے۔

جواب - کیا گرانی عذر ہے کیا گرانی سے قدرت زائل ہو جاتی ہے۔

بقیہ سوال - اب خلوت و جلوت دونوں حالت میں نماز کے سنن و مستحبات کی برابر رعایت کرنے کی بندہ کوشش کر رہا ہے مگر گرانی معلوم ہوتی ہے اور بندہ حضرت والا سے دفع گرانی کا علاج مانگتا ہے۔ براہ کرم بندہ کو علاج مرحمت فرما کے ممنون فرمائیں۔

جواب - کل کو معدہ کی گرانی کا علاج پوچھنا۔

دوسرا خط (۷۶) بندہ نے اس کے پہلے خط میں عرض کیا تھا کہ جلوت میں نماز کے سنن و مستحبات کی جس قدر رعایت ہوتی ہے خلوت میں نہیں ہوتی۔ اور اس کے خلاف کرنے میں نفس پر گرانی معلوم ہوتی ہے اور حضرت والا سے دفع گرانی کا علاج مانگا تھا۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا (کہ کیا گرانی عذر ہے کیا گرانی سے قدرت زائل ہو جاتی ہے

کل کو معدہ کی گرانی کا علاج پوچھنا) حضرت والا کی اسی تعلیم وتنبیہ سے نادان کو تنبہ ہو گیا کہ واقعی گرانی عذر نہیں کیونکہ گرانی سے قدرت زائل نہیں ہوتی۔

گرانی تو ایک امر طبعی ہے۔امور شریعہ کی ادائیگی میں خصوصاً ہم جیسوں کو ضرور ہوگی باوجود اس کے ہمت سے کام لینا چاہئے اور طبیعت کے خلاف کرنے پر کوشش کرنی چاہئے کوشش کرتے کرتے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس گرامی کو دور کر دیوے اور اگر نہ کرے پھر بھی کیا حرج جبکہ اس سے قدرت زائل نہیں ہوتی واقعی اس نالائق کا اس گرانی کا دفع کا علاج پوچھنا معدہ کی گرانی کا دفع کا علاج پوچھنا جیسا ہے جو اپنی عین حماقت کی وجہ سے ہے۔احقر نے اپنے ناقص فہم میں جو کچھ آیا لکھا اگر اس میں کوئی غلط واقع ہو تو حضرت والا سے اصلاح کی درخواست کرتا ہے۔

جواب—موجودہ حالت مرقومہ میں ماشاءاللہ کوئی غلطی نہیں۔

سوال (۷۷) احقر کے قلب میں علاج دیگر امراض کے تین چار ماہ سے ایک سختی اور پیچش پیدا ہوگئی ہے اب نہ کسی بیماری سے نہ کسی کی زیست سے کوئی اثر ہوتا ہے حتیٰ کہ ایک بھانجا بعمر دس سال جو پار سال بھی مفرور ہو گیا تھا اس مرتبہ پھر مفرور ہوا اور ایک ہفتہ بعد دہلی سے ملا۔ہمشیرہ نے اطلاع بھیجی تو تحریر کر دیا کہ صبر کرو اور پھر خیال بھی آیا کہ یہ سختی ہے۔اس سے قبل جب دل گھبراتا تھا مدرسہ مظاہر العلوم چلا جاتا تھا۔اگر چہ وہاں کے حضرات تشریف لاتے رہتے ہیں مگر خود جانے کو خیال بھی نہیں آتا البتہ تعلیم عربی جاری ہے اصول الشاشی قریب ختم کے ہے۔ہدایہ میں باب الصلوٰۃ ختم ہوا ہے اگر یہ مرض ہے تو تدبیر فرمائی جاوے۔

جواب—اگر کسی واجب شرعی میں خلل پڑے تو مرض ہے ورنہ خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تعلق طبعی کو اپنے ناسور سے مضمحل کر دیا صرف تعلق عقلی (جو کہ مبنیٰ ہے عمل کا اور عمل ہی مقصود ہے اور مقصود کا مقدمہ بھی مقصود ہے) باقی رکھا البتہ عمل مطلوب میں کوتاہی نہ ہو اور اس کے رحمت ہونے کا راز یہ ہے کہ تعلق طبعی کے بعد جو عمل ہوتا ہے چونکہ اس کا داعی طبیعت بھی ہے اس لئے اس میں مجاہدہ ضعیف ہے بخالف اس عمل کے جس کا داعی صرف عقل اور دین ہو اس میں مجاہدہ قوی ہے کہ طبیعت بھی تقاضا نہیں کرتی پھر بھی حکم سمجھ کر کرتا ہے اور مجاہدہ روح ہے اعمال کی اس لئے یہ حالت بشرط مذکور رحمت ہے۔

سوال (۷۸) جملہ معمولات کی پابندی کررہا ہوں مگر تہجد کے وقت اٹھنے میں بہت گرانی ہوتی ہے لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ حضرت والا کو صحیح باتوں کی اطلاع دینی ہے اگر تہجد کی پابندی نہ کی تو کیا اطلاع دے گا۔ بس یہ خیال آتے ہی فوراً اٹھ جاتا ہوں جس وقت یہی نفس کاہلی کرتا ہے بس حضرت کا خیال آتے ہی اٹھ جاتا ہوں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اسی خیال کے سبب سے روزانہ پابندی ہورہی ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا ہے کہ یہ تہجد خالصاً بوجہ اللہ نہ ہوئی اس لئے کہ یہ اٹھنا محض اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوا بلکہ حضرت والا کے خیال سے اٹھتا ہوں کہ جب معمولات پر پابندی ہی نہ ہوگی تو کس منہ سے کیا لکھوں گا یہی خیال بعض وقت پریشانی بھی بن جاتا ہے کہ جب اخلاص ہی نہ ہوگا تو عمل کس کام کا مگر الحمدللہ کبھی ترک کی نوبت نہیں آئی۔ اب حضرت والا سے گزارش ہے کہ اگر یہ خطرہ شیطانی ہے تو اصلاح فرمادیں ورنہ جو مناسب ہو تاکہ یہ پریشانی رفع ہو۔

جواب۔ موٹی بات ہے کہ اگر کسی مخلوق کے خیال سے اٹھنا ہو مگر اس کا خیال خدا تعالیٰ کے تعلق کے سبب ہو تو اصل خیال خدا ہی کا ہوا پھر اخلاص میں کیا خلل ہوا۔

سوال (۷۹) گزارش خدمت یہ ہے کہ کسی نماز کے اندر اور کبھی یوں بھی قلب اللہ اللہ کرتا معلوم ہوتا ہے اس کی آواز ایسی ہوتی ہے جیسے اللہ اللہ۔ ایک روز احقر نے اس دل کی آواز کو دن بھر غور کیا تو نماز میں بڑا جی لگا اور وسواس یکدم غائب ہوگئے۔ اس لئے گزارش ہے کہ اگر حضرت والا اجازت بخشیں تو جب لوگوں کے درمیان بیٹھا ہو یا جب ذکر لسانی نہ کرتا ہو کو یاد کرے۔

جواب۔ کیا حرج ہے مگر نماز میں اس کا قصد نہ کرے لعدم ورود الامر۔ اگر بلا قصد اس کی طرف التفات کا مضائقہ نہیں لعدم ورود النہی اور خارج نماز قصد مضائقہ نہیں۔

سوال (۸۰) احقر نے اپنے عجز اور فسخ عزائم کا پیہم مشاہدہ کرنے کی وجہ سے قبل از وقت کسی کام کا کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔

جواب۔ ایسا نہ کیجئے۔ قصد کیجئے اور ٹوٹنے نہ دیجئے۔

گو بعض کی حالت کے مناسب وہ بھی ہے جو آپ نے تجویز کیا ہے۔

سوال (۸۱) ایک ہندو کا خط آیا جو مع جواب حسب ذیل ہے۔

افضل واکرم واشرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میرا نام فلاں ہے۔ جٹ شام پور میں

مکان ہے۔ کرم سے ذیل کے سوال کا جواب عنایت فرمائیں یہ کہ ہندوستان میں کون ایسا شخص ہے جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے علوم ظاہر و باطن حاصل ہو جائیں۔

مابعد باوجب جواباً عرض ہے۔ قضیہ مسلمہ ہے۔ ولی راولی میشنا سد چونکہ میں خود اس درجہ کا نہیں اس لئے ایسے شخص کو پہچانتا بھی نہیں۔

سوال (۸۲) اس سے قبل ایک عریضہ میں تحریر کیا تھا کہ دنیا کی سرد مہری نظر آنے لگی ہے۔ ۶ ۷ ماہ ہوئے بیوی اور جوان لڑکی کا انتقال ہوا صدمہ ضرور ہوا لڑکی کے انتقال پر تنہائی میں رویا بھی مگر الحمدللہ پریشانی نہیں تھی مگر پرسوں بڑا لڑکا علی گڑھ کالج سے آیا کہ اس کو کالج سے بلاقصور سال بھر کے لئے خارج کر دیا گیا اور اس طرح پر ایک سال کا صرفہ اور اس کی عمر ضائع ہوئی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک معمولی واقعہ سے قلب پر اس قدر اثر ہوا کہ دعا وغیرہ میں رونا آنے لگا خیال یہ ہے کہ قلب چونکہ کمزور ہو گیا اس لئے ذرا سی بھی ناگواری کا بہت اثر ہوتا ہے اس کو ایک طرح میں دنیا اور اس کے لوازمات کی پوری بحث خیال کرتا ہوں۔

جواب۔ اس سے استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں تو دوسرے شخص کا ضرر ہوا ہے اور اپنے پر اثر نہ ہونا سلامت فطرت کے خلاف ہے بقول شیرازی۔

چو از محنت دیگر ان بے غمی ـــــ نہ شاید کہ نامت نہد کر دی

بقیہ **سوال** ۔ اور اس سے یہ خیال ہے کہ آزمائش سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں تھا وہیں کا وہیں ہوں۔

جواب۔ سمجھنا یہ چاہئے کہ اس سے خدا تعالیٰ کا فضل متوجہ ہوتا ہے۔

بقیہ **سوال** ۔ حضرت اقدس میرے لئے و نیز لڑکے کے لئے دعا فرمائیں وہ بھی بے حد پریشان ہے۔

بقیہ **سوال** جواب۔ دل سے دعا کرتا ہوں کیا اپنے طور پر تعلیم میں ترقی نہیں کر سکتے۔

بقیہ **سوال** ۔ میرا ارادہ تعطیل میں حاضری کا ہے۔

جواب۔ اللہ تعالیٰ بخیر ملاوے۔

سوال (۸۳) بصد عجز و نیاز حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں نہایت مؤدبانہ عرض ہے کہ چونکہ احقر نے اپنے کو حضرت اقدس کی ذات مبارک سے وابستہ رکھنے کا قصد کر

لیا ہے۔ اس لئے اپنے معاملات حضور والا کی خدمت میں عرض کر کے حضرت اقدس کے ارشاد عالی اور فیصلہ کا طالب ہوں۔ حضرت اقدس کی تصنیفات اور تالیفات کا مطالعہ کرتے رہنے کی وجہ سے اب میں اپنے دل میں علوم دینیہ کے حاصل کرنے کی رغبت اور شوق بہت زیادہ پاتا ہوں اور حضرت کے تجویز فرمودہ نصاب عربی جو رسالہ تلخیصات عشر کے شروع میں بصورت نقشہ مندرج ہے بتوفیق اللہ جل شانہ شروع کر دینے کا قصد کر رہا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ برکت دعائے حضرت اقدس اللہ تعالیٰ مجھ کو استقلال عنایت فرمادیں اور حصول مقصد میں کامیابی بخشیں۔ آمین۔ مگر کچھ عرصہ سے چونکہ بیعت کے خیال میں بہت ہی منہمک رہتا ہوں اور ہمہ وقت اس الجھن میں گرفتار ہوں خصوصاً نماز میں اس کے متعلق اتنی کثرت کے ساتھ خیالات آتے ہیں اور ان میں اس قدر انہماک ہو جاتا ہے کہ بجائے خضوع وخشوع کے یہی سوچتا رہتا ہوں کہ اس طرح حضرت اقدس کی خدمت میں خط لکھوں اور یہ مضمون لکھوں اور فلاں اپنے باطنی مرض کو بیان کروں اور اس کا علاج دریافت کروں نماز کا ہوش مثل سابق کے بھی نہیں رہتا دوران نماز میں متعدد بار یہ خیالات یکسر منقطع ہو جاتے ہیں اور یہ دھیان دل میں ہو جاتا ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں اللہ جل شانہ کے سامنے کھڑا یا بیٹھا ہوں مگر پھر تھوڑے وقفہ کے بعد انہیں خیالات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نماز ختم ہو جاتی ہے اور پھر دل میں یہ افسوس ہوتا ہے کہ ساری نماز انہی خیالات میں ختم ہو گئی اپنی اس پریشانی قلب کو دور کرنے کے لئے حضرت اقدس کے ارشاد عالی اور فیصلہ کا طالب ہوں کہ آیا میں فی الحال اس خیال بیعت کو ملتوی کر دوں اور بعد تکمیل درس مذکورہ اس امر کی جانب رجوع ہوں یا پہلے اس مرحلہ بیعت ہی کے طے کرنے میں کوشاں ہوں اور اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہو کر درس مذکورہ کی تکمیل میں ساعی بنوں تاکہ ساتھ ہی ساتھ باطنی اصلاح بھی کرتا رہوں۔ اب جو حضور والا اس احقر کے حق میں ارشاد فرمادیں بسر وچشم اس پر عمل کروں زیادہ کیا عرض کروں۔

جواب- کیا اس مقام پر یہی دو شقیں ہیں ایک تیسری شق بھی تو ہے اس کو بھی تو ذکر کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ سرے سے بیعت ہی ضروری نہیں نہ آگے نہ پیچھے صرف اصلاح ضروری ہے اور وہ اس کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔

سوال (۸۴) اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ ہاتھ اٹھا کر پڑھی جاوے؟

جواب- دلیل حکمی ہونے کا یہی مقتضا ہے۔

بقیہ سوال - یا بغیر ہاتھ اٹھائے۔

جواب- دلیل جزئی کے نہ ہونے کا یہی مقتضا ہے اب دونوں شقوں میں اختیار ہے۔

بقیہ سوال - دن کے دو بجے سے چار بجے تک مجھے فرصت کا وقت ملتا ہے اس کے لئے کوئی شغل بتا دیجئے۔ ذکر اللہ تو رات کو کر لیتا ہوں۔

جواب- تلاوت کا شغل رکھئے۔

بقیہ سوال - ایک بدعتی نہایت پریشان حال ہے اس کی حالت دیکھ کر میرا دل دکھتا ہے۔ اس کی مالی امداد کروں یا نہیں۔

جواب- ضرور۔ بدعت اس سے کیا مانع ہوتی جب کفر بھی مانع نہیں۔

سوال (۸۵) بفضلہ تعالیٰ و بدعائیں حضور اعلیٰ ماہ رمضان شریف سے آج تک یاد موت دائما۔ شوق و ذوق عبادت۔ لذت ذکر و محبت و تصور حضور حرکت و حرارت ذکر در جسم برابر وغیرہ حاصل ہے۔

جواب- ان چیزوں کو کس نے مقصود کہا ہے یعنی تصور و حرکت و حرارت۔

سوال (۸۶) کسی کو بے وقوف یا کم عقل کہنا یا کسی کے حسب و نسب میں نقص نکالنا اور مانند اس کے حضور احقر تو معلوم کرتا ہے یہ سب غیبت میں داخل ہے مگر بعض وقت نفس و شیطان احقر پر ایسا غالب آتا ہے کہ احقر اس غیبت مذکور سے پرہیز کرنا احقر کی طاقت میں نہیں رہتا۔

جواب- بالکل غلط اگر طاقت نہ رہے تو پھر گناہ ہی نہ ہو۔

دوسرا خط (۸۷) احقر نے جناب والا کی خدمت شریف میں لکھا تھا کہ احقر اگر کسی کی غیبت کرنا شروع کرتا ہے تو اس وقت نفس و شیطان احقر پر ایسا غالب آتا ہے کہ احقر اس سے پرہیز کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔ جناب والا نے ارشاد فرمایا کہ (بالکل غلط اگر طاقت نہ رہے تو پھر گناہ ہی نہ ہو) حضور احقر تسلیم کرتا ہے کہ احقر کی وہ بات غلط ہے کیونکہ انسان جتنے کام کرتا ہے وہ بدوں قصد و اختیار کے نہیں ہو سکتے اگر کاموں میں اختیار کا دخل نہ ہوتا تو گناہ ہی نہ ہوتا تو حضور کبھی احقر بے خیالی کے سبب سے غیبت کرتا ہے اور کبھی غیبت سے پرہیز کرنے کی احقر کی ہمت نہیں ہے۔ حضور احقر کی اس مرض کو از روئے شفقت و

رحمت جناب والا کے اصلاح فرما کر دعائے خیر فی الدارین فرمادیں تاکہ بفضل تعالیٰ احقر اس مرض عظیم سے خلاص پاکر کامیابی فی الدارین حاصل کرے۔

جواب۔خیال اور ہمت دونوں اختیار میں ہیں ان سے کام لو۔

سوال (۸۸) آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''بیعت کس فائدہ کے لئے ہے'' جواباً عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اور کوئی غرض نہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ کیا وہ فائدہ بیعت پر موقوف ہے جواباً عرض ہے کہ پیر کی توجہ مرید پر ہوتی ہے اور مرید کو پیر کا حکم ماننے کا زیادہ خیال رہتا ہے۔

جواب۔سب کو یا کسی کسی کو۔

سوال (۸۹) حضرت کمترین اپنے اوراد ہمیشہ پورے ادا کرتا رہتا ہے کبھی چھوڑتا نہیں مگر آج کل طبیعت عجب رنگ پر ہے کہ ہر وقت الجھن میں رہتی ہے کسی چیز میں طبیعت نہیں لگتی تفکرات حد سے زیادہ پیدا ہوتے ہیں خیالات بدگھیرے رہتے ہیں کمترین کی حالت بہت بدتر ہے دن بدن خراب ہی ہوتی جاتی ہے حضور ہی دستگیری فرمادیں تو سنبھل سکتی ہے۔

جواب۔میں کیا دستگیری کروں یہ بھی خبر ہے کہ میرا کام کیا ہے؟

بقیہ سوال۔حضرت کمترین کو صحبت نیک بہت مفید ہے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے جو یہاں میسر نہیں کیا صورت اختیار کی جاوے۔جو حضور تجویز کریں اس پر عمل کیا جاوے۔

جواب۔نیک لوگوں کے حالات کا مطالعہ کرو یہ اس کا بدل ہے۔

سوال (۱۹۰) مولائی مدظلہ علینا وعلیٰ من لدینا السلام علیکم۔

الجواب۔السلام علیکم

بقیہ سوال۔گزارش خدمت بابرکت میں یہ ہے کہ میں ایک ایسا شخص ہوں کہ عرصہ سے جناب والا کی خدمت میں عریضہ بھی ارسال نہ کرسکا اسی اثناء میں دنیاوی امور سے سخت پریشانی رہی اور اب تک ہے۔امید ہے کہ حضور والا اس گنہگار کے لئے دعا فرمائیں گے کہ باری تعالیٰ ان پریشانیوں کو دور فرما کر اپنی سچی محبت عطا فرمائیں۔فقط والسلام۔

الجواب۔آج سے کوئی مریض علاج شروع کرے اور بجائے علاج کے مدتوں کے بعد دعا کی درخواست کرے کیا اس نے اپنے منصب کا حق ادا کردیا۔

سوال (۹۱) احقر میں ایک حالت پیدا ہوئی کہ نماز میں دل لگتا نہیں طبیعت کو مجبور کرتا ہوں۔ نماز پر لیکن طبیعت اٹھ جاتی ہے کسی دن تو بہت لگتا ہے مگر پھر یہ حالت ہوتی ہے۔ لہٰذا خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ احقر کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے اور اس کے زوال کی صورت وطریقہ ارشاد فرما کر شاکر واحسان فرماویں۔

جواب۔ تو ضرر دینی کیا ہے اور کیا دل لگنا مامور بہ ہے یا لگانا۔ خواہ لگے یا نہ لگے۔

دوسرا خط (۹۲) حضرت والا کا خط احقر کو ملا احقر سمجھ گیا کہ نماز میں دل نہ لگنا یا کوئی دینی ضرر نہیں نماز میں دل لگنا مامور بہ نہیں بلکہ لگانا ہے احقر اسی طرح سے نماز کی طرف خیال کر کے پڑھتا ہے بفضلہٖ تعالیٰ احقر کو بہت فائدہ محسوس ہوا۔

جواب۔ بارک اللہ۔

بقیہ سوال ۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ علم وعمل کی توفیق عطا کریں اب حضرت والا کی خدمت میں اور ایک عرض پیش کرتا ہوں کہ احقر چند لڑکوں کے ساتھ ایک حجرہ میں رہتا ہے اور یہ سب لڑکے ہم وطنی ہیں بلکہ بعض تو اقارب میں بھی ہیں اور احقر کی حالت یہ ہے کہ ان لڑکوں سے بات چیت کرنا اور ان سے محبت کرنے کو دل بہت چاہتا ہے ادھر سے اگرچہ بالفعل دل میں کوئی خرابی نہیں لیکن ممکن ہے کہ آئندہ دل میں کوئی خرابی پیدا ہو اور کسی فتنہ میں گرفتار ہوں لہٰذا حضرت والا کی خدمت بابرکت میں عرض ہے کہ احقر کو ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے ان سے تعلق رکھنا کیسا ہے اور احقر کو ان سے کیا برتاؤ کرنا چاہئے جو ارشاد ہو احقر تکمیل کے لئے تیار ہے۔

جواب۔ ان سے بالکل جدا ہو جاؤ۔

ہرگز بگندمی گون لاتقربوا کہ زہر ست حال پدر بہ یاداز ام الکتاب دارم

سوال (۱۹۳) مادہ ذوالحجہ کے الفرقان میں ایک مضمون لکھا گیا تھا۔

''موجودہ سیاسی خلفشار میں خاص ہماری جماعت کے لئے ایک سنگین خطرہ ہے''

غالباً ملاحظہ گرامی سے گزرا ہوگا۔

جواب۔ دیکھا تھا۔

بقیہ سوال ۔ اگر نہ ملاحظہ فرمایا گیا ہو تو بشرط فرصت اب ملاحظہ فرمالیا جاوے۔

جواب۔ احتیاطاً دوبارہ دیکھا۔

بقیہ سوال ۔ اس میں جس فتنے کا میں نے خطرہ ظاہر کیا ہے اس کے انسداد کی

ایک صورت یہ ذہن میں آئی ہے کہ خود حضرات اکابر دامت برکاتہم سے اس کے متعلق تحریری بیانات حاصل کر لئے جاویں اور اس کو شائع کر دیا جاوے تا کہ غلط فہمیوں کی اساس ہی باقی نہ رہے۔ آج تیسرا دن ہے اتفاق سے میں دیوبند پہنچ گیا تھا وہاں میں نے حضرت مولانا صاحب مدظلہ سے اپنا یہ خیال ظاہر کیا حضرت ممدوح نے اس کو پسند ہی نہیں بلکہ ضروری فرمایا اور اس وقت سوال و جواب کی شکل میں حضرت والا کے متعلق ایک مفصل بیان لکھ کر میرے حوالہ کیا۔ جس میں حضرت اقدس کی جناب میں کامل عقیدت کا اظہار اور حضرت والا کی جلالت قدر و عظمت شان و افضلیت علمی و عملی کا پورا پورا اعتراف بلکہ اعلان کیا ہے۔ ساتھ ہی سیاسیات میں اپنے اختلاف کا ذکر بھی کر دیا ہے اور حضرت سے سوء ظن کو بھی ناجائز لکھا ہے (اگر ارشاد گرامی ہو تو اشاعت سے پہلے ہی اس کی نقل بھیج دوں ورنہ ان شاءاللہ الفرقان کے آئندہ نمبر میں وہ شائع ہو جائے گا)

جواب- اس کی اشاعت میں جلدی نہ کیجئے جب تک سب خطرات زائل نہ ہو جائیں۔

بقیہ **سوال** - (دوسرے) مولانا صاحب سے بھی میں نے اس تجویز کا ذکر کیا تھا انہوں نے بھی بہت پسند کیا اور وہ خود بھی اس بارہ میں کچھ لکھ رہے ہیں۔

جواب- لکھنے سے کیا ہوتا ہے اصل چیز برتاؤ ہے اور تحریر اس کے تابع۔

بقیہ **سوال**- پس اگر حضرت والا کے نزدیک بھی یہ مناسب ہو اور کوئی زحمت نہ ہو تو چند سوال حاضر ہیں ان کا جواب کسی قدر تفصیل سے ارقام فرما دیا جاوے ان شاء اللہ جماعت ایک بڑے فتنہ سے بچ جائے گی جو بالکل سر پر پہنچ چکا ہے۔

جواب- اور یہ بھی احتمال ہے کہ فتنہ شدید ہو جائے گا۔

بقیہ **سوال** -میں نے خود بعض بے باکوں سے ایسے کلمات سنے ہیں جو تفسیق کے حدود سے بھی بڑھ جاتے ہیں اور اگر ہمارے اکابر کو ان کا علم ہو تو یقیناً بہت زیادہ اذیت اور کلفت ہو۔

جواب- اس کا انسداد اس تجویز کردہ تدبیر سے نہ ہوگا بلکہ برتاؤ سے ہو سکتا ہے اور ایسے برتاؤ کی امید نہیں مجالس میں زبان نہیں رکتی۔ خواہ دونوں طرف یا ایک طرف۔ تو حقیقی نزاع اور لفظی اجتماع زیادہ خطرناک اور مضر ہے۔

ملخص جواب- یہ ہے کہ یہ اختلاف اجتہادی نہیں رہا۔ میرے اعتقاد میں ان کا مسلک معصیت میں داخل ہے اور ان کے اعتقاد میں میرا مسلک۔

جب ایسا اختلاف ہے تو اس صورت میں ایسی پالیسی اختیار کرنا جس سے مسلمان معصیت میں مبتلا ہوسکیں نہ ان کے لئے جائز نہ میرے لئے جائز۔ مدت دراز تک صبر کے ساتھ سکوت کیا مگر میں نے جب دیکھا کہ اس سکوت کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہورہے ہیں اور دوسرے مسلک حق ہونے کا بھی ان کو احتمال ہورہا ہے لہٰذا میں نے قطع تعلق کا ایک اعلان لکھ کر ان کو بھی مطلع کردیا اور اس کو شائع بھی کردیا مگر اتنا ادب کیا کہ اپنی ذات کی طرف نقص کو منسوب کیا یہ سب اسی لئے کہ لوگوں کو اس شبہ تعلق سے غلط فہمی نہ ہو۔ اگر اب ان سوالوں کا جواب حسب مصلحت ہوتو وہی غلط فہمی کا خطرہ پھر عود کر آئے گا۔ البتہ اس کا بے حد اہتمام ہے کہ اپنی زبان کسی گستاخی سے ملوث نہیں کرتا اور قلب کو ان کی بدنیتی وخود غرضی کے احتمال سے ملوث نہیں کرتا مگر صرف حسن نیت معصیت سے مانع نہیں ہوتی آپ کو مخلص سمجھ کر اتنا لکھ دیا اگر اس میں کوئی شرعی گنجائش ہوتو بے تکلف ظاہر فرمادیجئے میں سمجھنے کے بعد اتباع کے لئے تیار ہوں۔

سوال (۹۴) کاش اللہ تعالیٰ حضرت ہی کی دعا وصدقہ سے اپنی محبت سے ہی اس ویرانہ کو آباد فرمادیتا۔

جواب- فرماتو دیا اب بقا کی دعا کی ضرورت ہے۔

بقیہ سوال -ورنہ خود اپنے پاس تو نہ اخلاص کا سرمایہ ہے نہ کوئی پیش کرنے کے لائق عمل۔

جواب- اس طریق میں اعتقاد نفی ہی دلیل ہے ثبوت کی۔

نوٹ- حضرت مولانا اسحاق صاحب رحمتہ اللہ علیہ بردوانی موٹر کی زد میں آکر جاں بحق ہوگئے تھے اس حادثہ کے بعد ان کے ایک عزیز کا یہ خط آیا جو ذیل میں درج ہے۔

سوال (۹۵) مودبانہ عرض ہے کہ مولانا مرحوم کی زبان مبارک میں ہمیشہ ورد قرآن جاری رہتا تھا۔ خاص کر جب چلتے تھے اور پھر نماز ہی کے لئے تشریف لے جاتے تھے اس بنا پر فرشتے ان کی حفاظت ضرور کرتے تھے پھر اس سانحہ جان لیوا کی کیا وجہ ہے۔ حضور اگر کچھ توجیہ بیان فرمادیں تو دل کو کچھ اطمینان ہو۔

جواب- وہ تو مقبول ومحبوب تھے حفاظت تو سب کی کی جاتی ہے خواہ مومن بھی نہ ہو آیت لہ معقبٰت سورۂ رعد کی اس عموم میں نص ہے تو یہ سوال ہر شخص کے اعتبار سے ہوسکتا ہے اس میں مقبولین کی کیا تخصیص ہے اور جواب یہ ہے کہ ہر بلا سے حفاظت نہیں کی جاتی بلکہ جس سے حکم

ہوتا ہے ورنہ کسی پر کوئی بلا ہی نہ آوے مگر ایسا نہیں حتی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کفار کے ہاتھ سے قتل تک ہو گئے اور عدم حفاظت موقع ہوتا ہے جہاں نزول بلا میں کوئی حکمت ہو دنیوی یا اخروی اور ان حکمتوں کا احاطہ نہیں ہو سکتا غیر مقبولین کے لئے اور حکمتیں ہیں اور مقبولین کے لئے اور۔

سوال (۹۴) احقر کی خواہش ہے کہ حضور کی خدمت میں چند دن کے لئے کسی طرح وقت نکال کر کے حاضر ہوں اور تعلیم سے فیض یاب ہوں کیونکہ حضور کی خدمت میں ۴۶ھ میں حاضر ہوا تھا اگرچہ چند دن رہا مگر قلب میں ایک کیفیت پیدا ہوئی اور وہ عرصہ تک رہی مگر اب وہ کیفیت بالکل زائل ہو گئی اس لئے اگر حضور اجازت دیں تو احقر حاضر ہو۔

جواب۔ خط کشیدہ عبارت سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ شاید اس کیفیت کی توقع میں آنا چاہتے ہیں سو خوب سمجھ لیجئے کہ کوئی خاص کیفیت نہ مقصود ہے نہ اختیاری ہے اگر یہ عبارت نہ ہوتی تو مناسب جواب دیتا۔

سوال (۹۷) مطالعہ مواعظ و ملفوظات کا التزام رکھتا ہوں گاہ گاہ ناغہ ہو جاتا ہے۔ تہجد و دوازدہ تسبیح و تلاوت قرآن یک منزل بھی پابندی کے ساتھ کرتا ہوں لیکن یکسوئی نہیں ہوتی۔

جواب۔ افسوس اب تک مقصود و غیر مقصود کی تعیین بھی نہیں ہوئی۔

بقیہ سوال۔ اگر حضرت والا مناسب سمجھیں تو کچھ اور ارشاد ہو تو اس پر عمل کرے۔

جواب۔ اس کا کیا مطلب کیا اوراد معمولہ سابقہ قلیل ہیں اس لئے کثرت مقصود ہے یا وہ مقصود کے لئے مفید نہیں اس لئے دوسرے مفید اوراد کی ضرورت ہے افسوس بارہ برس دہلی میں رہے اور بھاڑ جھونکا۔

سوال (۹۸) ایک خط آیا جس میں اپنی بدآوازی کی شکایت اور اپنی بی بی کے احتباس طمث کی شکایت لکھ کر تدبیر پوچھی تھی اس کا جواب حسب ذیل دیا گیا۔

جواب۔ مجھے یہ درخواستیں مصلح سمجھ کر کی گئی ہیں یا طبیب سمجھ کر یا عامل سمجھ کر؟

سوال (۹۹) بندہ کی ناقص عقل میں آتا ہے کہ تعلیم سلوک کی منظوری سے ممنون کرم فرمائیں۔

جواب۔ بیعت کی درخواست تو نہ کرو گے۔

دوسرا خط نمبر ۱۰۰۔ بیعت کی درخواست نہیں کروں گا۔

جواب۔ اب یہ لکھو کہ سلوک کیا چیز ہے جس کی تعلیم چاہتے ہو۔

سوال (۱۰۱) خط سابقہ میں حضور نے خوف عقل کی یہ تعریف فرمائی کہ یہ احتمال ہونا

کہ شاید معصیت پر عذاب ہو اور بدوں عذاب کے معافی نہ ہو بفضل اللہ ایسا خوف اپنے اندر پاتا ہوں لیکن ہمیشہ ذہن نشین نہیں رہتا خوف خدا ہمیشہ ذہن نشین رہنے کے لئے حضور علاج مرحمت فرماویں۔

جواب- کیا ہر وقت استحضار مامور بہ ہے یا بوقت ضرورت استحضار کافی ہے اور کیا یہ بھی نہیں ہوتا۔

سوال (۱۰۲) خادم بابرکت دعائے حضرت والا اپنے کام میں برابر کوشاں ہے مگر باوجود یہ کہ وقت میں بھی تنگی نہیں اکثر کلام مجید وغیرہ پڑھا ہی نہیں جاتا غور کرتا ہوں کہ یہ فعل اختیاری ہے مگر کاہلی کچھ نہ معلوم کہاں سے پیدا ہو گئی ہے حضرت والا کی خدمت پر ہی کچھ طبیعت کو غیر معمولی بھروسہ ہو گیا ہے اور یہ خیال کہ حضرت والا ہمارے موجود ہیں پھر کیا ہے۔

جواب- میرا کام صرف دعا کرنا اور استفسار پر مشورہ دینا ہے آگے آپ کا کام ہے۔

سوال (۱۰۳) خط مبارک پہنچ کر سب کچھ ملاحظہ کیا لیکن آپ کے جواب میں بیعت ہی ضرور نہیں کی عبارت سے میری ناقص عقل میں کچھ وجہ معلوم نہ ہونے سے بڑی پریشانی میں مبتلا ہوں مغموم ومحزون ہوں۔

جواب- اور کیا بیعت کے ضروری ہونے کی وجہ معلوم ہے؟ وہ کیا ہے؟ اور اگر وہ بھی معلوم نہیں تو اس سے پریشانی کیوں نہ ہوئی؟

سوال (۱۰۴) بندہ ڈھائی سال سے حاضر خدمت نہیں ہو سکا اب اس وقت موقع ملا گیا ہے اگر حضور والا اجازت عطا فرمائیں گے تو دو تین روز کے لئے حاضر ہو جاؤں گا۔

جواب- وہ کون سا موقعہ ہے جو ڈھائی سال تک نہ ملا تھا۔

سوال (۱۰۵) میں نے سب سے پہلے لکھا تھا کہ میرا خیال تھا کہ دنیا میں پیری مریدی کی ضرورت نہیں جبکہ ہر چیز اختیار میں ہے لیکن جب عمل کرنے لگا تو مشکل نظر آیا کیونکہ تشخیص مرض آسان نہیں اور پھر علاج غیر معلوم اس لئے میں اس کا قائل ہو گیا اور اپنے لئے حضور کو منتخب کیا تو مجھے قوی امید ہے کہ جناب مجھے سلسلہ بیعت میں ضرور داخل کریں گے۔ اس کا حضور والا نے یہ جواب دیا کہ آپ بھی سمجھتے ہیں۔ تھوڑی سی کسر رہ گئی اس سے تو اتباع تعلیم کی ضرورت ثابت ہوئی نہ کہ بیعت کی اس پر ضرورت بیعت کی تفریع کیسی؟

پھر میں نے لکھا کہ بیعت محمود ہے مقصود نہیں۔

تو حضور والا نے یہ فرمایا کہ ''بلا کسی شرط کے یا کسی شرط سے۔ کیا اگر نماز فرض ہے اس میں کوئی شرط نہیں۔

پھر میں نے یہ لکھا اطلاع واتباع کی شرط کے ساتھ۔

حضور والا نے یہ فرمایا کیا بس صرف یہی شرط ہے اور کچھ نہیں۔

اس کے بعد میں نے یہ لکھا کہ اصلاح نفس کے لئے مجھے دو شرطیں معلوم ہیں۔ ان کے علاوہ مجھے علم نہیں حضور ہی بتلا دیں۔ معلوم ہونے کے بعد ضرور عمل کروں گا مجھے حضور کی ذات پر پورا بھروسہ ہے اور آپ پر عقیدہ بھی ہے اس لئے للہ میری دستگیری کیجئے اور ضلالت سے نکالئے میں عمل ضرور آپ کی تجویز پر کروں گا۔

جواب- بیعت کے نافع ہونے کے لئے تو باہمی مناسبت شرط ہے اور صرف اصلاح کے لئے اطلاع واتباع کافی ہے اب لکھئے کیا کہنا ہے۔

سوال (۱۰۶) احقر کا معمول یہ ہے کہ غصہ کے وقت اس غصہ پر عمل کرنے سے پہلے (باستثناء اس موقعہ کے کہ جب یاد نہ رہے) یہ سوچتا ہے کہ اس غصہ پر یا اس قدر غصہ پر عمل کرنا مناسب ہے یا نہیں اور جب اس کے خلاف ہوا تو نفس کو سزا دی گئی مگر بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ سوچنے کے بعد جب یہ معلوم ہو گیا کہ مناسب ہے اور اس غصہ پر عمل بھی کر لیا گیا تو پھر غصہ کر چکنے کے بعد یہ سمجھ میں آیا کہ مناسب نہ تھا تو گو اس وقت توبہ استغفار کر لیا گیا۔

جواب- ایسا شاذ و نادر ہے نادر کا اعتبار نہیں طریق یہی ہے اور سب طرق ناکافی ہیں۔ اصل طریق یہی ہے اگر اس میں کوتاہی ہو گئی اور بعد میں مناسب نہ ہونا سمجھ میں آیا تو استغفار کافی ہے۔

بقیہ سوال - (۱) مگر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ غصہ اترنے سے پہلے سوچنا کافی نہیں بلکہ غصہ اتر جانے کے بعد (خواہ غصہ اسی دن اترے یا اس دن کے بعد اترے) سوچنا چاہئے کہ یہاں غصہ یا اس قدر غصہ مناسب ہے یا نہیں اور جب اس کے خلاف ہو تو نفس کو سزا دی جائے۔

(۲) مگر یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ روزمرہ کی باتوں میں اگر اس پر عمل کیا گیا یعنی غصہ کو آئندہ پر ملتوی کر دیا گیا تو پھر نہ وہ غصہ کا واقعہ پورے طور پر یاد رہے گا اور نہ غصہ کرنا یاد رہے گا تو جہاں غصہ کرنے کی ضرورت ہے وہاں اگر غصہ نہ کیا گیا تو یہ بھی مناسب نہیں اور اگر یہ لکھ لیا جایا کرے (کہ غصہ اترنے کے بعد سوچوں گا کہ یہاں غصہ مناسب ہے یا نہیں)

تو بوجہ کثرت مشاغل بار بار لکھنے سے بہت دقت پیش آئے گی اور دوسرے ضروری کاموں میں حرج ہوگا لہٰذا غصہ اترنے سے قبل ہی سوچ لینا کافی ہے۔

(۳) اور ایک خیال یہ بھی ہوتا ہے (گو وہ خیال بہت ضعیف درجے کا ہے جس کے صحیح ہونے کا درجہ وہم میں احتمال ہے) کہ خیال نمبرا پر یعنی اس خیال پر کہ غصہ اتر جانے کے بعد سوچنے کی ضرورت ہے) کچھ دنوں عمل کر کے تجربہ کرلیا جائے کہ دقت ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر دقت ہو تو پھر خیال پر عمل نہ کیا جائے لہٰذا دست بستہ عرض ہے کہ براہ کرم اس سے مطلع فرمایا جائے کہ ان تینوں خیالوں میں سے کون سے خیال پر احقر کے لئے عمل مناسب ہے۔

جواب۔ اس صورت میں غلطیاں زیادہ ہوں گی، پہلے طریق میں کم ہوں گی اس لئے پہلا ہی طریق اسلم ہے اور سب احتمالات اوہام ہیں۔

ایک خاتون کے خطوط

سوال (۱۰۷) از طرف خادمہ...... بعد سلام مسنون دست بستہ عرض ہے کہ خادمہ نے آج شب ایک خواب دیکھا ہے یعنی خادمہ نے آج خواب میں حق تعالیٰ شانہ کو دیکھا کہ میرے سامنے تشریف رکھتے ہیں، بس ایک صورت ایسے انسان کی ہے کہ جو نہ زیادہ بوڑھا ہو نہ زیادہ جوان، اور وہ یعنی حق تعالیٰ مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "تم جنت میں نہ جاؤ گی"، پس خادمہ کو ایسے خواب سے تو بہت خوشی ہوئی کہ حق تعالیٰ شانہ کی زیارت ہوئی، مگر اس ارشاد کو سن کر آج مجھ کو سخت وحشت ہے اور دل گھبرا رہا ہے اور روئی بھی ہوں اور کسی کام میں جی نہیں لگتا کہ نہ معلوم اس ارشاد کا کیا مطلب ہے!

جواب۔ جو خواب شرع کے موافق نہ ہو اس میں تاویل ہوتی ہے، اور شرع کا قانون ہے کہ ہر مومن جنت میں جائے گا، نیز کسی خاص شخص کی نسبت یہ اعتقاد کہ جنت میں نہ جائے گا، بدوں وحی کے محض خواب پر یہ بھی شرع کے موافق نہیں اس لئے اس خواب کی تاویل یہ ہے "تم خود نہیں جاؤ گی بلکہ اللہ تعالیٰ لے جائے گا" واقعی جو جائے گا خود کیا جاتا اللہ ہی لے جائے گا۔

سوال (۱۰۸) از طرف خادمہ...... بعد سلام مسنون عرض ہے کہ خادمہ نے دو خواب دیکھے ہیں اطلاعاً عرض کرتی ہوں۔

(۱) کچھ سوتی ہوں کچھ جاگتی اس حالت میں اپنے آپ کو مدینہ منورہ میں روضہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جانب جہاں صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں بیٹھا ہوا دیکھا' روضہ مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ تھا اور دائیں جانب میری تھوڑے فاصلہ سے بہت عورتیں ہیں اور یک بی بی صاحبہ میرے سامنے بیٹھی ہیں' ان کے متعلق ان عورتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں' اور ان بی بی صاحبہ کا رخ میری طرف ہے یعنی وہ قبلہ رخ تشریف رکھتی ہیں' تو ان بی بی صاحبہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ تم جنت میں جاؤ گی' اس کے بعد وہ اٹھیں اور لوٹا لے کر بیت الخلاء کی طرف تشریف لے گئیں میں پیچھے پیچھے چلی پھر آنکھ کھل گئی۔

جواب- کھلی بشارت ہے' اللہ تعالیٰ اعمال صالحہ پر استقامت بخشے کہ یہ بشارت اسی کا ثمرہ ہے۔

بقیہ سوال - (۲) اور دوسرا خواب یہ ہے کہ ایک بہت بڑا مکان ہے جس کے دروازے بھی بہت ہیں وہاں بہت سی عورتیں ہیں مگر میرے پیچھے ایک سانپ آرہا ہے میں اسے بھاگتی پھرتی ہوں اور چھپتی پھرتی ہوں مگر جہاں میں بھاگ کر جاتی ہوں اور چھپتی ہوں' سانپ بھی وہیں پہنچتا ہے مگر میرے کاٹتا نہیں۔

جواب- یہ نفس ہے کہ ہر وقت آدمی کے ساتھ ہے کہیں جائے' مگر یہ بھی دکھلا دیا کہ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

سوال (۱۰۹) از طرف خادمہ...... بعد سلام مسنون عرض ہے کہ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا دوپہر کے وقت خاکسار کے دل میں یکایک یہ بات آئی کہ مجھے اپنے اس بچہ کو (اس وقت بچہ کی عمر دس ماہ کی ہے) دین کے لئے وقف کر دینا چاہئے تو حضور والا اب میں اس خیال پر عمل کروں یا نہیں' باقی دنیا کا کام جہاں تک ہو سکے میں اس سے خود نہیں کرانا چاہتی۔

(۲) دوسرے یہ بات دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ اس بچہ کو دین کے لئے وقف کر دینے کے بعد اس بچہ سے اپنا دنیا کا کام کرانا مجھ کو جائز ہے یا نہیں۔

جواب- یہ نیت مبارک ہو' مسجد وقف ہوتی ہے مگر اس میں بیٹھ کر دنیا کا مباح کام کر لینا جائز ہے بشرطیکہ خاص اس کی نیت سے مسجد میں نہ گئے ہوں بلکہ عبادت کے لئے گئے ہوں پھر وہاں کھانا آ گیا تو کھانا بھی کھا لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وقف للدین سے دنیا کا

کام لینا قصداً نہ چاہئے مثلاً اس کو پرورش اس نیت سے کریں کہ ہمارے دین کے کام آئے لیکن تبعاً دنیا کا کام لینا کچھ حرج نہیں۔

سوال (۱۱۰) از طرف خادمہ...... بعد سلام مسنون عرض ہے کہ خاکسار کے اندر غصہ کا مرض ہے خاص کر اپنے خاوند پر غصہ مجھ کو بہت آتا ہے۔ پھر بعد میں پشیمان ہوتی ہوں اور بعض مرتبہ روتی بھی ہوں اور میرے خاوند نے شروع میں مجھ کو اجازت دے دی تھی کہ میری اجازت ہے کہ تم مجھ پر غصہ کر لیا کرو اب خواہ ان کو گوارہ ہو یا ناگوار ہو لیکن خاکسار اب یہ چاہتی ہے کہ خاکسار غصہ بالکل نہ کیا کرے لہذا براہ کرم میرے اس مرض کا علاج فرمایا جائے۔

جواب- السلام علیکم غصہ کا آجانا خصوصاً بے تکلفی کی جگہ پر غیر اختیاری ہے مگر اس کا چلانا یہ اختیاری ہے اس کی تدبیر بجز صبر اور ضبط کے کچھ نہیں گو نفس کو کلفت ہو ہمت سے برداشت کیا جائے اور اس ہمت کی تقویت کے لئے حسب ذیل تدابیر سے مدد لینا چاہئے۔

۱- اپنا درجہ سوچنا چاہئے کہ ہم کم درجے کے ہیں۔ ۲- غصہ کر کے پچھتانے کو یاد کرنا چاہئے۔

۳- فوراً کسی کام میں مشغول ہو جانا چاہئے۔ ۴- نظر سے اوجھل ہو جانا چاہئے۔

۵- یہ سوچنا چاہئے کہ شاید حدود سے باہر ہوا اور اس پر پکڑ ہو۔

یہ پرچہ ایسی جگہ رکھو کہ غصہ کے وقت فوراً سامنے رکھ لو۔

سوال (۱۱۱) از طرف خادمہ...... بعد سلام مسنون عرض ہے کہ دو خواب عرض کرتی ہوں۔

(۱)- ایک خواب تو یہ ہے کہ بندی اکثر اپنے آپ کو کشتی یا کھٹولے پر سوار سمندر کے اوپر تیرتا ہوا دیکھتی ہے اور غرق ہو جانے کا بھی ڈر لگتا ہے مگر ڈوبتی نہیں کبھی ایسے خواب میں رات نظر پڑتی ہے کبھی دن نظر پڑتا ہے۔

جواب- اکثر اہل تعبیر دریا کی تعبیر طریقت سے دیتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس سے پار ہو جاؤ گی کام میں لگی رہو۔

سوال (۱۱۲) (۲) دوسرا خواب یہ ہے کہ خاکسار ایک بہت بڑے میدان میں ہے وہاں ایک عمدہ باغیچہ اور پختہ مکان ہے وہاں میرے کچھ عزیز بھی ہیں جن میں ایک تو زندہ ہیں آج کل بقیہ عزیزوں کو میں پہنچانتی نہیں ہوں ایک کھٹولا آسمان سے اترا اس کھٹولے پر

ایک جوان شخص بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ چلو' اتنے میں دو عورتیں آئیں اور کہا کہ ہم کو لے چلو' چنانچہ وہ صاحب ان دونوں عورتوں کو اس کھٹولے میں بٹھلا کر اوپر کو لے گئے اور نظر سے غائب ہو گئے' تھوڑی دیر بعد ان کو لے آئے میرے دریافت کرنے پر ان دونوں عورتوں نے بتایا کہ ہم اپنے لڑکے کی شادی کرنے گئے تھے' مگر ہوئی نہیں' اس کے بعد اس جوان نے مجھ سے کہا کہ اب تم چلو' اور میں اس وقت وضو کر رہی تھی' یا نماز پڑھ رہی تھی کہ میری آنکھ کھل گئی اور ان دونوں عورتوں کو میں پہچانتی نہیں نہ ان کو کبھی دیکھا' یہ خواب خاکسار نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا۔ ایک ماہ ہوا جب دیکھا تھا' بعض مجبوریوں سے اب تک خدمت شریف میں عرض نہ کر سکی۔

جواب - شادی کے لائق ہونا لڑکے کا' قرینہ اور اشارہ ہے بالغ اولاد کی طرف جو جوانی میں مر جائے اس پر بھی والدہ کو اجر ملتا ہے مگر چونکہ ابھی اس کا ہی معاملہ مکمل نہیں ہوا ہے اس لئے اتنا اجر نہیں ملتا جتنا نابالغ کے مرنے پر۔ اللہ تعالیٰ نے بچی کے انتقال پر بشارت و تسلی دی ہے کہ اس کا اجر زیادہ ہے اور وہ جوان فرشتہ ہیں۔ واللہ اعلم۔